

## جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام، کردار اور کہانی  
سے تعلق رکھنے والے اداروں کے نام  
تعلق فرمائی ہیں۔

## پیشکش

مطبوعات — اسمار سپر بلڈ کینز

زیر اہتمام

کتابی دنیا — میٹروڈ روڈ لاہور

لیجے ڈاکٹر وگاری کی کتابی صورت میں حاضر ہے . . . . . یہ ناول روزنامہ حریت  
کراچی میں بلا واسطہ شائع ہوتا رہا ہے۔ کسی اخبار کے لیے کھانا میرے لیے نیا تجربہ تھا۔  
بہر حال اسے بھی میرے پڑھنے والوں نے کافی سراہا ہے۔ بہت سے حضرات تو یہاں  
تک کہہ رہے ہیں کہ یہ عمران اور جاسوسی دنیا کے ان دو ناولوں سے بہتر ہے۔ جو  
سیری صحت یابی کے بعد شائع ہوئے ہیں۔ پسند اپنی اپنی!

دو مہینے قطعیں ہی شائع ہوئی تھیں کہ ایک پڑھنے والے کا نہایت گرم خط آیا پتھا  
جس کا متن یہ تھا کہ میں یہ کیسی گھٹیا حرکت کر بیٹھا ہوں۔ کسی روز نامے کے لیے کھانا میرے  
شبان شان نہیں ہے۔!

اول تو میری شان ہی کیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے میلں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔  
گھٹیا اور بڑھیا کے عجیب عجیب معیار قائم کر رکھے ہیں یا تو گوں نے۔ اصل اسٹیلے کا ڈنڈا

پیشکش . . . . . سلطان محمد

پیشکش . . . . . حمایت اسلام پبلیشنگ لاہور

ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھے جاتے ہیں۔ مگر جسے دانشوروں نے بھی ان کے  
کارناموں کو سراہا ہے۔ انہیں گارڈنر صاحب کے بہترین اچھے ناول سب سے پہلے  
امریکہ کے بعض روزناموں اور بہت روزہ اخبارات میں بالواسطہ شائع ہوئے ہیں  
پھر کتب خانوں میں آئے ہیں۔

”عزیزت“ پاکستان کا ایک بلند پایہ روزنامہ ہے۔ ملک کے بہترین دانشور اس کے  
کاغذ پر ہیں۔ لہذا میں نہیں سمجھتا کہ اس کے پہلے ناول کتنا گنجائش رکھے ہوئی۔  
دیکھ کر ہی ہوتے تو یہ ہے

میں خود کیا نہیں لکھا تھا

”عزیزت“ کے ایڈیٹر غلامی صاحب جیسے باجول آدمی ہیں جس کا کام کامیاب کرتے  
ہیں ہر حال میں مگر وہ تو یہ ہے!

الغرض

۴۲

ملک بھر سے جتنے ہیں کہ مرزا کی شخصیت اتنی غیر متوازن کیوں ہے۔ وہ ہر معاملے  
کو مبہنی میں رکھیں لڑا دیتا ہے۔ والدین کا احترام اس طرح نہیں کرتا جیسے کرنا  
چاہیے۔

اس کے پیچھے ایک طویل داستان ہے۔ بچپن میں ماں اسے نماز پڑھانے سے  
لگا کر پابندی تھی۔ باپ نے ایک امریکی مشن اسکول میں داخل کرا دیا۔ باپ سماعت غیر  
آدمی تھے اپنے آگے کسی کی نہ پٹنے دیتے سمجھتا تھا کہ گھر میں رہتے... سنا، چھایا  
رہتا...۔ لوگ اتنی آہستہ سے منظر کو کرتے کہ قریب ہی سے سنی جاسکتی۔ قرآن بچپن  
ہی سے وہ ہری زندگی گزارنے کا مادی ہوتا گیا۔ باپ کو کہہ جاتا تھا اور گھر میں کہے۔  
اس کے باپ رحمان صاحب جیسے میرے تعلق کرتے تھے سماعت گیری بھی بڑی کئی  
مشن اسکول اور گھر پر تربیت کے نفاذ نے اسے بچپن سے ہی ذہنی کشمکش  
میں مبتلا کر دیا تھا۔

ماں کہتی:۔ اللہ ایک ہے نہ اسے کسی نے بنا اور نہ کوئی اس  
سے جدا کیا۔

مشن اسکول کہتا۔ عیسائی مسیح خط کے بیٹے تھے۔

بچپن ہی سے زمین تھا۔ اسکول میں بحث کرتا چاہتا یا ماں کے اقوال دہراتا تو  
ڈانٹ کر چپ کرا دیا جاتا۔ گھر پر عیسائی مسیح کی بڑائی بیان کرتا تو ماں قہقہہ دے دیکر کہتی  
باپ کو ان خروما سے دیکھ ہی نہیں تھی۔ ان کا قول تھا کہ میں مسلمان ہوں تو بیٹا بھی  
ہر حال میں مسلمان ہوگا!

نیچویر ہوا کہ بٹا ہوں جس کا مرہ بن گیا۔ تیرو سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے نہ لے  
 جینی مس سے کوئی کچھ نہ رہی اور نہ اس سے کہ اللہ واحد ہے یا اس کے دوسرے دار  
 اور بھی ہیں نہ ہر چیز کا منفک ارادہ لینے کی عادت چلتی جا رہی تھی۔

آئی اہل سی کرنے کے بعد لندن کے لیے رخصت سفر بندھ گیا۔ وہاں رحمان صاحب  
 کے ایک انگریز دوست کے قیام پر۔ ان پانچویں سے نہایت ملی جہن میں اب تک  
 گوری ملٹی ہل ہی پھر کا قافلہ نکلیا۔ . . . . شاید ہی کوئی خانہ چھوڑا گیا ہو۔ انگریز  
 میزبان پولیس آفیسر تھا، اکثر کتنا تم بھی تو حکم سزا سنانی کے آفیسر کی اولاد ہو، کہ نہ  
 کچھ جوائیم دے گئے ہیں نہ ہی یوں گئے۔ گرنہ جی کا بھی صلہ کرو۔ اکثر ملی مشن کے  
 لیے ایک آفیسر بھی لادیتے۔ اس چکر میں پڑنے کے بعد ہر قسم کے آدمیوں سے  
 ٹکراؤ ہوا۔ . . . . اور ان سے بہت کچھ کیسے کا مرقع ملا، وقت کافی تھا۔ دو  
 سال بی ایس سی کے۔ . . . . دو سال ایم ایس سی کے اور پھر ڈاکٹریٹ کے لیے پیرس  
 کا وفد :-

بہر حال وہ لندن سے سو فیصد ہی ناکارہ۔ بن کر واپس آیا۔ رحمن صاحب کو علم ہی  
 نہیں تھا کہ صاحبزادے سائنس کے ڈاکٹر ہونے کے علاوہ کمرنگری کے بھی ماہر بن کر  
 تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے اسے بریگز سٹی میں بٹھرا چا یا۔ لیکن عمران نے  
 صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا۔ . . . . بڑے بڑے چڑھا سکتا ہوں بڑے بڑے مجھ سے نہیں  
 چڑھائے مابین گئے :-

رحمن صاحب کو قرق نہیں تھی کہ وہ اس لیے نکلتا نہ انما میں ناخرانی کرے گا۔  
 بہت جھگڑے۔ گرتے بے جی۔ لیکن وہ قریبین اشائل کا قلمدین بن کر واپس  
 آیا تھا وہ بالبر پر داڑھی۔

کچھ دنوں بعد حکم سزا سنانی کے سر ڈاکٹر شاکش فیاض سے پیمانہ ہو گیا اور اہل

نے مذاق ہی مذاق میں بعض کیسیں میں اس کی تھنائی کی۔ بس پھر کیا تھا۔ فیاض کی بہن  
 آئی۔ . . . . یعنی حیرت انگیز طور پر اس کی سرسوس یک میں کاٹناں کا اضافہ ہونے لگا  
 نہ جانے کتنے ناگاہک مل سے آگئے ہوتے۔ اور حکمے میں کیپٹن فیاض کا طوطی پاناہو  
 جھڑنے لگا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد عمران بعض آفیسروں کی نظر میں آگیا۔ . . . . اور آفیسران  
 اسپیشل ڈویژن کی حیثیت سے اس کا انفرادی اپنے باپ ہی کے حکمے میں ہو گیا، رحمن  
 صاحب اب ڈاکٹر بن چکے تھے منظوری کے لیے کاغذات ان کے سامنے پہنچے تو بہت  
 عجیب :- لیکن چونکہ وزارت داخلہ کی طرف سے سفارش ملتی اس لیے مجبوراً انفرادی  
 منظوری دینی ہی پڑی دلیہ وہ تھوڑے دنوں کے کر دیا کیونکر ہوا۔

پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ ادھر کی پراگنے بغیر انہیں عمران کو لگا کہ ہی کر دینا پڑا  
 ہوا یہ کہ کتاب نگہ میں ایک نامعلوم اسکول نے جڑا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ مرکز سے  
 کوئی آفیسر شتاب نگاہ سے گئے لیکن ناکام واپس آئے۔ آخر کار عمران کی باری آئی اس  
 نے جڑے دھڑلے سے اس اسکول اور اس سے تعلق رکھ کر کا قلع علی گڑھ۔ لیکن۔  
 لیکن جملی صاحب کو عمران کا طوطی کارپس نہ آیا۔ . . . . خزانے لے۔ یہ  
 سزا سنانی نہیں نکلا ہوا لنگاہ بن ہے۔ لہذا اترتا دھڑلے سے کام کر دے۔ ورنہ اسٹاف  
 دے دو۔ عمران اور قلمدین کی باتیں ہر دہرہ دہر کا۔ اس لیے اسٹاف دینا  
 پڑا۔

شعبہ ہنگامہ سے ایک ایجوکیشنر وکیل ماسٹی بھی عمران کے ساتھ آئی تھی اس لیے  
 گھر بھی چھوڑا پڑا۔ رحمن صاحب جیلا اس کا وجود کیونکر برداشت کرتے۔  
 کیپٹن فیاض نے کوئی مڑو کیسیوں میں قبضہ کر رکھا تھا؛ عمران نے دھولیں دھڑلے

نے اس واسطے کے لیے عمران سیرنگا دھول بھیجا آوی پڑیے





”خوش نہیں صاحب۔۔۔۔۔ بس سب لڑتے۔۔۔۔۔ طبیعت خراب ہے!“  
 ”صاحب کس وقت آئے میں آج کل۔“

”کبھی چار بجے۔ کبھی رات کو۔“

”یہ گاڑی میں ٹاکٹر تھا۔“

”جی صاحب۔“

”یہ کون ڈاکٹر تھا؟“ عمران یادداشت پر زور دیتا ہوا ہلکا۔

”پتہ نہیں صاحب یہ چوکیدار نے جواب دیا۔“

”خیر ہاں تو۔ اب تم اپنی ہی غیرت بتا جاؤ۔“

”اوسے صاحب ہم کیا۔۔۔۔۔ یہی ہی ہی۔“

”وہ کب ہو رہی ہے تمہاری شادی مادی۔“

”چمیدہ کدو رہے صاحب۔۔۔۔۔ اپنا سرکک میں لڑکی والے کو چمیدہ دینا پڑتا ہے۔“

”ڈان بزار۔“

”لڑکی اور پیسہ۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”خوشاب۔۔۔۔۔ یہی ہی ہی۔ آپ کا شادی کب ہوگا۔“

”جب کوئی لڑکی ملاجے پچاس ہزار روپیہ دے گا۔ اس سے کم پر۔۔۔۔۔“

”نا ممکن۔۔۔۔۔ قطعی نا ممکن۔“

”پتھان نے آئے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس نے کوئی ناقابل برداشت

حد تک نامستقل بات کہی ہو۔“

”خوشاب۔ آپ لوگ کا۔۔۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔۔۔ ادھر تو۔۔۔۔۔ لڑکی

لوگ منت جتا ہے۔“

”یقیناً یقیناً۔“ عمران نے مٹکانگ انداز میں سرک خفیت سے شیش دی۔

وہ دراصل ڈاکٹر کی داپسی کا منتظر تھا۔ تاکہ اسی سے مل کر صبح کیفیت معلوم کر سکے  
 گھر والے قریب سے مت بات بھی نہ کرتے۔۔۔۔۔!

اس نے چوکیدار کو ملزم نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔ اور نہ چلا

کر ہلا۔ مگر یہ ڈھائی جزائر بھی کرتے کرتے قوم بڑے ہو جائے اور شاید وہ لڑکیاں

بھی بڑی ہو جائیں جن کی قہמיד مادی کر رہے ہو۔۔۔۔۔!

”اللہ کی مرضی صاحب۔“ پتھان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ وہ چار کیم ہے روز

نیا نیا لڑکی پیدا کرتا ہے۔۔۔۔۔

”چیک چیک۔“ عمران نے اس طرح سر کر ہلا کر کہا جیسے وہ جملہ کسی بڑے

بڑے عالم دین کی زبان سے نکلا ہو۔

”خو۔۔۔۔۔ صاحب۔۔۔۔۔ امارا باپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جو رد دیا تھا۔ تم کو بھی دے

گا۔“

”باکل باکل۔۔۔۔۔ عمران نے کالی کی ٹھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سر ہلایا۔

”بڑا صاحب آپ سے کہیں ناماض ہے؟“

”دکھ جی کہانی ہے۔۔۔۔۔ لا۔۔۔۔۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے خاموش

رہا پھر ہلکا بڑا صاحب۔۔۔۔۔ اسی ملک میں شیک رہتا جاہر کا قہ ہے۔ فعلی

سے ادھر پہلا ہو گیا۔۔۔۔۔

”اوسے۔۔۔۔۔ یہی ہی ہی۔۔۔۔۔ بہت شہد دہے۔۔۔۔۔ امارا بھی کم نکلتا۔“

اسی طرح دیر تک تعین اوقات ہوتی رہی۔ کچھ دیر بعد وہ مجرم ٹھکر ٹاکٹر پیر میں

نظر آیا۔ حمہ تلاش کے کرم سوٹ میں ملبوس تھا۔ سر پر ٹیٹ پیٹ مٹی۔۔۔۔۔

اور ڈاڑھی۔ اس میں تو قین طہ پر کوئی خاص بات تھی۔۔۔۔۔ وہ نہ چہرہ آنا عجیب

معلوم ہوتا۔

دو گاڑی کی پہل نشست پر بیٹھ گیا، اثر یا تپنے پر اسٹریٹک منجمد۔

کار چانگ سے گزر کر باہر آگئی۔ عمران اپنی ڈسین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جو کوئی سے متعلق ہے مصلیٰ پر پارک کی گئی تھی۔  
عمران چاہتا تو شریا سے پرکھتا۔ لیکن مزدوری نہیں تھا کہ حمایت قطعی خوش ہوتے کیونکہ شریا کی زبان بھی تپتی کی طرح جلتی تھی۔ وہ کچھ پریشان اور وہ اسے لاجیر کر رکھ دیتی۔ اسی وقت اگر ڈاکٹر ساتھ نہ ہوتا تو عمران کی شامت اچلتے میں دیر غور شریا ہی گنتی۔

اب اس کی ٹریسٹر ٹریا کی گاڑی کے پیچھے چل رہی تھی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ شریا کے رخصت ہو جانے کے بعد ہی ڈاکٹر سے گفتگو کرے گا۔

اگلی کار شہر کے سب سے زیادہ مشہور آدمیوں کی بستی میں رکی تھی۔ ڈاکٹر اتنا۔ چند لمے شریا سے گفتگو کی۔ اور پھر پہلی نشست کار روانہ بند کر کے ایک عمارت کی کپڑاؤں میں مڑ گیا۔

عمران اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا تھا اور رفتار کم کر دی تھی۔ جیسے ہی شریا نے واپس کے لیے اچھی کار مڑی اس نے بھی ٹرن کیا اور گاڑی اسی جگہ کے سامنے رکی دی۔ نیچے آنکر چانگ کی طرف بڑھا۔ لیکن نیم پیڈ پر نظر پڑتے ہی خشک گیا۔ ایک بار اپنے مخصوص شائق میں آنکھیں پھاڑیں۔۔۔۔۔ اور نیم پیڈ کو اور زیادہ قریب سے دیکھنے لگا جس پر پھر بڑھا۔

”ڈاکٹر ڈھانگو“

وہ اپنی اور سماجی امراض کے ماہر

نام کے نیچے ڈیڑیوں کی فری تھی۔ انگریز، امریکی اور جرمنی وغیرہ کے سہارے تھے۔ عمران نے کپڑاؤں کے اندر جھانکا۔۔۔۔۔ لیکن سامنے کوئی بھی نظر نہ آیا۔

وہ چند لمے چانگ پر ہی کھڑا رہا پھر کپڑاؤں میں داخل ہو گیا۔

پہرے سے مختصر بات چیت میں سلمان تھا؛ عمران نے پہرے میں پہن کر پھر رک گیا اور اس کی انگلی کاں بل کے پیش سرچ کی طرف بڑھنے لگی۔

پیسے ہی وہاں پر۔۔۔۔۔ صدر دروازہ کھلا اور ایک باندی بیرو باہر نکل کر عمران کی جانب بڑھا۔

”میں ڈاکٹر صاحب سے خا چاہتا ہوں“ عمران نے اس سے کہا۔  
”اپنا کارڈ ثابت فرمائیے۔ جناب“ وہ پیسے لے جڑی شائلی سے کہا اور ہاتھ پھیلا دیا عمران نے اپنا طاقی کارڈ نکال کر پیشے دیا۔

کارڈ لے کر بیرو فوراً دروازہ کھلا اور عمران کیسٹ بھانے سے سے انداز میں ہرنٹ سکور کر باندے کا چارہ لینے لگا۔۔۔۔۔ پھر اچھل پڑا صدر دروازہ بڑی زور دار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

پھر نگاہ میں بجلی کی کوہ گئی تھی۔۔۔ عمران نے قیامت انداز میں آنکھیں پھاڑیں اور اس کی پہلی پر نظر جمادی جواب کہ نہ سنے کے ساتھ ساتھ ہی گھسنے لگی تھی۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ڈاکٹر تم سے فیملی مل سکیں گے۔“ بکلی نے کہا۔

”ایک سفید نام حیرت کی دکان تھی۔ بال منہ سے تھے۔۔۔۔۔ آنکھیں سیاہ اور دلکش تھیں۔ ہرنٹ باقت کے تراشے۔ قد متوسط۔ مناسب الاعضا۔۔۔۔۔ آنکھوں کی بناوٹ کہہ رہی تھی کہ پھر تپتی ہی ہے عمر میں بائیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔





"میں خود ہی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔"

"جی بڑی خوش ہوئی،" عمران نے دانت نکال دیئے اور پھر پورٹ بند کر کے چلنے لگا۔  
 "کی طرح ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔"

"ہر سکتا ہے آپ جی ان کی ملاقات کا باعث ہوں۔"

"جی وہ۔۔۔ ہائی بلڈ پریشر۔"

"وہ کوئی ایسی اہم چیز نہیں۔ پریشر زیادہ ہائی نہیں ہے۔ یہ آسانی کا مل ہو سکتا ہے۔  
 بشرطیکہ۔۔۔"

"ٹائمر بکرا احمد چھوڑ کر خاموش ہو گیا اور عمران اسنے اطمینان سے چاروں طرف دیکھنے لگے جیسے پوری بات ذہن نشین ہو چکی ہو۔۔۔۔۔ پھر یک ایک کمرہ کر کے

کی جانب دیکھتا ہوا بولا: "کیا آپ شاعر بھی ہیں؟"

"ڈاکٹر بھی ہو چکے ہیں اور اس کے پورٹ صلیف سے کمل گئے۔"

"یہ نتیجہ کیسے انداز کیا آپ نے، اس کے پیچھے میں جی خیر تھا۔"

"یہ وہاں کا قصہ ہے شاید۔"

"اودہ سمجھا، شاید آپ بھی بحث فرمائی ہو گے؟"

"نہیں میں فقہ نہیں ہوں۔ عمران نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا: "دیئے آج

ڈاکٹر کیل میں شاعری کی دیا جا رہا ہے۔ قریب قریب ہر ڈاکٹر قصص مزید لکھتا ہے اور وہ ادب کا ڈاکٹر جو چاہے امداد کا۔" کیا آپ نے ڈاکٹر بل چھائی کا نام

سنا۔۔۔"

"صاحبزادے۔ صاحبزادے۔۔۔ آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں؟"

"جی! میں نہیں سمجھا،" عمران نے غور غور دیکھ کر پوچھ لیا۔

"آپ کس لیے تشریف لائے ہیں۔"

"میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"کیا گھر سے نہیں معلوم کر سکتے تھے۔"

"عمران نے ایک طویل سانس لیا اور اس کے چہرے پر دکھوں کے پائل چھا گئے  
 چند لمحوں کے بعد مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا رہا پھر بولا: "اس اونچے مکان کا کرایہ ادا کرنے  
 کی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"سمجھا۔ لیکن آپ اپنی ملاقات ترک نہیں کر سکتے۔"

"عمران نے سوچا اسے سب کچھ بتایا گیا ہے مشکل ہے کہ ٹریا ایک بات پھر کر  
 باری تفصیل میں نہ جانے۔ اس سٹے ڈاکٹر کو کوئی جواب نہ دیا۔ پس اپنے چہرے  
 پر ایک محنت زدہ ماسک طاری کئے بیٹھے رہا۔"

"میں نے مسٹر رحمان سے وعدہ کیا ہے کہ مسٹر رحمان کے صحت یاب ہر حالے  
 کے بعد آپ کا بھی علاج کر دوں گا۔"

"واقعاً؟" عمران حیرت منظر ہو کر بولا: "مجھ پر بڑا احسان ہو گا اگر آپ ان کا بھی  
 علاج کر سکیں۔"

"ان کا نہیں آپ کا۔"

"کیا بات ہوئی۔" عمران پھر سست ہو گیا۔

"آپ بھی کسی پیچیدہ ذہنی مرض کا شکار ہیں؟"

"اودہ آپ سمجھ گئے،" عمران کھینک دھنسنے کے ساتھ بولا: "مگر کسی سے کہنے کا نہیں  
 جی! میں واقعی۔۔۔۔۔"

چند لمحوں کے بعد راز دارانہ انداز میں آہستہ سے کہنے لگا: "عجیب بناوٹ  
 ہے میرے دماغ کی۔ وہ آپ کی جڑوں ہے۔۔۔۔۔ بڑی شرمناک اسٹیک

لگتی ہے۔۔۔ ہونٹ دیکھ کر میں سوچنے لگا تھا۔۔۔۔۔ بالکل کیا بدلالت لگتی ہے؟"

”بیل الٹ گیا ہے“ ڈاکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر جلدی سے بولا۔  
 ”تو زخمی باز نہ بنا پڑتا ہے جو حقیقت سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔“  
 ”آؤ تو اس لیے آپ آکر ڈو ماگوں۔“  
 ”جی ہاں“ ڈاکٹر مسکرایا۔ اگر میں میں سائیکسٹر سٹ کا بورڈ لگوادیتا تو کوئی پاس  
 ”لا حول ولاقوہ۔“

اس کے چوڑوں پر چھینی ہوئی مٹی مسکراہٹ تھی۔

”جی ہاں اور کیا؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔ بالکل لا حول ولاقوہ۔۔۔ میں ایسے بھی نہ دیکھتا۔۔۔  
 ”کمال ہے“ عمران سر ہلا کر بولا۔

اوٹ ٹانگ خیالات میرے ذہن میں آتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ عذرو ملاج کیجئے میرا۔  
 ”میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی شاعر ہیں۔“ ڈاکٹر نے لگا۔ بیل الٹ گیا ہے۔  
 کتنی یاد تازہ ہے۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔!  
 ”ہاں تو میں علامہ۔ صاحب۔“

”نکڑیجئے۔“ ڈاکٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ وہ ابھی ہرجا نہیں گی۔ وہ دراصل جسے پاس آکر کھتے ہیں کہ شاید ان پر کسی نے کچھ کر دیا ہے پھر نہیں ان کے ذہن کو  
 الجھاؤ کی شکار میں۔۔۔۔۔ یہی بہتر ہے کہ ان کی جذباتی کشش کا رد عمل دوران غلوہ دیتا ہوں۔ الجھوں کی وجہ معلوم کر کے انہیں رستہ کرنے کی تدبیر کرتا ہوں اور ان کی  
 ہورہا ہے۔۔۔۔۔ دوسری صورت میں تو سہرا قائم کے دوسرے بھی پڑ سکتے ہیں۔ اصل کیے سے ایک تصویر بھی چل جاتا ہے وہ صرف سے نہات پاتے ہیں اس سادہ کاغذ  
 ”اودہ۔۔۔۔۔ میرے قلم“ عمران یک یک چوبک پڑا۔ کہیں حیران داری طور پر انکسارات دہندہ سمجھتے ہیں جو ان کے بازو پر بندھا ہوا ہے۔!  
 ”یہ طرزی بھی سائنٹفک ہے!“ عمران نے بھڑکی سے کہا۔  
 بحث نہ چھڑ جائے۔ بگے سرخ یونٹوں سے بھری آتے ہیں۔!  
 ”نہیں کوئی بات نہیں!“ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ یہ مارٹن کے ذرائع میں داخل  
 کوکس قینے اوقات کرنے والے کو بھگت نہ آنے سے۔ اگر لوگ غفلتوں قسم کی آہیں  
 کر بڑا وقت برباد کر دیتے ہیں۔

”نہیں کوئی بات نہیں!“ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ یہ مارٹن کے ذرائع میں داخل  
 کوکس قینے اوقات کرنے والے کو بھگت نہ آنے سے۔ اگر لوگ غفلتوں قسم کی آہیں  
 کر بڑا وقت برباد کر دیتے ہیں۔  
 ”نہیں کوئی بات نہیں!“ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ یہ مارٹن کے ذرائع میں داخل  
 کوکس قینے اوقات کرنے والے کو بھگت نہ آنے سے۔ اگر لوگ غفلتوں قسم کی آہیں  
 کر بڑا وقت برباد کر دیتے ہیں۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ڈاکٹر نے فتویٰ دیر لہد کہا۔ ”میرا طریق ملاج بعض لوگوں کا  
 ہے یعنی اور انہیں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ میں دراصل سائیکسٹر سٹ ہوں۔۔۔۔۔“  
 ”جہاں ہم قطعی طور پر نہ توں کا تابع ہے اس لیے بھتر فیصدی سبحان اراض کی  
 اگر میں اس مسئلے میں لوگوں سے کوئی سائنٹفک بحث چھیڑوں تو ان کے پٹے  
 پڑے گی کیونکہ ہم طور پر میرے سبب مرلیف چڑے کئے نہیں ہوتے۔ لہذا ان کے  
 نہیں کرنا پڑتا ہے کہ وہ میری دعاؤں سے اچھے رہتے ہیں۔ سمجھیں ان کے بازو باہر کی کا کہنا ہے کہ لوگ اور پٹے معلوم نہیں۔ ان میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

یہ کہیں ہر ایک کے لئے گر کہ وہ خدا بنا ہوا تھا۔ میں نے لڑکی کے ذہن کو گریہ کر دیا۔  
معلوم کر لی۔

اب تو ہاں لکھ لکھ کر بولا "میرا بھلا کر بولا شادی کے چھ ماہ بعد میری بیوی کی  
شکل دیکھنے کو جی میں چاہتا تھا۔" معاذ اللہ

ڈاکٹر خاتون شش ہر کہہ کر بولا "اور میں نے اس کے بارہ پر توجہ نہ دیا۔" کیونکہ اس کے باپ کے مشورہ دیا کہ وہ اسے کہیں باہر بھیج دے۔  
والا ہوا اس شہر کی فضا پر مشورہ رہا ہے میں نے سب کو کھینچ لیا۔ تو خراب  
باپ نے لڑکی کو اس کے ناہان بھرا دیا۔ وہ وہاں بند ہاں ٹھیک ہو گئی۔ چھ برس  
اس کے باپ کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اس کی تربیت چاہتا ہے تو اسے یہاں بھی نہ بلائے  
ناہان ہی سے اس کی شادی کر کے دھست کر دے۔ یہی ہوا۔ لڑکی آج بھی زندہ  
اور بخیریت ہے۔  
ڈاکٹر چھری شش ہر کہہ کر لڑکی کیس کھولنے لگا۔۔۔ پھر اسے حیران کی حالت پڑی۔  
ہوا بولا "آپ جانتے ہیں میں کیا تھا۔"

"شکریہ ایں سنگریٹ میں جیتا" حیران نے اسی طرح کہا جیسے سنگریٹ نہ چنا ہو۔  
جو۔۔۔

"لڑکی کی ماں سوتیلی تھی۔ جس سے اسے تین بہنیں تھیں۔ ڈاکٹر سنگریٹ مل گئے  
کے لئے لگا اور سنگریٹ مل گئے۔ وہاں چھوڑا ہوا بولا۔ روزنامہ رات کو اس کے ہر ہاں  
پڑتے تھے۔ لڑکی باہر تھی اندر نہ کر سکتی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر کھڑی رہتی تھی۔ آ  
لاشیں اسے یہ کام نہ کرنا پڑتا۔۔۔ لا مشورہ دی جاتی تھی۔ اصرار پر بھی برا  
کر گئی اور ہاتھ ملوچ ہو گئے۔ پیر نہ دبانے کی خواہش ملا مصلحہ طور پر پوری ہو گئی  
کچھ بہتے ہیں نا آپ۔۔۔"

"جی ہاں۔ بالکل بالکل۔"

"اسی طرح ملحق اندھا ہو گیا تھا۔ اپنی بیوی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔"

ابھی بات ہے جناب! ڈاکٹر افغا ہوا بولا۔ کبھی کبھی ملنے رہتے تھے گا۔  
"لیکن خدا کے جیسے میرا ذہن نہ کر دیتے گا!" حیران نے کہا۔ "ورنہ میں کسی کام  
کا روزہ خانہ لگا۔"

"جی۔۔۔ اچھا۔۔۔" ڈاکٹر معنی خیز جھٹکی کے ساتھ بولا۔  
حیران ڈانٹ دہم سے اٹھ کر چھ برآمدے میں گیا لیکن اسے یہاں ایک ایسا آدمی  
نظر آیا جو کہ آدمی کا قاتل کر رہی نہیں ملتا تھا۔ یہ وزارت خارہ کا ایک  
ذہنی سیکرٹری تھا۔ حیران اسے اسی طرح پہچانتا تھا جو ملتا ہے کہ وہ اسے نہ جانتا  
رہا جو۔۔۔"

اب ریس اسے اندر سے گئی۔ لیکن جاتے جاتے حیران نے آہستہ سے کہا تھا







”عزف — کیا بات ہے؟“ عمران نے پوچھا اور عزف اظہر کہ آہستہ آہستہ جتن  
ہوا اس تک آیا۔ اور ایک ٹانگ لٹکی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جہاں میں پوچھا جہاں سے  
رہا تھا۔

”میں کہتا ہوں ہاں!“ اس نے بڑی سکینی سے کہا۔ ”جب میری شراب اور خوشی  
کے لئے تو پھر مجھے تازی پیئے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔“  
”تم اس وقت ہوش میں ہو اس لیے تم سے بات نہیں کرنا چاہتا دفع ہر جادو“  
”بار والا کہہ رہا تھا کہ اب شراب کا ادھار کھاتے بند کر دیا گیا ہے۔ اپنے پاس  
سے کچھ ہاتھ نہ سب نہیں چل سکتا، نقد خریدا کر دو۔“  
”میں خود ہی ایک مٹی لٹکے کی سرچ رہا ہوں۔ عمران نے بڑی سہیلی سے کہا۔  
دو دن دو رات یہ نکل جائے گا۔“

”آگڑ تازی پیئے میں کیا فرق ہے۔“

”میں اسے گناہ نہیں سمجھتا ہر غرقے سے چوبیس میں جو چھٹے، اس لیے تازی پیئے کی  
اجازت ہرگز نہ دوں گا۔ دفع ہر جادو۔“

استغفر اللہ! دو دن سے مسلمان نے دھمک لگائی۔ مناسب اس کو ملے کہ کھیلنے  
اور مذاکھا نہ ہو گا۔

”کیا اچھا مذاکھا ہو گا۔“

”میں مار دوں گا سانسے کو۔“ مسلمان نے دست میں کر دیا کہ اسے کہنے کے لئے  
کو جب شراب نہیں ملتی تو میرا سفر چاہتا ہے۔۔۔ ہر نوہر میں نے ایک جوتھی  
سیدھا بڑی پنی لی تو مجھے ماسے نے دوڑے سے ادرج سالہ دو ماہ بعد پرتیں۔ اسے  
ہاپ رسے۔“

مسلمان پیسے پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔

”جادو۔ قمر سلا۔ جادو۔“ عزف اظہر کہ ہاں۔

”اب دیکھئے: سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں بتاؤں؟“ عمران نے سر اٹھا کر سہیلی سے کہا۔ ”تم لوگ انھوں میں ڈنکے  
سنبھالو۔ اور میں بیچ میں کھڑا ہوجاتا ہوں۔ پس ایک دو دھن کبک کر شروع ہو جانا۔  
پھر ایک ٹھنکے لہو حاصل ضرب کر۔ پس میں تیر کریں۔ سمجھے۔“  
پھر اس نے میرے سے مدلی اٹھایا اور دونوں کی طرف جھپٹا ہوا دھاڑا سبھاؤ نکلو  
دفع ہر جادو۔ چلو۔“

دونوں جھانک کر ادھر ادھر کر رہے تھے اور عمران ایک کرسی پر بیٹھ کر دھاگیں  
جھانک رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دونوں کی گھسی بجی۔ عمران نے ریسور اٹھایا۔ دوسری طرف  
سے ٹکر سڑا سائی کا سپر شڈ نہت کپڑن نیامی ہول رہا تھا۔

”گھری رہ رہنا۔ میں آرہا ہوں۔“ اس نے کہا تھا۔

”لیکن میں گھر سے جا رہا ہوں۔ اب یہاں صرف عزف اور سلیمان رہیں گے۔ اس  
سے بہتر تو یہی تھا کہ شادی کریں۔ غدا محفوظ رکھے۔“

”کیا اس مت کر تو تم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”شادی سے پہلے ہی۔“ عمران نے ماسا پیچھے میں پوچھا۔

”کیا اس مت کرنا بھول جادو گئے۔ اگر گھر سے غائب ہوئے تو پھر برا وارنٹ نکلاؤ  
پڑے گا۔“

”اوسے باپ سے۔“ عمران گھبرا کر بولا

”بس۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران ریسور رکھ کر اس حمانہ انداز میں مسکرایا اور سب کو کھانک کھانک چھانڈنے لگا۔  
ہندہ نہ منٹ بعد اکیس ٹولے فون کی گھسی بجی اور عمران اظہر کہ دوسرے کمرے

میں چلا گیا۔ اس فتن پر دوسری طرف جرمینا فتنہ ڈال رہی تھی۔

”معتضہ، بیان کی نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ وہ کبھی بھی ٹیٹی سیکرٹری جیسے دینی امراض میں مبتلا تھا۔ ڈکٹر دھاگراس کا معائنہ تھا۔۔۔ پچھلے چند ماہ سے ڈیٹی سیکرٹری بچہ دیا یوس ہو گیا تھا، اکثر اسی سے کتنا رشتہ اب دو ورسی کر لے گا۔ آج بھی پچھلے آٹھ سال کا اب دو کس کام کا آدمی بن گئے۔ دھاگا، سب کی سب کی قطعی ضرورت نہیں رہی۔ سکنی اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ دالے اسے درگشت سمجھنے لگے ہیں۔ بیوی سوچنے لگی ہے کہ کاق دو بڑہ جوتی۔ بچے اس کا احترام نہیں کئے۔۔۔۔۔ آدمی جو رہے ہیں۔ اگر وہ زندہ بھی رہا تو کسی کو مزہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائے گا۔۔۔۔۔ اب وہ ضرور شوگر کی مرضی سے لگا۔ ڈاکٹر نے آج بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر نکل کر اس نے خیر کار خود کشی کر لی تھی۔“

”اور کچھ۔۔۔ کران نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ رپورٹ کا بلب بلب سننا ہی ہوں۔“

”ہوں۔ اور سب احکامات کی منتظر ہو کر ان سے کہی، وسیلہ مطلق کر دیا۔ اور

نفسیت کے کر کے کی طرف سے ڈیٹی سیکرٹری سے ہمارے کافی مل کا فن دیا۔

”آجئے رائے کے ساتھ صاحب!، عمران جڑنایا۔۔۔۔۔ اور بھلان کو آواز

دے کہ کب کا باہر دیکھے۔

آئے دلا کیٹن فیاض جی تھا۔ چہرے پر نگر مندی کے آثار تھے۔

”تم وہاں کیوں گئے تھے۔“ اس نے بیٹھے سے پہلے ہی پوچھا۔

”ڈیٹی سیکرٹری کے رہنے کا منظر دیکھنے کی تھا۔“

”میں کہتا ہوں سیدھی سے گفتگو کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔“

یاد غم اب ایک مریض دکھوں دو۔ جب سڑک مرعوب اندھے دینے لگی ہیں تو

دیکھ کر کاٹھا مسلمان چپا ہوا تھا ہے۔ کیسا جی خوش رہتا ہے جب مریض ڈاکٹر کے اعلیٰ ہے۔ سبحان اللہ۔

”میں کہتا ہوں سیدھی سے گفتگو کرو۔“ فیاض بولا۔

”تم جی جوتو۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ آج صبح پتہ نہیں کس گھام

کی صورت دیکھی تھی۔ معاف اللہ۔“

”مجھے سختی پر مجبور نہ کرو۔“

”استغفر اللہ۔“

”کیا تم میری کٹ سڑی والوں سے لے کر کام کر رہے ہو؟“

”سرکاری راز میں سو پر فیاض۔ بتانے نہیں جاسکتے۔ دیئے تم ڈاکٹر اسی سے

پارچہ کتنے جو کہ میں وہاں کیوں گیا تھا!۔“

اس نے جو کچھ بچے بتایا ہے مجھے اس پر بھی یقین ہے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔

فیاض نے جلد لپٹا لیا۔

”میں سسرال والوں کا خیال کچھ اور ہے۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”اے تم جو رہے آنا ڈالے کیوں جو۔“

”خیر مطلق تہیں نہ کرو۔“

”مجھے معلوم ہے کہ ڈیٹی سیکرٹری تمہاری بیوی کا نہیں ہے۔“

”پھر اس سے کیا ہوا۔“

”بہت کچھ ہوا میری جان۔ سیکرٹری کی خوش کنی کے باعث تم ہی بنے ہو۔

جو رو کے غلام۔“

”کی مطلب۔۔۔۔۔ فیاض چونک کر اسے گھونٹنے لگا۔

”کیا تمہارا شوگر ڈیٹی سیکرٹری میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔“





صاحب ہانگ رہا۔

”وہ کہتا ہے کہ تم اس کی توہین جھوٹی کر دیتے ہو۔“

”بگڑا ہے سارا۔ میں صرف سو گھبراہٹا ہوں۔“

”سیلیاں۔“ عروان نے انھیں نکالیں۔

”اپنی ایسی کی کسی میں جانے۔ سیلیاں نے جھڑک رہا۔ اور تیزی سے باہر چلے گئے۔

کی طرف چلا گیا۔

جوزف چپ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔ اور عروان فکرمشا کر کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھنے

لگا اور پھر اسے جرنل کی طرف بڑھاتا ہوا جاتا ہے اس پر جواب دے۔ ڈاکٹر ہے

دوبارہ ڈاکٹر۔ اس سے کہنا کہ تمہارے سر پر بری رو میں منڈلا رہی ہیں۔۔۔۔۔

جب تک تم دیکھتے تھے ہر تو ایک پہل تمہارے کاؤں میں جسے زور سے چلتی ہے آ

”ہا۔“ جوزف نے فیصلے پیچھے میں کہا اور کاغذ عروان کے ہاتھ سے لے کر چلا گیا۔

انداز میں ایڑیوں پر گھڑم کر رعیت سے باہر نکل گیا۔

وہ کبھی اس قسم کا کام جلدی شکاری کن تھا جتنا کہا جاتا تھا ہی کرتا کسی معاملے

میں کسی بحث نہیں کرتا تھا۔ اور اس وقت ترغیض ہی میں تھا اور چاہتا

تھا کہ کسی پر طعنے اتار کر ہی ہلکا کرے۔ باہر اس کے پیچھے بہت مواقع تھے۔ اس

پیلے خود بھی باہر جانا چاہتا تھا۔ عروان کے غلیوں سے گھر میں کسی شخص کو طول دینا

پسند نہیں کرتا تھا۔

عروان نے ایک طویل سانس لی اور مسرور ہوتا ہوا چلنے لگا۔۔۔

اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔ شاید وہ بہت سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا پھر کسی ایک

جو نکلا اور شرابی سے سکھا ہوا تھا اس سے ہوشوں پر بھر گئی اس نے بھی فن کا یہی

اتھا کہ کپڑے نیا مل کے گھر پر گھبراہٹیں کئے اور جلد ہی دوسری طرف سناں کی

جی کی آواز ملنی۔

”کون صاحب ہیں۔“

”صاحب نہ کہو دروازہ کھولو میں قیامت برپا کر دیں گے ابھی ابھی وہ

مجھے جیل بنا کر لے گئے ہیں۔“

”اللہ قرآں میں افرامیٹے۔“

”کون بری حرام تک سچ کیا نہیں۔“

”میں نہیں سمجھتا۔“

”جاس نے کچھ نہیں بتایا۔“

”نہیں۔ تو خود عروان جرنل کیجئے بتائیے کیا بات ہے۔“

”مگر فارم کے ڈپٹی سیکرٹری تمہارے کون ہیں۔“

”اوہ۔ وہ چکن بھائی۔“

”اور ملاقات۔۔۔ میں ڈپٹی سیکرٹری کی بات کر رہا ہوں۔“ عروان نے

فیصلے پیچھے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ میرے رشتے کے بھائی ہیں۔ ہم لوگ نہیں

مگر بھائی کہتے ہیں۔ غریبیت ہے۔“

”تمہارا چاہا ہی ہو کہ گھٹنے۔“

”کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔“

”کہہ دیں گوری نہیں سے ڈاکٹر دے گا جسے چاہے۔“

”موجود تھا۔“

”ہائے اللہ۔ اور۔ اور۔ فیصلے کہاں ہے۔“

”جھک مارے پھرتے ہیں۔ میں آ رہا ہوں تم کہیں جانا مت۔“ عروان نے

کہا اور ریسور کہ ٹیل میں رکھ دیا: اس وجہ کی طرف دھیان دینے بغیر...  
 نیچے اترا اور ٹوپیٹر میں چٹھہ کرینس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس کی بری پرزوں پر اسے جی میں جھپٹی ہوئی تھی: اس کے چہرے پر ہر ایک  
 بری تھیں۔

"عمران جانی۔ تم کا یہ..." اس نے کچھ کہا، ہر چہرہ ہنٹ مہربانی سے بد  
 گئی۔

"جوں۔ چلو اندر چلو۔"

وہ دونوں نشست کے کمرے میں آئے وہ عمران کی سٹیف بہ نماز میں دیکھ  
 رہی تھی۔ لیکن عمران خاموش ہی رہا۔ آخر وہ بیٹ پڑی۔ کیا بریت پھیلاتی ہے  
 آپ نے اگر کوئی بات ہوتی تو فیاض مجھے مزبورون کہنے۔

عمران اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ آخر آہستہ سے بولا: تم نے کسے یہ  
 خبر کیوں پہنچائی تھی کہ اس کی عمرانی ہو رہی ہے؟

"م۔ میں۔ نن۔ نہیں تو۔"

"اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ فیاض کی قسمت میں بھی زندگی کا وہ نام نہا ہی لکھی تھی۔"

"عمران جانی۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فیاض کی بری کو حد ملے۔"

"اب یہ بتا دو؟" عمران اس کے پیچھے کوٹھلی نظر انداز کر کے بولا: کسی حیرت

کو علم تو نہیں کہ تم سننے سے متعلق کر دیا تھا؟

وہ کچھ نہ بولی۔ صرف تھوڑا سا ہلک کر گئی۔ یاد رہے پہلے ہرنٹ پر زبان پیر

رہی تھی اور عمران اسے متواتر گھورے جا رہا تھا۔

"یہ بہت مزور ہی ہے: مجھے بتاؤ: درہ فیاض کی ملازمت پر نہال آنے

کا خدشہ ہے۔"

"نن۔ نہیں، کسی کمری نہیں مسوم۔"

"فیاض کمری میں ہیں بتایا۔"

اس نے بھی میں سر ہلایا اور بے بسی سے عمران کی طرف دیکھتی رہی۔

"تو نہیں یقین ہے۔"

"ہاں، انہیں علم نہیں۔"

"اب بھی نہ بڑا پچھتے درہ تمہاری طرف سے اس کے دل میں کدومت آ

جانے گی اگر وہ تم سے پوچھے تو انکار ہی کرتی رہنا۔ درہ نہایت ضرور بڑے گی۔"

"میں ایسا ہی کر دوں گی۔" وہ اپنی ہنٹ بولی۔

"مگر تم سے ایسی حماقت کیسے ہوتی تھی۔"

"وہ دیکھنے سے داری کا معاملہ ہے۔ اس بے انہیں آگاہ کرنا ہی چاہی۔

نے سوچا لیکن یہ فیاض کے بچے کو خطا جی رہی ہو۔ چکی جانی بھاؤ کی کوئی عزت

نکال میں۔"

"لیکن انہیں نے خود کٹی کر لی؟"

"وہ میرے خدا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ان کی عزت کی ذمہ دار تم ہی ہو۔" بغیر اب اس معاملے میں نہ نفی نہ کہن

اور اس کے متعلقین سے اس وقت ہی رابطہ قائم کرنا جب فیاض سے اس

حادثہ کی اطلاع ملے۔ اس کے متعلقین ہی کہیں متعلق کریں۔"

"میں ہی کر دوں گی۔"

"میرے خیال سے وہ بہت مذہم آدمی تھا۔"

"یہ نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"فیاض سے کبھی تذکرہ نہیں کیا۔"

”نہیں۔“

”حورائیں کے محلے میں وہ بہت پرہیزگار تھا۔“

”تھا جانتے۔ اب تو انسان کی مغفرت کرے۔ ہائے بھائی کسی ٹپ پر ہی نہیں  
گی۔۔۔ اب کوئی سہارا نہیں۔ اولاد ہی ہوئی تو کچھ افسوس۔۔۔۔۔“

”کیا دلالت تھی۔“

”جی ہاں۔“

”جو یقیناً موصول ہوں گی۔ وہ دونوں کسی ٹائٹ کلب کے ممبر بھی تو تھے۔“

”جی ہاں۔ ٹیپ ٹیپ کے۔“

”غالباً وہیں گزر دیجی ہے۔ عمران کچھ سوچ بچار ہوا۔“

”مجھے بڑی ندامت ہے۔“

”ختم کرو۔ فیاض پر سرگزشتی ہر جہاں دینا ویسے وہ تم پر قبضہ ضرور کر لے گا۔“

پھر عمران اٹھ گیا۔۔۔۔۔ اور پھٹے پھٹے بولا۔ ”سرخاؤ کو نہ معلوم جسے چائے“

”میں اس وقت یہاں آیا تھا۔“

”نہیں معلوم ہوگا۔۔۔۔۔ اس نے بڑے غصے سے کہا اور پچاس تک اسے چوڑے

آئی۔

عمران پھر گھر واپس آیا۔ سلطان نے بتایا کہ پلانٹر برٹ فن پرکاش مٹی اس کے اس

کمرے میں ان کو فن سے مسئلہ ٹیپ دیکھا ڈکاسیج آن کر دیا۔

نعمانی کی آن دسٹائی دینے لگی ”میں نے کبھی فیاض کا لقب کیا تھا۔ وہ

میرا اسی سناٹا خانے کے ایک غریب گھر گیا تھا جس کی دیوار نے سیاہی بلی

پال رکھی ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس سے ملتا تھا اور کیا گفتگو ہوتی تھی۔

انقدر ایشیائی۔“

عمران نے ٹیپ دیکھا ڈکاسیج کے ایک حویلی ماسٹری۔

یہ مسئلہ ایسا ہی تھا کہ فن پرکاش دلیپور ہونے پر پیغام خود بخود دیکھا ڈکاسیج

تھا وہ پھر ترشست کے کمرے میں آ بیٹھا۔

فن کی گفتگو پھر بھی عمران نے ہاتھ بڑھا کر دلیپور اٹھایا۔ دوسری طرف سے

آئے وہ ان کو زنجیری زبان پر رکھ کر کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ بیلو۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔

یہاں اس مشہور گفتگو ہوتا ہے۔

”مٹی حورائیں۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ راکس۔“

”آؤ۔۔۔۔۔ تو یہ دہلی جرمنٹ۔۔۔۔۔ چھٹی ویٹ پیچھٹ۔۔۔۔۔“

”جی ہاں۔ وہ میرا طرز ہے۔ آپ کہیں سے ہل رہے ہیں۔“

”ڈکاسیج کو۔۔۔۔۔“

”اسے تو وہ جھٹی آئی جی آپ کے پاس پہنچ گئی۔ عمران نے جبریت سے

کہا۔ اسے برس برسے خواب نظر آتے تھے۔ کہا تھا آئیٹیب کا سا یہ ہو گیا ہے

معاذ جانت رہا تھا۔ میں نے آپ کا پتہ بتا دیا۔ مگر آپ کو فن کا بکس نہ بتایا“

وزیٹنگ کارڈ پر فیض موجود ہے۔

”کسی کے وزیٹنگ کارڈ پر۔“

”مرزا ذیل جرمنٹ کے وزیٹنگ کارڈ پر۔۔۔۔۔“

عمران نے ٹھنڈی ماسٹری اندر بولا۔ ”لو اکثر سے دیکھئے۔۔۔۔۔ وہ پہنچ

آئیٹیب زندہ معلوم ہوتا ہے۔“

”وہ تو عجیب ہے مگر اس نے یہاں جگہ پر پا کر دیا ہے؛ مگر اس نے

میں نے کوئی ٹیپ نہ کیا۔۔۔۔۔ کسی بڑی نہایت سے نہیں۔ بس مزاحاً

لیکن وہ بری طرح جھڑپا ہے۔۔۔۔۔ دونوں میں خاصی جنگ ہوئی ہے۔“

"مجھے بھلا غصہ ہے ہی کثرت۔ عمران نے خرمہ گدی سے چھر پرہے میں کہا۔  
"لاکن کو فوراً نکال باہر کیجئے۔"

دوسری طرف سے پٹکسا بقیہ ہنسنا دیا پھر ڈاکٹر کی آواز آئی۔ یہ جنس تھا  
ہی اس کا علاج کروں گا۔ خاصہ دلچسپ کس ہے۔ اس کے دمت کاڑی میں  
چنگڑی ہے۔ . . . یہ تو کئی ایسی خاص بات نہیں۔ . . . سات

کھا، صحت تک غصہ نہیں دینا ہر گادیے ہی وہ ایک عمدہ کس ہے۔ اس کا  
کی اشکری میرے لیے کافی دلچسپ ثابت ہوگی۔ اچھا شکریہ۔"

دبیلور رکھ کر عمران نے پھر شادی ساس لی اور جبراً حاصل چھوڑ کر نالچ  
ہلائے گا۔ پھر کچھ دیر بعد سیمان کو آواز دی۔ وہ آیا اور ایک ٹانگہ ڈھیل چھوڑ  
کر پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

"اے۔ کیا تم دونوں نے اپنے وزٹنگ کارڈ بھی چھپو رکھے ہیں۔"  
"جی صاحب۔ میں نے تو اردو میں چھپوانے ہیں۔"

"اچھا۔" عمران خوش خوش ہو کر بولا۔ "دراگھے بھی دکھانا۔"  
"ابھی لیجئے۔" سیمان بھی خوش ہو کر کارڈ دیکھنے دے گیا۔

خوشدلی دیکھ کر عمران اس کے وزٹنگ کارڈ کو جیک میں دبائے تھپا۔  
میں ٹیکس چھپکا۔ ہاتھ۔ کارڈ پر تحریر تھا

ایم۔ ایم۔ ایم۔

لی۔ او۔ اے۔ آئی۔

ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ رائٹس۔  
"اب میں ترکان پکا کر دوں گا۔" عمران نے شادی ساس کے کمرے  
کے کونے بی۔ او۔ اے۔ آئی میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا دھوٹے ہے کہ اس کے نیچے کی ڈنگیں بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔  
سیمان پھر خوش ہو کر بولا۔

"بالکل۔ . . . بالکل۔ . . . عمران نے ہانسی سے کہا۔ اب تو ہی سمجھ لے،  
"ہر گدی کا مطلب ہے۔ . . . ہادی آتے عمران ایم۔ ڈی ایس سی  
(رائٹس)۔"

عمران نے دونوں ہاتھ اٹھائے لیکن پھر سر ہیٹ پہنے کا ارادہ منہوی کرنا چھوڑ  
بولا۔ "لیکن کارڈ چھپوانے کی کیوں ضرورت نہیں آئی سیمان صاحب۔"

"جی وہ اکثر بڑے بڑے لوگوں میں بھی اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے نا۔ . . .  
لوگ نام پوچھ بیٹھتے ہیں۔ . . . میں کارڈ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں

"مگر اس کی ضرورت ہی کیسے پڑے گی آپ بڑے لوگوں میں اٹھیں بیٹھیں؟  
"اکثر آپ کی کئی دن تک گھر سے غائب رہتے ہیں اس لیے اپنی وجوہات  
کے لیے کون پکاتا چہرے۔"

"چھر کی کہتا ہے جے۔ عمران نے آنکھیں لگا لیں۔  
بھورا گنا کر پڑتا ہے۔" سیمان کر کہا۔ "کھٹے کو کر لڑھکے اور ڈبل موٹیلیں

خرید دیتا ہوں اور خود آپ کا کوئی بہترین سوٹ ہیں کر منہ پر دھریں کھانا  
بیرتا ہوں۔ اتنا بڑا شہر ہے دونوں وقت کہیں نہ کہیں تو سامنے نظر آجی جاتا

ہے۔"

"کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ عمران نے حیرت سے کہا۔  
محنت بھی ہے کہ کسی۔ ایسے شاندار سوٹ میں۔۔۔ کی۔۔۔ اور اگر

کسی نے پوچھ لیا تو برا سامنے ہار کا روٹھتا دیتا ہوں۔ . . . وہ  
مخرب ہو کر ہاتھوں پر اعتراض ہے۔"

اوسیلہ۔ "عمران نے وردنگ پہنچ میں کہا۔

"جی صاحب۔"

"تو کسی دن میری جگہ سٹی پید کرانے گا۔"

"وہ کیسے صاحب۔"

"اگر کسی دن کوئی گھوڑی آدمی لے اور اسے۔"

"بتا دوں گا۔"

"کہا بتا دے گا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یہی کہیں پہنچاؤ آف اور شک اند شریذ کی جوتی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ایمیں عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔"

"اتفاقاً قبل کب سے ہو گیا ہے۔"

"وہ جو کلوٹ ہے نا۔" سیوان ہائیں نکھار کر آہستہ سے بولا۔ "مگر یہی تم پرانا۔"

"وہی میرا کام چلایا کرتا ہے۔"

"عمران نے پھر ششدری سانس لی۔ اور مردہ سی آواز میں بولا۔ "جداؤ میں کیا برا جانب۔"

"جو جداؤ۔ رات کو سونگ کی حال کہاؤں گا۔"

"فقطا لوں کی گشتی جی۔ عمران نے دبیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کوئی ہولہ کیا ہوا۔ مسکار۔"

"بول رہی تھی۔"

"عمران بھائی۔ خط کے لیے فوراً پہنچنے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"یہم غیاث۔"

"اُدہ۔ خیریت۔"

"بس آجیئے۔ جیسے بیٹھے ہوں ویسے ہی چلے آئیے۔"

"اگر کچھ بتاؤ نا۔"

"اُدہ جلدی کیجئے۔" دوسری طرف سے سلسلہ منتقل ہو گیا۔

"عمران ٹانی کی گروہ رست کرتا ہوا غیث سے باہر آیا۔ پھر ٹو سیکڑ کی طرف بڑھ

ہی مہم کوئی چیز ایک جگہ کے ساتھ کٹ کے بائیں ٹولڈر پیڈر کو چاڑھتی ہوئی

دوسری طرف نکل گئی۔ اور عمران جیسے سر چاندنی خالے جیت گر پڑا۔۔۔۔۔

"اگر کسی دن کوئی گھوڑی آدمی لے اور اسے۔"

"بتا دوں گا۔"

"کہا بتا دے گا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یہی کہیں پہنچاؤ آف اور شک اند شریذ کی جوتی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ایمیں عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔"

"اتفاقاً قبل کب سے ہو گیا ہے۔"

"وہ جو کلوٹ ہے نا۔" سیوان ہائیں نکھار کر آہستہ سے بولا۔ "مگر یہی تم پرانا۔"

"وہی میرا کام چلایا کرتا ہے۔"

"عمران نے پھر ششدری سانس لی۔ اور مردہ سی آواز میں بولا۔ "جداؤ میں کیا برا جانب۔"

"جو جداؤ۔ رات کو سونگ کی حال کہاؤں گا۔"

"فقطا لوں کی گشتی جی۔ عمران نے دبیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کوئی ہولہ کیا ہوا۔ مسکار۔"

"بول رہی تھی۔"

"عمران بھائی۔ خط کے لیے فوراً پہنچنے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"یہم غیاث۔"

"اُدہ۔ خیریت۔"

"بس آجیئے۔ جیسے بیٹھے ہوں ویسے ہی چلے آئیے۔"

خواہ مخواہ ٹکڑے بھی لگے تھے۔ حالانکہ کہیں خراشیں بھی نہیں آئی تھیں۔ اس لیے  
میں بے تکلف کرکٹ، تمار اور ایک جانب سے پراچال دیا۔

پھر لون پر کیشن فیمل کے گھر پر ویریل گئے۔ صاب ملنے میں دیر نہ لگی۔  
دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی۔

”بیگم من! ملن نے کہا۔“

”جی ہاں! فریڈے۔ کون صاحب میں!“ دوسری طرف سے کوڑائی۔

”میں عمران ہوں۔“

”اوہ۔ اچھا۔ کیسے۔“

”تم نے کچھ دیر قبل مجھے فون کیا تھا؟“

”میں نے۔“ نہیں تو۔“

”تو نہیں لکھیں تھے؟“

عمران جھانپا، فون آواز مذاق کے مزے میں نہیں ہوں۔ دوسری طرف سے  
ناخوشگوار ہنسنے میں لگا گئی۔

”تم نے مجھے فون پر کوئی پیغام نہیں دیا تھا۔“

”نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔“ شاید فون کی جبری جھنجھلاہٹ تھی۔

عمران نے چپ چاپ ریسیور پر ڈس پرکھ دیا۔ سب کچھ روشن ہو چکا  
تھا۔ کسی نے اسے ٹھہرتے باہر نکلا دیا تھا اس لیے پتہ لگا کسی نے آواز داخل  
کاٹنا دیا جاسکے۔ چورہ کون ہو سکتا ہے؟۔ اور کون؟

وہ سوچتا اور اٹھتا۔ باہر چیک بیک ہوتا اور اٹھتا۔ اس کے لیے۔۔۔ جہاں  
ایک ٹیوڈ لافن رہتا تھا۔ فون پر کسی کے فہرہ پل گئے اور ماؤتھ میں میں ہوا نہ تھی  
فیاض سناؤتھانے کے اس کے بھٹکے سے نکل کر کہہ رہا تھا۔

”ایک منٹ توقف کیجئے۔ میں صدر کو فون کے صلہ کرتا ہوں۔“

عمران نے ریسیور ایک طرف ڈال دیا۔ اور پھر چار لاکھ دو سو میں بیٹھے لگا  
پہلے صدر سفارت خانے کے ایک فیسیلر کی نمونی سے شروع ہو تھا۔ شبہ تھا کہ  
وہ اپنے ملک کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس کی نمونی کے دور میں ڈیڑھ گھنٹہ  
بھی ٹنڈر سر اسٹارٹ کی نظروں میں آیا عجیب اتفاق تھا کہ عمران کے بھٹکے اور صدر سفارت

خانے بیک وقت اس آفیس میں دیکھی جانا شروع کیا تھا لیکن بھٹکے سر اسٹارٹ اس سے  
بڑے خبر تھا کہ بھٹکے کی سیرٹ سر اسٹارٹ بھی اس شخص سے ملنے کی طرف متوجہ ہو  
چکا ہے۔ چھوٹی سیرٹری کی نوکری۔۔۔ وراسی دن خدا اس پر کلمہ۔۔۔ اس  
کا مطلب تو یہی ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ بھی اس سے آگاہ تھے کہ ان کی نمونی پر ہی  
ہے اس کا ہی کاواہد زریعہ ڈپٹی سیرٹری ہی رہا ہو گا۔ اور ڈپٹی سیرٹری کو  
ایمان کی جیسی سنے آگاہ کیا تھا۔

عمران نے پورا جسم کھینچ کر ایک طویل انگلی لائی اور پھر ریسیور اٹھا کر کان سے  
لگایا۔ دوسری طرف سے میو۔۔۔۔۔ میو۔۔۔۔۔ کی آواز آ رہی تھی۔

”میو۔۔۔ عمران ڈاڑھا۔“

”یس سر! کیشن فیمل اپنے آفس میں ہے۔ صدر۔۔۔ اطلاع دی ہے!“

”ڈش آل۔۔۔“ عمران نے سلسلہ متعلق کر دیا۔

اب وہ پھر اس تبدیلی کو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر ایکس ٹر  
سے فون پھینکے بعد دیکھا کہ اپنے تمام ہاتھوں سے رابطہ قائم کر کے بیٹھتا  
تھو۔۔۔۔۔ میں بنایا کہ عمران پر اس کے غلبہ کے قریب کسی کا صلہ آدمی نے بے  
دور رخص سے حاکم کیا تھا۔ ایکس وہ پتہ لگا۔ اب پھر آؤسے لکھتے بعد وہ اپنے  
بٹ سے برآمد ہو گا مہذا اس کی لامبی میں اس کی نمونی کی جائے اور خیال رکھا جائے

کتاب اس پر کہیں سے جلد نہ ہو سکے۔  
گھڑی ٹام کے پانچ بھائی تھے۔ اُسے گھنٹے تک اسے اپنے ماتحتوں کا منتظر  
رہنا تھا۔ اور پھر اپنا جسم ڈھیرا چھوڑ کر ناگین بنانے لگا۔

اسٹے میں جھونٹ کرے ہیں داخل ہوا۔ موڈ بید غروب معلوم ہوتا تھا۔ عمران  
پر نظر پڑے ہی "اٹش" ہو کر پڑ پڑیں۔ کیا۔  
"کہیں تو عمران سے گھومتا ہو رہا تھا تم نے وہاں گڑ بڑ کیوں کی تھی۔"

عزیز میر نے کہا ہے کہ کہیں کہیں مجھ سے ملنے رہا۔۔۔ کنسلٹیشن نہیں کے  
نام سے پاس روپے بھی دھن کر یہ ہے وہ اللہ اعظم نے۔۔۔ اب میں کیا کروں  
گا۔۔۔

"صرف تمہارا خیال تھا پاس!" اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ جواب دیا خداوند۔۔۔  
وہ نہ دیکھ دیا۔۔۔

کہیں۔۔۔

"میں نے سوچا تھا کہ بٹاڑی۔۔۔"  
"دفعہ چرماؤ۔" عمران نے انھیں دکال کر دیا۔  
جوز تھیں تھیں کی پڑ پڑیں میں اگر ایڑیوں پر گھوم گیا۔

"گھوم بند کر دو۔" تم نے اس رات کی تو جین کی تھی۔"  
"اس نے میری تو جین کی تھی۔" جھونٹ پھٹے پر لڑا مار کر کسی سٹکھنے کتنے کی  
طرح طرایا۔

ساتھ سے پانچ کچے کھن ٹیٹ سے باہر نکلا۔۔۔ اور بے لکڑی سے  
ایک ڈیسٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ آج یہ گاڑی دن بھر کھلے میں ہی پڑی رہی تھی کرنے  
کے ڈیسٹر تک سے جانے کی فبت ہی نہیں آئی تھی جو ٹیٹ سے زیادہ دوڑیں  
تھا۔

"ابے تو صرف نگل ہی کیا کھانا۔"  
"میں نے بھی اسے صوف سید کیا کہہ دیا۔"  
"ہوں۔ خیر۔" ڈاکٹر سے کیا باتیں ہوئیں۔

ساتھ سے پانچ کچے کھن ٹیٹ سے باہر نکلا۔۔۔ اور بے لکڑی سے  
ایک ڈیسٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ آج یہ گاڑی دن بھر کھلے میں ہی پڑی رہی تھی کرنے  
کے ڈیسٹر تک سے جانے کی فبت ہی نہیں آئی تھی جو ٹیٹ سے زیادہ دوڑیں  
تھا۔

"باس۔۔۔" وہ اس کے قریب آکر آہستہ سے بولا "وہ مجھے دھڑا ڈاکٹر نہیں  
معلوم ہوتا۔" کوئی خاص بات ہے اس کے ساتھ۔ اسے دیکھتے ہی میرے اندر  
سوچا اور اندر سے جاگ اٹھا تھا۔"

وہ خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔  
"میں تم سے بچھڑ رہا ہوں۔" کیا وہ تنہا علاج کرے گا؟  
"نہیں تو۔" وہ ہانڈ دیکھنے لگا تم ملن تک کہا نا غلوٹس لیتے ہو گے۔۔۔  
اسی پیسے ادھتے وقت تنہا نہ کلاں میں جیل جیتی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں

وہ خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔  
"میں تم سے بچھڑ رہا ہوں۔" کیا وہ تنہا علاج کرے گا؟  
"نہیں تو۔" وہ ہانڈ دیکھنے لگا تم ملن تک کہا نا غلوٹس لیتے ہو گے۔۔۔  
اسی پیسے ادھتے وقت تنہا نہ کلاں میں جیل جیتی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں



ہوئے انداز میں میرے غریب سے رخصت ہو کر کہاں گئے تھے۔

"کیوں۔ یہ فیاض کی پستی یا شائیں پر گریں؟"

"اس بیکہ کہ تباری اس پر کھلا ہٹ سنے مجھے موت سے مت میں پہنچا دیا تھا۔"

"ہیں قسمت کچھ بچ گیا۔" "گران نے کہا اور مختصر آدہ داستان دہرائی جو اس کی

بڑی کی لون کاں اور خود پر سنا سنے محلے سے مشتق تھی۔

"اگلو۔ سری جان۔" "گران کچھ دیر بعد سر ہٹا کر بولا۔ "کیونکہ میری زندگی بھی بھروسے

میں بڑھ گئی ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ تم پر حملہ کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"خدا بے مجھے ایسی ہی پرخطر کرنا چاہیے۔ کیوں۔" "گران نے ہنسے ہوئے

سے کہا۔

"یہ دیر نہ کہہ۔ میں بڑی ابھیں میں ہوں۔"

"اور خطرے میں بھی ہوں۔ ویسے وہ میاں بل والے جے حد حسین ہے۔" "میرا کہ ہے

نورماں لگنا اعلیٰ ہے۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ باقی سب غریب ہے اور نہ"

فیاض جو اسے غریب نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے کی اپنی

جوت بھیج کر بولا۔ "بیکہ مت تازہ۔" "نورماں کا رخ نہ کرنا۔۔۔۔۔"

"نورماں صاحبہ بھی کچھ نہ کر سکیں گے۔" "اور تم۔" "تو میں کیا کہوں۔" "مہ

میرا کہ ہے جیسے جاہل ہے جو یہ ہر غریب سے جڑ کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم سیکرٹ

میرا کہ ہے اس کے افکار جو۔ لیکن یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے شک سے یہ حالات میں آج

بال اور جان صاحب کا بھی مافا نہ کر سکیں گا۔" "مجھے۔"

"میں سمجھ گیا۔" "گران نے سعادت مند انداز میں سر ہٹا کر کہا۔ "تو بڑی رینک

ہوں۔" "خیر مارو گئی۔" "گران لا پر دہائی سے بولا۔ "نہ اس قدر بیکہ۔"

سبھی پہناتے تھے۔

فیاض ابھی تک کا فکرات دیکھ رہا تھا حالانکہ اسے چار ہی بجے دفتر سے

جان چھوٹے تھا۔

اس نے حیران کو تشویش کن نظروں سے دیکھا اور سر کی خست سے ایک کسی کو

طوفان اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم قیدی کو روک کر نہ کیوں گئے تھے؟"

"میں تھا۔" "حیران سر ہٹا کر بولا۔ "تم یاد کی ہوئی۔" "ان محترمہ کا کوئی قصہ نہیں

معلوم ہوا۔ بات کسی دوسرے ذریعہ سے ذہنی سیکرٹ کی ایک اپنی ہوگی۔"

"تبار داہنہ میں گیا ہے۔" "کیا ثبوت ہے نہ بارے پاس کہ اسے اس ننگائی کا

علم ہو گیا تھا۔"

"خود کشی۔" "حیران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"دوسری وجہات بھی ہو سکتی ہیں۔"

"مثالی کے طور پر؟"

"وہ لاؤ گئے۔"

"ہوں۔ یہ تو گزری۔ یہی بات نہیں جو خود کشی کا طوفان لے جائے۔ لیکن شہرہ

ڈاکٹر دی گوئی رپورٹ میں چند بچوں کا بھی تذکرہ ہے جو ڈپٹی سیکرٹری کا حشر

نہیں کر سکتے تھے۔"

"ہاں۔" "لیکن اس نے اپنے بچوں کا سراغ نہیں دیا تھا اس کے بھانسنے کے

اور بچا نہیں ہی اس کے ساتھ رہتی تھیں۔"

"پھر بھی لاؤ رپورٹ تو خود کشی کا باعث نہیں ہو سکتی۔" "حیران بولا۔

"جو۔" "جنسی اعتبار سے۔۔۔۔"

"ہوں۔" "خیر مارو گئی۔" "حیران لا پر دہائی سے بولا۔ "نہ اس قدر بیکہ۔"

”میں تمہیں کیوں بتاؤں۔“ فیاض نے پھر نکمبھیں دکھائیں

آپ - جہاں - جہاں کسی سے مل کر اپنی جگہ پر نہ پھیر دیا گیا، تو یہ سب منہا ہو جائے گا۔

ایسے۔ ایسے۔ پرسش میں سہے یا نہیں۔“

میں نہیں پھر دارلشک دیتا ہوں۔ جس جگہ میں نہ چڑو، فیص اسے گھونٹا

۱۱۱

”مشورے کا شکریہ۔“ عمران نے غلٹ ہیٹ، اٹھا کر سر پر جھانی درنا کر کے۔  
مکرمے سے باہر نکل گیا۔

گھر سے باہر نکال گیا۔

گھر سے باہر نکل گیا۔  
پھر چاروں اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے اسی نے محسوس کیا کہ اس کے آگے آگے پہلے کی طرف ایک بڑی جہاز تیار ہے جس کے سب سے اگلی اور پھر ریڈیو مینیجنگ کمرہ کے سپر ڈکٹر کے دروازے کو دھڑکاؤ، دھکے، مٹاؤ، مسوہ جہاز کے پڑھنا لگا۔ اسی بار اسی نے مقرر کرتے کو نصیحت دی۔ (دوبند گردا۔)

ٹوٹا خورد گرد و مردود سے خنایہ پر کھائی ہوا آدمی اور وطن کی طرح گھڑا ہوا۔  
 مات کے لڑکا رہے تھے۔ یہاں جہنم اور شہنشاہی کی کھائی کا کھانا۔ اس نے کھانے سے نہیں مکا دکھا کر کہا۔

عات کے لونچا رہے تھے۔ یہاں جہنم اور میلان، ٹیڈی بہ کسی مقامی کاچی کے منہ اس نے کھڑک سے انہیں مکاؤ کھا کر کہا۔

انہوں نے صرف دانت نکال دیئے اور سلیمان ربیلو کا گھبراہٹ سے کہیں نہ بول سکا۔

عمر مریدانہ حقیقہ از سلف انجیل پیش کریں گی۔  
پھر عمر مریدانہ جیسے ہی پناہ پلائے عمر مریدانہ کی خواہ وہ... کی جہت سے مریدانہ  
مزان چھوڑی کسی برائی تھا۔ اس دیکھ کر وہ مریدانہ چھوڑ کر حسب حادثہ ہاتھ پائی گئے۔  
جس میں مریدانہ حسب حادثہ ہاتھ پائی گئے۔

باد کے فوجوں نے فی دینے لگے۔  
 "ایکے دوسرے... بد بختو۔" عمران و امتحان پسیس کے ٹرک کا ہلکا سا جھرا ہوا کہ اس کے سب سے پہلے میں ڈال۔ اس نے شاید پھر کہیں جانے کی تیاری کی تھی۔

”سنتے دیکھتے۔“ سیماں نے لاپرواہی سے فخر جھپک کر کہا۔  
 ”جند کرو۔“  
 وقتاً رسالہ ہوا کہ جسے کوئی بھیجت کر کے میں دیکھ بھانڈ۔ عمران دروازے کی  
 طرف دیکھتے بڑا۔۔۔ ایک بڑی سیاہ رنگ کی مٹی اور گونہاں مگ ڈالی تھی۔ اس

۴۰ سنیے و سنیے

”سینے دیکھئے۔“ سلیمان نے لاپرواہی سے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

”اچھا ہے۔ کیا سمجھ میں آتا ہے تیرے۔“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

• سب سمجھ میں آتا ہے، یہ، سلیمان نے، اس بار اس طرح اختہ ہلایا جیسے کان پر قریب منمناتا جو پھر اڑایا جو۔

کے قریب منمناتا ہوا مچھرا اڑایا جو ۔

ایسے۔ ایسے۔ پرسش میں سہے یا نہیں۔“

”وہی کہ شعر پڑھتے ہیں۔۔۔ میں پل کہ شعر سنتا ہوں۔“

”جوزف... تیری مسجد میں کیا ہے۔“ ابراہمان نے ارد گرد میں پوچھا۔

”ای ٹھٹھا بس... یہ سب جہاز ہاؤ... بگڑنا ہے۔“

”و اما ...“ ایضا کہیں ہے، ”عمر بن اخیل کہ اس کی گردن بڑھتی چلا ہوا۔“

یہ بات کہ میں نے کبھی بکھر کر نہیں جھکی تھی۔ کسی طرح دونوں کو دوسرے کے سر سے میں  
 میں آیا اور پھر ریت کی بجلی اٹھا کر ان کے سپرد کر کے دروازے کو زوردار آواز دے کر مانتا  
 ہو کر رہا۔

مگر زیادہ آواز سے ریڈیو کھولا تو ... پائل ہرجاؤں گا ... سمجھے۔؟  
میں نے کھشک سے دہنیں مکا دکھا کر کہا۔

بے گھر کھڑے رہے، وہ نہیں مکا دکھا کر کہا۔

انہوں نے صرف دانت نکال دیئے اور سلیمان ریڈیو کا گھگھ سا گٹ میں نصب  
کے لگا تھا۔

مران چھڑی کرسی پر آ بیٹھا تھا۔ اب دوسرے کو ڈھیل چھڑی کے حسبِ عادت ہانکنا شروع کیا۔

میز کی دوا پر کھینچ کر ہفتاریہ دو اینچ کا سیاہی نازل ہسپتال نکالا اور اس کا ٹیگر بن چکی۔  
 کہ جس پر ہم ڈالا۔ اس شاید پھر کہیں جانے کی تیاری کی تھی۔

دعوتِ ماحول پر ایک جیسے کوئی بحیثیت سرگرمے میں نکلے ہمارے۔ عمران اور رازے کی  
 بحیثیت ڈراما۔۔۔ یہ ایک ٹری سپاہ رنگہ کی مٹی اور گنجان کم دانی ملی تھی۔ اس

درجیت پڑا۔۔۔ یہ ایک بڑی سیاہ رنگ کی مٹی اور کھمبان

نہیں تھے ایک جہادری ساریسی بلا بھی نظر آیا۔ جو اسے دہراٹے ہوئے تھا۔

[illegible]

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

"اچھے... اچھے... عمران ڈنڈا... اس نے ہنسی خواہ مخواہ دونوں کے درمیان حاضری نہ کیا۔ لیکن وہ محض بڑھاتا ہی عمران ہی پر جھپٹ پڑا۔ اب اس سیاق میں کاکبیں بہت نہ تھا۔ لیکن عمران اور بیٹے میں بانادہ عثر لگی تھی۔ اس کا جہر ہوا تھا جیسے وہ جلا تل لگی ہو چکی ہو۔ جھپٹ جھپٹ کر گلے کر۔ دم۔ عمران میں بھی بندوں جیسا پھر پھر پان نہ جوتا تو شاید اب تک کسی کار بھی ہو چکا ہو۔

سیماں اور جڑت کھڑکی کی سلاخیں کھٹکے زور زور سے قبضہ لگا رہے تھے عمران نے جیب دیکھا کہ فری مشن کا سر پر لگا کسی طرح بھیجا ہی نہیں چھوڑا۔ اس نے جیب سے ہتھوں لگا کر ایک نر گری دیا۔ گولی کھوپڑی پر مشعل جلا گئی فٹ اچھلی کر فرش پر پڑا۔

جوزف اور سینا کو جھپٹتے ہوئے اسی کمرے میں آگئے تھے۔

"بتی کہاں گئی؟ عمران یادوں طرف دیکھتا ہوا ہلکا۔

"بتی۔ بتی... یہ جوزف ہوتا ہوا بولا۔ اس بیچارے کو نہ مارو باس۔

اس بیچارے کا کیا قصور؟"

عمران اندر اس کے طرف جھپٹا پھر سارا غلبہ چھان مارا... لیکن بتی کاکبیں بہت نہ تھا۔

"سیماں بتی... وہ ایک بگڑا کر بڑا بڑا اور کسی گہری سوتھ میں ڈوب کر پھر خنڈی دی لیا وہ دیکھو دالے فلن پر حویلی اندر دائر کے نمبر فائل کر

رہا تھا۔ دوسری طرف سے جواب مل جانے پر اس نے کہا۔ حویلی۔ عمران سے غلبہ میں ایک مٹے کی ناس پڑی ہوئی ہے۔ اسے اٹھادو۔ اس کے ناخنوں پر کسی قسم کا زہر لٹا کرنا ہے۔" (اور ایسا تھا)

پھر وہ جوزف کی طرف آیا پھر وہ بتی کو الٹ پیٹ کر دیکھ رہا تھا۔

دوسری صبح عمران نے سب سے پہلے پرائیویٹ فون سے منسلک ٹیپ ریکارڈ کا سونچے کی۔ حویلی اندر دائر کا پتہ نام موجود تھا... وہ کہہ رہی تھی کہ آپ کا خیال درست تھا۔ بتی کے ناخن کسی بہت ہی مہلک قسم کے زہریلے ڈبوں سے تھے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق معمولی قسم کی خوشی ہی موت کے گھاٹ اتار دینے کے لیے کافی ہوتی۔ یہ کیا عمر سے مل سکتی ہیں؟"

عمران نے ٹیپ ریکارڈ بند کیا۔ حویلی کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے میں دیر نہ لگی... عمران ڈنڈا پھینک دیا کہ وہ تمام عمران سے نہیں مل سکتیں۔ جتنا کہا جائے اتنا ہی کر دے۔

دیکھو دیکھ کر ناخوشی کے لیے شہر چاہتے تھے۔ پہل رات اس طرح سوتا تھا۔ جیسے اس سے زیادہ وطن دی روئے زمین پر نہ پایا جاتا ہو۔ کئی ماتحت رات بھر غلبہ کی عمرانی کرتے رہے تھے۔

خارج خنڈی اور ناخوشی سے ناراض ہو کر اس نے باس تبدیل کی۔ کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالا۔ اور باس نکل آیا۔ ٹرمینر گریج میں جی اس سے کچھ دور بیٹھ بھی چلا۔

پھر خنڈی دی لیا وہ دیکھ مول سے پٹے فلن میں نظر آیا... جس کی کلائی میں اس پر نظر پڑے ہی باپیں کل گئیں۔ یہ نئے استاد محبوب نر لے عالم۔ بے پناہ قسم کے شاعر۔ شاعر کے ہونے کے ہوں گے۔ یہ تو شخص ہی سے مل رہا تھا

انسان کا چہرہ مخلص شاید ہی کسی مال کے مال کو نصیب ہوا ہو۔ محبوب کے لئے نام استاد کا وزن تھا کہ راسخا وہی ہے جس کے یہاں انفرادیت سے نہ تو شے باقی رہتی ہو۔ لہذا ان کا کہا جو اشعر حبیبی بے وزن ہوتا تھا۔ . . . حراست کے تحت وزن تو سہی کی سند میں ہوتا ہے لہذا میری "بے وزنی" ہی میری انفرادیت ہے اور اس طرح مجھے بہت بڑا سانسیم کی جانا ہی ہے۔ ہر وقت کے بدلے پھری لگا کر مے دار کو دے دینے چاہتے تھے۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی کچھ پتا باری طرح جڑ پین بعض وفات تو اب بھی ہونا کہ سننے سنائے کے حکم کی استاد ہفتوں بعد سے دور رہتے۔ بڑے بڑے لوگوں سے یاد نہ تھا۔ . . . پھر حراں کیسے عزم رہتا۔ اس وقت استاد پر نظر پڑے ہی ایک سر ان کی طرف جھپٹا تھا۔ . . . اور استاد اپنے مخصوص انداز میں دانت دکاے ہوئے، اس کی گرجوئی کا جواب دے رہے تھے "کوئی عمدہ سامعہ استاد۔" حراں انہیں کی میز پر جت ہوا۔

شاد سے منہ اوپر اٹھایا۔ تھوڑی دیر ناگ بھوں پر زور دیتے رہے پھر جھوم کر کہے : ”سینے“

حس کو آفتاب میں منور ہو گیا ہے

عاشق کو عز و رے خود می کاظم پو گیا ہے

”جواب نہیں ہے استاد۔ . . . عمر اس سے تیز پہ ہاتھ مار کر کہا: ”جھاڑی تھی“  
 کہاں؟“ استاد نے پوچھا۔

”جہاں سے چلوں۔“ عمران نے بائیں آنکھ دبا کر آہستہ سے کہا: ”ایک ڈاکٹر کی ٹرس پر دن آگیا ہے۔۔۔ بار بار حائے کا کچھ رجزا ہر تاجی چاہیے۔۔۔ آج اس کو مرین تانکرے مائل گا۔“

استاد سنے داشت نکال دیئے اور پوئے : کس ڈاکٹر کا قفسہ ہے ؟

مؤثرات

یہ کہیں ہے نہ اشتاہ نے ننگ غلوں پر دھڑ دیتے ہوئے پرچھا۔

ہے۔ ایک۔ آیت۔ ”عمر بن اسد کا ہاتھ پڑ کر دروازے کی طرف کھینچتا“

یہ گاڑی اسپک بڑی زوردار ہے۔ استاد ٹریسٹر میں بیٹھے ہوئے ہوں۔  
اس میاں جوڑی میٹھ سکتے ہیں۔“

ہم میں بیوی کو کہتا ہوں کہ "میں نے پوچھا اور اتنا ہی جی ہی جی"۔  
کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ "بھئی رات بھر میں جاب کی روح صوفی کرگئی تھی۔۔۔ سنو

تمر بھلا بازہ آؤ گئے غالب

رہتے ہیں چڑھاؤ گے غائب

کچھ کس منہ سے ہاڑ گئے صاحب

تم تو گرہیں آتی

یہ تو وزن دار ہے استاد،" عثمان نے حیرت سے کہا۔

میں نے تایا ماسک کی روح حصولِ گرگنی تھی۔ پھر دن کیسے نہرتا۔ ۱۰

اکثر مسائل کے جسم میں بعض مشہور مقدمات کی رو میں بھی اصول کر جاتی ہیں۔ اور ۱۰

اس اعتماد بھی کبہ نکلتے تھے۔ مگر عرب میں تو وہ کسی کو قابلِ اعتماد ہی نہیں سمجھتے

ڈاکٹر دغاگو کی نرس یا سیکریٹری نے ایک طویل سگڑا ہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اس وقت وزیر سس رجسٹر کے رواق اسٹریٹ پر تھی۔

گناہ کش مکل سکے گی۔" عمران نے انگریزی میں پوچھا کہ کب تک رہا ہوں؟

رہن کے نام پر وہ اس طرح جو نگی جیسے کچھ یاد نکلا ہر پھر موڑ بھی کچھ بڑھتا

ما نظر آیا اور وہ بڑا سمنہ بنا کر بولی۔ وہ میگرد تہہ را لازم تھا۔  
 مجھے اس سس بے عزتہ، "مران نے خنڈی سانس لی۔ میں نہیں جانتا تھا  
 کہ وہ ناچار نہ جیسی رنگ بہار سے جھگڑنا کر بیٹھے گا۔  
 "نیابت یہود آدمی ہے۔ تم اسے کس طرح برداشت کرتے ہو؟  
 ایک کھکھری کہانی ہے۔ "مران نے ہلکا کیچے میں کہا۔ "پھر کبھی سناؤ؟  
 ہاں یہ لو،" اس نے عجیب سے دس دس کے پانچ فوٹ دلال کر اس کی طرف بڑھ کر  
 اور بولا۔ "نام ہے اساتد محبوب فرما لے فار۔۔۔ خاص قسم کے ذہنی قدر میں بتلاؤ  
 درجہ میں وضع کر دو۔"  
 مار تھانے فوٹ پیسہ اور درجہ میں کھکھری لگے۔ "پھر ہاتھ ہلکا کر کہا۔ "اسی کرے ہیں  
 انتظار کر دو۔"

مران دروازے کی طرف مڑا لیکن مار تھانہ جلدی سے بولی۔ "تم نہیں۔ انہیں  
 جانے دو۔"  
 "مران نے خنڈی سانس لی اور استاد سے بولا۔ "آپ ذرا دیر اس کرے  
 میں بیٹھے ہیں ابھی آیا۔"

اسٹانے معنی خیز انداز میں یکایک جھپکا میں اور دوسرے کرے میں چلے گئے  
 "میں توکل اسے گول مار دیتی" مار تھانے ہاتھ ہلکا کر بیٹھے کا اشارہ کرتے  
 ہونے کہا  
 "ذرا کر تم نے محمد پتلا کی ہے۔" مران خنڈی سانس لے کر جیتا ہوا رہا۔  
 مار تھانے سے استغیا میر انداز میں دیکھا۔ اور عاب طلب نظروں سے دیکھ کر  
 رہ گئی۔  
 مران اب دوسری طرف دیکھ رہا تھا اور حسب عادت نا اعلیٰ بل ہی تھیں۔

"میں اس کا مطلب نہیں سمجھی،" مار تھانے کچھ دیر بعد کہا  
 "کس کا مطلب؟" مران نے حیرت سے کہا  
 "اس جیسی کے متعلق۔ تم نے کہا تھا کہ میں نے اسے گولی نہ مار کر تم پر ظلم کیا تھا۔"  
 "او۔ ہاں۔" میں اس سے شک آگیا ہوں۔۔۔  
 "نکال باہر کر دو۔ یہود ہے۔"

"کئی مار نکال چکا ہوں۔" مران نے مالہ ساند انداز میں کہا۔ "پھر کھپک کر بول ڈاکٹر  
 کتنی دیر بعد میں گئے۔"  
 "کم از کم بیس منٹ غزور گئیں گے۔" وہ کی انکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی  
 پھر بولی۔ "تجربہ پہلے ہجرا ہوا ہوں۔"  
 "آف وہ۔" ایک ٹیکٹ مران اچھل پڑا۔ اور غور و غور سے چاروں طرف  
 دیکھتا ہوا بولا۔ "میرے خدا کتنا خونخوار نظر تھا۔"  
 "بس۔" مار تھانہ اٹھا کر بولی۔ "میں سمجھ گئی اسب تم اس خونخواری کے متعلق پورے کر  
 گئے۔"

"ہب۔۔۔۔۔ ہب رے۔" کس طرح تڑپ رہا تھا ہجرا۔ "۔"  
 "میں نہیں کرے سے باہر کال دوں گی۔" وہ دوسرے کال میں نا اعلیٰ تھوڑے کر  
 بولی۔

"آہ۔۔۔۔۔" مران خنڈی سانس لے کر بولا۔ "بانت یہ ہے کہ میں اسے پہچانتا  
 تھا اس کی چوٹی بہت غلیظ ہے۔"  
 "حیرت ہوئی۔" مار تھانے فیصلے کیجے میں کہا۔ "پھر کال کی کی گھڑی دیکھ کر بولی  
 میرا حیاں ہے کہ اب تم اپنے مرض کو اندر لے جاؤ۔"  
 "پھر اس سے میرے یہ کہی ہوئی متعلق نہ ہوں۔ ایک چہرہ ایسی نہا آدمی اندر آیا۔



"جی کیا مطلب؟" استاد نے تیری چڑھا کر پوچھا۔

"میں آپ سے مخاطب نہیں ہوں! ڈاکٹر دغا گو کا بھید پیدا ہو چکا تھا۔

عمران نے سنا تا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ پہلے ہی سیدھے دارنابیت ہوئے یعنی چپ سا ہو گئی۔

ڈاکٹر دغا گو نے رائیگ پتہ سے کاغذ کا ایک ٹکڑا علیحدہ کیا اور اس پر کچھ لکھنے لگا اور پھر وہی ٹکڑا عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "مارغا سے اپنے روپے لے لیجئے گا۔"

"کیسے روپے؟" عمران نے تھوڑا سا غماز میں کہا۔

"جو آپ نے بطور کنسیڈیشن فیس جمع کر لئے تھے؟

"کیوں کیا آپ ان کا علاج نہیں کریں گے؟

"لا علاج مرض ہے؟ ڈاکٹر دغا گو مسکایا۔

"پھر آپ کیا ہوگا؟" عمران نے غصہ کر کے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ فکرت کیجئے۔ اگر یہ واقعی مرض ہی ہے تو قہر تک ساتھ جانے گا۔"

"میرے خدا اب میں کیا کروں؟" عمران کا ہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کسی پر اکڑوں۔ جینے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ... یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ڈاکٹر دغا گو نے فرمایا۔

"اودھ صحت کیجئے گا۔" عمران سنبھل گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر بھین کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔

"ان سے آپ کا کیا رشتہ ہے یہ ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔ نبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا استاد نے اچھل کر ایک شعر غزلیت کر دیا۔

پوچھو ہر رشتہ ہم سے منورہ بہادر مل

ہر رشتہ والے میں ایک اجڑے نازکے

"مرغی مرغی... ڈاکٹر دغا گو جھجھکا کر بولا "آپ میرا وقت برباد کر رہے ہیں؟" اودھ۔ جی ہاں۔ چپ! وہ عمران تیزی سے اٹھا اور استاد کا ہاتھ پکڑ کر ڈاکٹر کی طرف کھینچتا چلا گیا۔

"بہت عرصی صوم جو تپا ہے؟" استاد نے کمرے سے نکل کر آہستہ سے کہا اور عمران انہیں کوئی جواب دینے پر مجبور نہ کر سکا۔

"اچھا استاد! عمران جیب سے پانچ کا ایک نوٹ کھینچتا ہوا بولا۔ یہ لیجئے اور نیکی سے فالس پٹے چاہیئے۔"

"استاد نے دانت نکال دیئے تھوڑی دیر تک ہنسنے رہے پھر بولے "اب آپ وہاں اس نادانی شکر کے پاس تشریف لے جائیں گے؟"

"نادانی ٹھکرا؟" عمران نے سہرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھا استاد!۔"

"میں آپ کی بیوی پر بھی شادی کر دوں گا۔"

"استاد!۔" عمران ہاتھ جوڑ کر گلے لگایا۔ "مجھ اس کی عمر کیا ہے... اگر

آپ کا حویلی نادر سا مل گیا تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

"نہیں۔ ایک منزل ضرور پہلے۔" استاد دھن جھٹک کر بولے۔

"آپ کی مرضی؟" عمران مردہ سی آواز میں بولا۔

استاد دھنی خیر انداز میں سر ہلاتے ہوئے پوچھ سے گزر گئے۔ عمران انہیں جلتے دیکھتا رہا۔ پھر اسی کمرے میں واپس آگیا جہاں مارغا بیٹھی تھی۔ عمران کی دایہ پر

وہ کھن سی لکھی۔

"سمجھ گیا ہوا؟" اس نے مسکاکر پوچھا۔

”لاہور میں تھا۔ ڈاکٹر نے علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوٹ عمران ڈاکٹر کی دی ہوئی پتی حبیب سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔“

”خوش قسمت ہو۔“ راتھا پرچی پر پھر ڈال کر ہنس دی۔ ڈاکٹر نے مسک کر کنسٹینٹ لیس واپس نہیں کی۔“

اتنے میں میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی، اور راتھا نے ریسپونڈ کر رکھ کر لگایا۔ کچھ سن کر سہی دور ریسپونڈ کران کو طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ڈاکٹر۔“

”ہیو۔“ عمران نے ریسپونڈ نہ کیا۔ راتھا نے کہا۔ عمران، سپیکنگ۔“

”کیا تم مجھ سے کسی قسم کا رشتہ کر رہے ہو؟“

”نہ نہیں تو۔ ڈاکٹر۔ عمران ہلکایا۔“

”پھر اس نمونہ کا کیا مطلب تھا۔“

”میں حقیقتاً اسناد کے لیے بہت پریشان ہوں۔ اپنے شعری کی طرح دو جی نائل ہوتے ہیں۔ اور پیر سمجھا رہا ہوں۔ میں دانتی۔“

”کیا تم سنجیدہ ہو۔“

”بالکل۔“

”ہوں۔ تو اچھا۔ ان کی شادی کرادو۔۔۔ آف۔ خارج۔ فاف۔ فاف۔“

بڑی دلچسپی سے۔۔۔ عمران کا راتھا نے حقیقتاً اٹھا اور وہ ریسپونڈ کر کے تھا۔ ڈاکٹر کے کمرے کی طرف دوڑا۔

ڈاکٹر فریڈ پر ادھ بٹا۔۔۔ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا! اور اس کی کسی اس پڑتی پڑی تھی۔

راتھا عمران کے پیچھے جی پیجے آئی تھی اور اب اس کی ہلکا سیٹ کا یہ حال تھا کہ کبھی دوڑ کر دروازے کی طرف جاتی اور کبھی ڈاکٹر کی گھر و کھرانے لگتی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ عمران جوں پہلے رکھا تھا اس سے ایک اچھی آگے نہ بڑھا۔ اس کھڑا کھڑا انداز میں بکلیں چھپا رہا تھا۔

اور دیکھ کر وہ راتھا نے عمران سے کہا جو رسی طرح! تب ہی تھی۔

”کچھ سمجھ میں ہی تو آئے۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”پتہ نہیں کیا ہوا۔“

”پھر میں کوون کروں!“

”نہیں نہیں۔ تم زما دیکھو کیا بات ہے۔ انہیں سیدھا کر دو۔“

عمران نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر پر اپنی ہوتی کسی بٹائی اور راتھا خان روگڑ سے واپس جانے کو کہنے لگی۔ جردینٹ مدم سے اٹھ کر اسی کمرے کے دروازے پر کھڑا ہونے لگے۔

عمران نے ڈاکٹر کو سیدھا کیا اور اس کا نام نمونہ سے لگا چھ بکلیں اٹھا کر پتیاں دیکھیں اور سنی خیر اخلاقیاتیں مار کر منبیل دی۔

”کیا بات ہے۔“

”وہ میری کیا تھی ہیں۔۔۔ وہ بھی اکثر اسی طرح جے ہوش جو جاتی ہیں بٹائی۔“

”بٹائی۔۔۔ راتھا نے بلا سامت بنایا اور ڈاکٹر پر جھک گیش۔“

اب عمران گروڈ پٹیل کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔ ڈاکٹر کی میز کے قریب والی کھڑکی کھلی تھی۔ وہ کھڑکی کی طرف بٹائی کر کے بیٹھا تھا۔

میز کے قریب جی فرش پر اس جوتی عمران کے ٹکڑے نظر آئے ہوا سی میز پر رکھا دیتا تھا۔۔۔ عمران سے دوستانہ فی نہ صرف بھلی تھی بلکہ میز پر بھی بھلی تھی۔

نئی ایک کاندھ کے ٹکڑے پر عمران کی نظریں جم گئیں۔۔۔ وہ یا تو کسی کتے کے پٹے



کا نشان تھا یا کسی۔ لی کے بچے کا۔ پہلے میری بیوی ہولی روشتانی پردہ پنجرہ پڑا ہوگا اور پھر کاغذ پر اپنا نشان چھوڑ لی ہوگا۔

عمران نے مارحاکا طرف دیکھا اور کاغذ کا وہ جھوٹا نشان کہ جسبب میں ڈال گیا مارحاکا اس کی طرف متوجہ نہیں تھی :-

”کچھ دیر تک وہ ادھر ادھر سرگرداں رہا پھر ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا جسے اب ہند ملا زمین نے نشان کہہ سنے پوچھا دیا تھا۔

”میں کھتا تھا کہ کسی ڈاکٹر...“

”نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔“ مارحاکا نے۔ لیکن اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار ملے :-

عمران دہی کسی کسی کا کہہ گیا ہو کہ وہ پہلے ڈاکٹر ہوگا پرائی پڑی تھی، مسیو عادت جسم ڈیلا پڑ گیا تھا اور انجلی ہی رہی تھیں۔

”موتوڑی دیر بعد مارحاکا اس کی طرف متوجہ ہوئی :-

”تم ہاؤ؟“ کہیں اپنا وقت ہرما کہ رہے ہو۔“

”میری کوئی کنٹینٹیشن نہیں نہیں ہے۔“ عمران نے کاہر دای سے جواب دیا۔

”اگر میں کہوں کہ اب یہاں تہادی کوئی ضرورت نہیں ہے تو۔“ مارحاکا جھجھکا کر بولی۔

”تو میں عرض کروں گا کہ ہم دن بھر بہتر تیری ضرورتی چیزیں ہی برداشت کرتے رہتے ہیں اس لیے تہادیہ جہد ملکی چیز ضروری ہے۔“

”نہیں ہرماؤ؟“ مارحاکا ایک ٹیک ڈھیل پڑ گئی۔ شاید ڈاکٹر ہوش آئے یہ تہادی موجودگی پسند نہ کریں۔“

”کیا تہادیں قریح کے ڈاکٹر اب کسی ہوش میں ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”میں کہہ رہا ہوں کہ ڈاکٹر کے لیے فوری طور پر طبی امداد فراہم کر دو۔ ورنہ یہ ہوشی دائمی غنیمت میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔ یہی نہیں ڈاکٹر کی بائیں کلائی پر پڑی ہولی غرضیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔“

”میری کچھ نہیں آتا کیا کروں؟“ مارحاکا نے اپنی جیتانی پر بائیں تھیل رکھتے ہوئے کہا۔

”تم ایسے کہہ دو کہ مجھے طبی امداد کے لیے فون کرنے کی اجازت دے دو۔“

مارحاکا نے پھر یہ ہوش ڈاکٹر پر نظر ڈالی اور جیسے ہی عمران کی طرف دیکھنے لگی جواب فون پر کسی کے خبر ڈاکٹر کیل کر دیا تھا۔ اس نے کسی سے ایبیلیٹس کے چہرہ کہا تھا اور پھر تھکر سلسلہ متعلق کر دیا۔

اب وہ مارحاکا کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ مارحاکا نے ہونٹ سکڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ تقریباً ۲۰ منٹ تک وہاں خاموشی کا راج رہا۔ پھر کہیں ٹالم نے کوسے میں داخل ہو کر ایبیلیٹس کی آمد کی اطلاع دی عمران کسی سے آگاہ کیا۔

سولی ہسپتال کے ایمر جیسی دارو میں لگ چکے سے منتظر تھے۔ یہ ہوش ڈاکٹر کو مرشد پھر پوچھا کہ اندر پہنچا دیا گیا۔ مارحاکا کی ساتھ آلی تھی۔ عمران اور وہو بائیں

کی ایک پنج پر خاموش بیٹھے رہے :-

موتوڑی دیر بعد ایک ڈاکٹر اندر سے آکر عمران سے ملا۔ کلائی پر پانی جانے والی غرضیں ہی کے ذریعے کون نہ ہلے مادہ جسم میں پھیل گیا ہے۔“

”کیا وہ مر چکا ہے؟“ عمران نے پوچھا

”کہہ کیا نہیں جا سکتا۔ بہت دیر ہو رہی آپ لوگوں نے۔... اللہ اعلم؟“

ڈاکٹر پھر واپس آگیا۔

" میں پوچھتی ہوں۔ وہ چٹا کیوں تھا۔؟ مار تھا اہلی۔

" میں بھی بڑی پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر کسی سے پوچھوں؟

" وہ کیوں چٹا تھا۔؟ مار تھا اس طرح بڑ بڑائی جیسے خود سے مخاطب ہو۔

" کلاں پر خراشیں کیسی ہیں۔ کر کے میں اس کے ملاوہ اور کون تھا؟

" سوچتی ہوں! عموں نے بوسا منہ بنا کر کہا

" میں پوچھتی ہوں آخر تم اپنا دت کیوں بڑا کر کے پھرتے ہو۔ اب حاور

" ہسپتال دواں سے میری پرانی جان بچا ہے۔ تم بے فکر ہو۔

" بہن میں جاؤ۔؟ مار تھا نے دوسری طرف منہ کر کے کہا۔

" بہن میں تو اس سے بھی پیچیدہ مسائل پہلے ہو سکتے ہیں۔

" خاموش بھی رہو۔ وہ جھلا کر پلٹ پڑی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جہاں بھی

بیٹھو ایس ٹائٹس کٹے جاؤ۔

" حوران کچھ کہنے ہی دلا تھا کہ وہی ڈاکٹر پھر کر بولا۔ اس کے علاوہ اور کئی چارہ

نہیں کہ سارا خون چور کر دوسرا خون پیلیا جائے۔

" ہا کہہ کرو۔ اور جلدی کر دو۔ مار تھا نے مضطرب انداز میں کہا۔

" اس نے کچھ کہنے کے لیے مونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک نئی چٹائی ہوئی باہر

نگلی اور ہاتھ لاکر بولی۔ پرسش آگئی ہے۔

" گڈ۔ ڈاکٹر اس کی طرف مڑا اور پھر حوران سے کہنے لگا۔ اب ٹھیک ہے

... ہا ٹھیک ہے۔ شاید خون بہر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

پھر وہ تیزی سے زور چلا گیا۔

" میں ڈاکٹر دوا گوسے روایتیں کہنے بغیر سرگڑا واپس نہ جاؤں گا۔ حوران نے

مار تھا سے کہا۔

" قہار مار داغ چل گیا ہے۔ وہ تبیں اس سے گفتگو کرنے دیں گے، ہرگز نہیں۔

" پھر میری کوشش کر دیکھیں میں کیا صبح ہے۔

" اس مار داغ نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ

" بہن میں جاؤ۔؟

" پھر دو گھنٹے گزر گئے اس دوران میں ڈاکٹر کی ضرورت برابر معلوم ہوتی رہی تھی

اور حوران اس کی تدریج صحت یا لکی اطلاعات پر یکسر مدد دیتا رہا اور مار داغ

اسے پر نظر آنکھوں سے دیکھتی رہی تھی۔ پھر آخر وہ ہلکی پٹی پڑی۔

" آخر تم اس صبح میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔؟

" حادثہ بڑی جگہ ہے۔۔۔۔۔۔ بہنیں ہی سے اس مرحل میں مبتلا ہیں۔ دواؤں

کی ٹوہ میں رہنا میری ڈلی ہے۔ مار ڈاکٹر پر مشغول ہے۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات

ہے میڈی فنش نے بیگم صفائی کے متعلق ایک پارٹی میں کہا تھا کہ ان کا باپ

حقیقتاً ایک لہنہ پایہ عرصی تھا۔ مات بچکے سے ایک نائن کے کان میں کبھی

گئی تھی۔۔۔۔۔ میں ان کے قریب ہی تھا سب کچھ صاف سنا۔ اور جا کر بڑبڑایا

بیگم صفائی سے۔۔۔۔۔ بس پھر کیا تھا مزہ آگیا چند ہی روز بعد ایک دوسری پارٹی میں

بیگم صفائی نے میڈی فنش کی پٹیا پڑائی۔۔۔۔۔ اسے تو روبرو۔۔۔ کیا دھما دھم

بیٹ رہی تھیں وہ دواؤں معزز خاتین ایک دوسری کو۔

" تم بہت قابیلیت آدمی معلوم ہوتے ہو۔ مار تھا ہنس پڑی۔

" قابیلیت نہیں۔ ڈیپریٹ کہو۔ عموں سفیدگی سے بولا۔

مار تھا بھی سفیدگی سے اسے گھورنے لگی۔ پھر حوران اس کی ایک طرف انگلی

دور چند حیلان ہوئی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا منہ چلا لے لگا۔

" آجھا! اس نے ششٹی سالوں کے کر کہا۔ اب چلنا چاہیے۔

”ہرگز نہیں“ مارخانے سخت ہنسنے لگا۔ ”تم ہمارے ساتھ ہی واپس چلو گے۔“  
 ”ارے نہیں جان۔ میں بہت مفعول اور مدیر فرصت آدمی ہوں۔“  
 ”اچھا! مارخانے شہر آمیز تفرکے ساتھ کہا ”تم نے یہ بات پہلے کبھی نہیں  
 بتائی۔“

عمران کچھ کہے بغیر آگے بڑھا لیکن مارخانے صحبت کرنا سستہ روک لیا اور لوہڑا  
 ہونٹ پیچ کر برلی۔ ”تم نہیں جانتے۔ بہت بڑا کیا ہے تم نے... اب تم بھی  
 چکھو۔!“

اسنے میں وہی ڈاکٹر چھڑایا اور مارخانے بولا ”میرے خیال میں تو اب آپ  
 ٹنگ جایئے۔“

”مم۔ میں نہیں سمجھتی۔“  
 ”دو دن... کم از کم دو دن تک مریض کو حرکت نہ کرنی چاہیئے۔ ڈاکٹر نے  
 جواب دیا۔

مارخانہ ٹوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی ”کیا میں ان سے مل سکوں گی؟“  
 ”آج نہیں کل اسی وقت! ڈاکٹر نے کلانی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا  
 مارخانہ کچھ دیر تک سوچتی رہی مگر آخر عمران کا ہاتھ چڑک دیا۔  
 مڑی مٹی۔

عمران تو اب تو ٹیبلٹ پر بٹھا رہا تھا۔ مارخانہ کے لیے دوا دارہ کھول کر کھڑا ہو کر  
 ”نہیں میں کیسی بے لوث ہوں گی! اس نے کہا۔  
 ”آؤ کیوں؟“

”بس نہ بنی۔ کیا ہم بہت پرانے شاسا ہیں۔“  
 ”نہیں میں تو اب جو جانتی تھی۔ کیا حرفی پڑتے ہیں۔“

”نہیں نہیں... میں اسے اچھا نہیں سمجھتی۔ تمہارے ملک کی کچی بات مجھے  
 بہت پسند ہے کہ لوگ ان اور بڑے الگ الگ رہتے ہیں۔“  
 ”کب تک...“ عمران سر ہلا کر بولا ”اگر ایک دن... نہیں اسکا بھی ہونا چاہیئے۔“  
 ”وہ دھڑکی بات ہے۔“

”تو میں کب تیری بات کے لیے کہہ رہا ہوں؟ عمران نے پراہی سے کہا  
 پوچھو۔“

”مارخانہ سیٹھ میں بیٹھ گئی۔ اور عمران اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھنا ہوا بولا کہیں پلیز  
 ”کیا مطلب؟“

”مطلب جی میں ہی بتاؤں۔ کیا تمہیں ہنسک نہیں لگی۔“  
 ”آؤٹ پٹا لنگ باہم صحت کر۔“

”اچھا تو مطلب یہ ہے کہ ہم اکیسٹیر میں پل کریں گے۔“  
 ”مجھے پوٹوں سے دشمن ہوتا ہے۔“

”تو میرے گھر چلو۔ وہی بڑے کھانے پر بھی۔“  
 ”یک چیز ہے۔“

”وہی بڑے نہیں جانتیں... تو پھر بیگس کا بھرتا بھی دکھایا ہوگا؟“ عمران  
 نے بڑی مصمکیت سے کہا۔

”جیسے شوق ہے کہ تمہاری کھانے کی چکھوں... لیکن آج تک اتفاق نہیں ہوا  
 ڈاکٹر کی میز پر بھی مڑا ہوا کھانے کے جوتے ہیں۔“

”ارے تو پھر کیا ہے پوچھو میرے ساتھ... کڑھی اور جادو نہ کھلاؤ گے تو کچھ  
 بھی دیکھا۔“

”کیا بڑا ہے؟“

” بہت زوردار ہوتا ہے اب تو اسی بات پر چینی روٹی اور بسن کی چتی بھی چلے گی۔ “

” نہیں میں تمہارے گھر نہیں جاؤں گی۔ “

” تمہاری مرضی، عمران نے غصے سے کہہ کر کسی تیز مزاج روگشتی لڑکی کی طرح منہ جھلا کر بیٹھا رہا۔ ” ٹوئینٹیز دھاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ “

” اوہ۔۔۔ “ ہاتھ بس پڑی۔ ” اور دیکھو۔۔۔ “

” نہیں دیکھیں۔ “ عمران انہوں پر ممتھی ہوئی نرمی کی طرح کرکڑیا۔

ہاتھ پھر بس پڑی۔۔۔ اور بڑی۔۔۔ اچھا چوں گی ہمارے گھر۔۔۔

عمران کھنڈہ دلا۔ ” تمہیں وہ ٹیڈی بچہ دیں اور ٹوئینٹیز فرائے بھرنی دی۔ “

پھر غصہ نہ آئیئے پرنسز پڑی۔ ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی دین ٹوئینٹیز کے چھ آ رہی تھی۔

ہسٹال سے دو گلی کے وقت ہی سے یہ گاڑی ٹوئینٹیز کے پیچھے رہی تھی مگر نے کئی موڑوں پر اندازہ کیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

” تم کچھ ہلکتے کیوں نہیں، “ ہاتھ اس کی مان پر ہاتھ مار کر کہا۔

” ڈر رہی ہے کہ بعد۔۔۔ “

” کیا مطلب؟ “

” روزانہ اسی وقت خاموشی کا دورہ پڑتا ہے۔۔۔ علاج کرنا چاہتا تھا ڈاکٹر دماغ کو۔۔۔۔۔ میک وہ خود ہی لبث گئے۔۔۔۔۔ اندر دھم کسے۔۔۔ “

” اس کا علاج تو میں بھی کر سکتی ہوں۔ “

” یعنی۔۔۔ “

” تمہاری بیوی کو بتا دوں گی۔ گھر چلی رہی ہوں تمہارے۔۔۔ “

” یعنی۔۔۔ عمران نے ٹھٹھی ماسی۔

” کیوں؟ “ کیا بات ہے اور فلاں حیرت ہے چچی

” کچھ بھی نہیں۔ عمران کی آواز درنگ بنی۔

” بتلاتا، ہاتھ اسے گھورتی ہوئی رہی۔

” پھر بتاؤں گا۔ بڑی دھیرے راستوں سے۔ ویسے گھر پہنچے سے پہلے ہی کن نوکر میں شادی شدہ نہیں ہوں۔ “

” لاہی۔ تم نے اب تک شادی نہیں کی؟ “

” کی۔ کی۔ نہیں کی۔۔۔ نہیں کہ نہیں ہوں۔ ہمارے اس والدین چھوٹے گناہیں کرتے ہیں۔ “

” ان میں سے سنا ہے۔۔۔۔۔ ٹیکس بیری کبھی نہیں، تاکہ ایسے لوگوں کی کیے گروٹی ہوگی جیسی ایک دوسرے سے محبت نہ ہو۔ “

” محبت ہمیں ہی برعالمی ہے عمران نے سر جھٹکا۔

” میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیر کیر تو ٹھیک پڑتا ہے۔ “

” برعالمی ہے۔ عمران درنگ اندر میں کہا۔

” نہیں مجھے بتاؤ۔ میں اس صدمت میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ “

” مت بدمزگ کرو۔ عمران جھنجھاکر بولا۔ مجھے اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں

ہی۔ بس یہ سمجھ لو کہ جس طرح ہم کہا تے پہلے میں اسی طرح ہماری شادیاں بھی

برعالمی تیں۔ مگر گمانے اور پہلے میں پسند کو بھی دخل پڑتا ہے۔ “

” پھر بتاؤ۔ “

” ارے بابا۔ بیچھا چھوڑو۔ کوئی اور بات کرو۔ “

” سبیں بتاؤ۔ میں تم لوگوں کی گھڑی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا





” سلسلہ میں چلنے لگے ہیں۔“

” فضل بچا جس نے کرو۔“

” نہیں یاد آج کل کچھ ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے میں بھی کسی حدت ہی کے پابست ہوں۔ اور ضوابط کا وہ سلسلہ معلوم ہی ہوگا تب ہی کرو ایک منہ سس ٹوٹا لایک۔“

” اچھی بات ہے۔ میں سچ لکھ کر دوں گا۔ فیاض نے ہوں کی طرف بڑھنا ہوا ہلا۔“

” عقلمند پیارے۔ کیا اب بھی نہ بتاؤ گے کہ تم اس دن میرے گھر سے کہاں گئے تھے اور کون پرکس کی کال دی ہوگی حق۔“

فیاض کچھ کہے بغیر ہی کمرے کی طرف مڑ گیا جہاں سب انکپٹر ٹائیماؤں پر بسٹ چل کر رہا تھا۔

عمران نے شاون کو خندش دی اور تہلہ ہوا، اپنی ٹوئٹر تک آیا۔ ... وردان کھن کر اندر بیٹھ ہی رہا تھا کہ ایک کابینل نے عجب کا حکم سنایا۔

” کس نے بتایا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

” انکپٹر صاحب نے۔“

” کپتان صاحب کہاں ہیں۔“

” وہیں۔“

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور ڈاکٹر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

فیاض ایک طرف ہی محسوس بیٹھا تھا۔

” آپ کا بیان غائب ہے۔ سب انکپٹر نے عمران سے کہا۔

” اس میں ادھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ عمران نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے پر آمادہ کیا۔ میں اپنا تحریری بیان دوں گا۔“

فیاض اسے جس نظروں سے دیکھ رہا تھا عمران سے ڈاکٹر کا لیٹر پڑھنا اور اس کی صورت ماحول سے فیر لینے لگا۔ قلم تیزی سے چل رہا تھا۔ بیان ختم کئے دستخط کئے اور کاغذ پڑ سے پھاڑ کر انکپٹر کی طرف بڑھنا ہوا ہولا۔ پتہ نہیں لکھا۔ ... یہ کہ یہ کہان کو معلوم ہے۔ اچھا۔۔۔ بتانا۔۔۔“

وہ ہاتھ جلاتا ہوا دروازے سے نکل آیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر اپنے غلیٹ کی طرف واپس جا رہا تھا۔

غلیٹ میں نہ جانے کیوں دوسری مصیبت اس کی منتظر تھی۔ اتنا محبوب نہیے وہ اس کی غصوں کی پردوں ناٹیں بیٹھ بیٹھ نظر آئے۔ رزحمت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تاک میں کچھ لگتی رہے تھے، عمران کو دیکھ کر دونوں ناٹیں کرسی سے گر کر شش پر لگا دیں اور ہلے۔ ”اسلام علیکم۔“

عمران نے سوچا کتنا چاہیے۔۔۔۔۔ آخر کام ہی تو کرنا ہے۔۔۔۔۔ لہذا استاد صاحب کا جواب دینے کی سہولت ہو کھلا کر بولا۔ استاد یہ کیا غضب کیا۔؟

”یہ۔۔۔ استاد بھی جانا ہو کھلا گیا۔“

”آپ نے اس دلی کو کتنے کہیں ماری تھی۔ کم از کم مجھے تو سزا دے لیا ہوتا۔“ انکپٹر دلی تھی، ہاں اس نے انکپٹر کو دھڑا اور پھر سزا دینے پر آمادہ ہو گیا۔ آپ کی محبوبہ کو کتنے کھلا دیا گا۔ اسے تو یہ تو اسے برا غضب ہو گیا ہے۔ دیکھ میں نے آپ کا پتہ نہیں بتایا۔“

”اساتو کے مزید پوچھنا یاں اڑنے لگیں۔“

”میں نہیں بتاؤ تو کیا ہوا ہے؟ عمران اس طرح بولا جیسے غور سے غماص ہو رہی ہیں۔“

”یہ بیان، گئے گی پھر ہی ہوتی۔“

”کچھ سے بچنے۔۔۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔۔۔ جو میں نے انکپٹر ماری ہو۔ اسے

توبہ توبہ! استاد پھر منہ پھینے لگے اور دکھلانے جوئے پیچھے میں بولے خدا کے لیے یقین کیجئے۔ لیکن پولیس۔ میں کیا کروں۔

”مہاشی گئے سر کے پر رکھ کر۔“

”لیکن راستے میں اگر پولیس؟“

”ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ اچھا۔“ عمران نے کہا اور جھڑک کر آڑی

وہ دوسرے کمرے میں تھا۔ آوارگی کر کے ختم ہونے سے پہلے ہی پتہ چلا۔

”دیکھو جھڑک انہیں اجڑا دیا۔ ہوٹل تک چھوڑ آؤ۔ ٹکسی لے لیتا۔“

”اؤکے باس۔“ جھڑک نے دو انگلیوں سے بینائی چھو کر کہا۔ اور اس طرح

دروازے کی جانب ہاتھ پلانے جیسے جھڑک پہن گئی جس۔۔۔ یہ استاد کے لیے

پہلے کاٹا رہ تھا۔

استاد چلتے چلتے مڑا کر بولے۔ عمران صاحب میری طرف سے دل صاف رکھتے گا

میری سبھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے سلی مچھی! کچھ پیچھے کی جوتی

”ہوسکتا ہے۔۔۔ ہوسکتا ہے۔“ خدا حافظ۔

پھر اس نے پورا جسم تن کر انگڑائی لی اور پلانویٹ فون پر جویا نامشرد ڈنکا

نمبر ڈائل کئے۔ فوراً جواب ملا۔

”جواب! عمران! کچھ تو دلے غصوں پیچھے میں بولا۔“ صفر سے کئی دہشت کی

”جی ہاں۔ میں غور ہی کر رہا تھا کہ سننے والی کئی جناب۔“

”کچھ خبر ہے؟“

”وہ دو دن سیاہ رنگ کی اس دین کا کتاب کر رہے تھے میں نے عمران کی توبہ

کا کچھ کہا تھا۔ پھر فی فرسٹ اسٹریٹ کی ایک عمارت کے سامنے وہ دین رک گئی

دواؤ کی نوکر عمارت میں داخل ہوئے۔۔۔ وہ دو دن ابھی سوچ رہے تھے کہ

نیاں، چہ ہے نہ۔۔۔ وہ دروازہ کھانے کے چلا اور دین کے چہچہ سے ڈر گئے

لیستہ کا ایک ٹکڑا جڑوں کی چٹائی سے نکالے۔۔۔ اس کا بچہ از قلم یا ہے متعدد

دو تیرہ بجی رقی ہوئے۔۔۔ لیکن جس عمارت میں وہ دونوں مسعود تھی داخل ہونے سے

وہ پانی گئی۔ صفر سے مالی پڑی گئی۔۔۔ وہ دونوں عمارت سے باہر چلے گئے جو

نئے کر کے جی دروازہ بھی مقرر نہیں پایا گیا ہے۔

”کیا وہ دونوں میری گئے۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ ابھی گئے تھے۔“

”صفر اب کہاں ہے؟“

”دوسرے کے ساتھ عمران کے لیسٹ کی کھڑکی کر رہا ہے۔ چوڑا۔۔۔ بڑا بڑا کی ڈریس

کھانے کے بعد نام کر رہا ہے۔“

چھوڑا کچھ سو سو سو سے واسطہ نہ پڑا۔ ڈاکٹر دواگر اس کی سڑی مار تھا یعنی

دارو میں یہ ماسی کھانا ہونی بیسیئے۔ کچھ خراب صلیب کر دے مار تھا جس سے

نہیں

”تسے سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

عمران نے صفر متنبہ کر دیا۔

خفہ ڈری جی دیر بعد کھڑکیوں کی گھنٹی بجی۔

”صفر۔“ عمران نے کھڑکی میں دھڑکا

”کوہ۔“ عمران۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور عمران نے آواز پہچان

”دوسری طرف سے کہیں خاص تھا۔“

کیا بات ہے۔“ عمران نے پوچھا

”وہ ہوسکتی میں آئی ہے۔“



”آؤ جو۔ تو حضور اچھا دین تشریف فرما ہیں۔“  
 ”دیکھتی ہے کہ تباری نور ہو گی میں کوئی بیان دے سکے گی؟“  
 ”میں کوئی اس کے باپ کا ذکر ہوں کہ وہ آؤ اس کا۔“  
 ”تقدیس آنا چاہیے گا۔“ فرماؤ تیرے جو کسی طرح اپنی جان نہیں بچا سکتے۔  
 اچھی طرح غور کر چکے جو: مباح سے پاس کیا عزت ہے کہ اس دین میں تبار سے بڑا  
 آدمی نہیں ہے۔“

”جی کہیں۔“ دین میں سحر کرنے والوں سے واقف ہیں۔  
 ”خیر۔“  
 ”پھر تم کہنا پر مجھے گھسیٹ رہے ہو۔“  
 ”اتنے میں ایک زس نے کپڑے میں سے کہ: میں بیاض دینے پر آمادہ ہے۔“  
 ”اگر کوئی کوئی اعتراض نہیں۔“  
 ”اچھا سکر۔“ فیاض نے کہا: ”میں آ رہا ہوں۔“ ”زس میں لگی۔“  
 ”کیا ڈاکٹر دعا کر۔“ ”خیر نے پوچھا۔“  
 ”جی ہاں۔“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا ہوا۔  
 ”دعا کیا دھند سے نہ کی آؤ زانی۔“ ”ایک ہی جگہ سنا دئی۔ وہ دونوں اچھا  
 کر رہے۔“

”معدن سے مقدس ہاں کر جاؤ۔“ میں آج کل عدم رحمت ہوں۔ لیکن وہ اس سے  
 ”نی اچھا کسی سے نہیں مل سکے گی۔“ میں نے خشک بے جی کہا۔  
 ”طلب۔ خوب۔ اچھا خیال ہے۔“ تقدیس میں ہاں کہیں کھڑا ہوں۔  
 ”میں یہ بتانے کے لئے کہ اس دین میں کس کا؟“  
 ”آج مات خواب میں دیکھ کر بتا سکتی ہو گی۔“  
 ”خیر میں ہی طرح دیکھوں گا۔“

△△

گرامی تو اس طرح کہ فیض بے بس ہو کر رہ گیا۔

”اے مردود۔ انٹو مجھ پر سے۔“ وہ دانت میں رکھتی ہوا ہلا۔

”اٹھ اٹھ... تو رہا جس...“ عمران پانیٹا ہیں، بولا... اور پھر اس نے محسوس کیا کہ صفحہ در کسی نگلی میں ٹھس کر نظر دے سے او اھل ہو چکا ہے۔

اتنے میں سب مسکرتے اور کانٹیل بھی اس کے قریب پہنچ گئے۔۔۔ ملا نے اس منہ سب کچھ کر لیا اس کو اپنے سچے ہی ادا سنے رکھے۔ سب انیکرتے اور کانٹیل بھی رک گئے تھے اور جیتنے سے ابیں دیکھ رہے تھے۔

”اے دیکھتے کہا پر۔ اتھاڑ بجے :- عمران رو رہے تھے سے انداز میں گرام۔

بہر حال ان لوگوں نے اسے کیسے کھانچ کر سدھائی اور فیاض پھراٹھ دوڑا ...  
وہ اس نے بھی صلفہ کو ایک گلی میں ٹکے دیکھ باٹھا۔

”گنگہ - کیا بات ہے .. ج . خواب : ” سب انکسٹرنہ اپنے حرمے  
 لڑکھا۔

”پرستیں بھائی۔“ عکراں نے کہا کہ تہہ نہیں... پس... تہہ...  
درایتِ جہاز میں پرہیز گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب فیاض صدر کی گردوغبار سے  
ان کو کون مٹا سکے گا اور کئی کئی تدارک عکراں دروغی تھیں۔

فضیلتِ آنحضرتؐ کو دیکھنا: اسے دیکھیں گئے۔ وڈو۔۔۔ ورنہ کچھ صاحب  
کریا نہ تھا۔ کچھ کر نہیں۔۔۔ اسے داپ سے۔

وہ بھی اس کی نگاہ میں سرپٹ ہوڑنے لگے۔ . . . سب انکسٹرار کانٹیشنوں نے  
 بھی اس کا ساتھ دیا۔

اس نعل میں پہن کر دیکھا کہ کیش فاض ایک جگہ کھڑی ہوئی ہے اسی سے ہاتھ مل رہا ہے۔

دفعۃً فیاض و اوس ہاتھ اٹھ کر چینی ڈوڑھ - " پھر ہی گئے جسے منہ پر  
لٹکانا - ٹھہرو - دیر گئی ماروں گا -"

وہ خود بھی اس کے بچے دار بن گیا۔ عمران نے سو ہی اگر فخر و عزت کیا تو ہی ان بھنوں کا  
سہا جہاں۔ لہذا وہ خاص کے بچے دو بنا۔ سب انیسٹروہ و دولوں کا تیل بھی دور کیا  
تھے لیکن وہ ممان سے آگے نہ گئے۔

عمران نے جلد ہی فاضل کو حوالہ دیا۔

’جیت توں گھر آیا۔‘ وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دلڑتا ہوا گویا۔

۱۰۰ "فیاض صفہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہر لڑکے سے کہتا ہے۔  
۱۰۱ "تو توڑو توڑو"

”مگر دو کور سے“ کہان بنی ہو چھا۔

“مستقبل قریب”

[illegible]

مفتی محمد رفیع

”اسے ہم آدمی جو . . . یا غلام یا جبر جو مقلع بے موقع چاہی سے پہلے مالی برتری  
نمبر دیا کی طرح چاہتے کو نہ مانتے تھے . . . مٹھورو . . . اس نے ہنس کر کہا کہ  
بیکر کو کہہ دے کہ اگر خوش ہوئی۔“

”یہ کیا کر رہے ہو؟“ عیاض غزالیہ... اور سنی شخص کے دوران میں یہ عرض کرنا... اس میں ابھٹیں اور وہ دھڑکنے لگیں۔ جیسا کہ ان کے زمان اس پر گرا... اور...

"سب تمہاری دھڑ سے ہوا۔ وہ عمران کو نکال دھا کہ وہ مڑا۔

"مہم... میری دھڑ سے... عمران نے بھلا کر جبریت طاہر کی۔

"تمہاری دھڑ سے وہ نکل گیا۔ تمہارے بچے گرا دیا تھا۔"

اگر سے قور قور... "عمران نے پتیا بھاڑا بلاتے یا کیوں جھوٹ ہوتے ہر... تو

بچے گرایا تھا یا میں نے۔ اللہ کے غضب سے ڈرو۔ یہ جھوٹ۔

سب ان پکڑ اور کاشیل خاموش کھڑے ان کے سر تک پہنچے تھے۔

میں نہیں دیکھ لوں گا۔ یا میں باوردی پولیس والوں کی موجودگی کو نظر انداز کر کے

بولا۔ اور دھڑیرت سے عمران کو گھورنے لگے۔

"سب بھلی سے کچھ دھڑسا لے میں۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا

"لیکن عذر کے دن، انصاف ہوگا۔ اچھا۔"

پھر وہ داس کے لیے دوسری طرف جڑ گیا۔ اور ایک باہمی میٹ رنہ دیکھ کر

وہ لوگ، اس کے پیچھے آ رہے ہیں یا وہیں رک گئے ہیں۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ پھر سول پستال میں نظر آیا۔ ڈانٹ سے معلوم ہو

کہ انصاف اب بھی بے برائش ہے اسے معلوم تھا کہ ڈانٹ دھا گ پرشش میں آچکا ہے

لیکن اس نے اسے ٹھنڈی کرکشن نہیں کی۔

"کچھ دیر بعد اس نے کہا وہیں اس ٹیڈ عیترہ بھی جہاں سے مفید رہی کی، اور

چلا نکلتا ہوا جھانکا تھا۔

عمران بھی آہستہ آہستہ بھیڑ کی جانب پھلنے لگا کیٹین یاں اور پوسٹال

بھی اسی بھیڑ میں موجود تھے اور اہل نے ایک چھوٹا سا دائرہ بنا رکھا تھا اور دوسروں

کو اس دائرہ میں داخل ہونے سے روک رہے تھے۔

پھر عمران کی نظر اس چیز پڑی جس کے گرد دائرہ قائم کیا گیا تھا۔ یہ گہرے سے

رنگ کا ایک بڑا سا دائرہ تھا۔ دائرہ میں پانچ کادو اور عمران نے سوچا کہ یہ مفید

کا تو ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے ماتحتوں کے پاس اس قدر نہیں تھا کہ اسے دیا جاسکے۔

فیماں نے اسے گھوک کر دیکھا اور بولا۔ "میں چپ چاپ بیٹھ ہی جاؤں۔ ورنہ

یہ ہوگا۔"

"بہت بہتر سرگود۔" عمران نے یوں پر گھوٹا اور دیکھا اچھی ڈسٹر کی حرکت پر متوجہ

میٹ میں پتھر اس نے جویا کے نمبر انیل کئے دوسری طرف سے ورائی جواب

دیا۔

"دیکھو۔ کپٹن یاں سولی پر جہاں میں ڈانٹ دھا گ کا بیان بیٹے والا ہے۔ اس سے

جہاں کی خط بہ خط اس لیے کی کرکشن کرو۔ یہ کام آج ہی ہونا چاہیے۔"

"اوس کے سر۔"

دیکھو مفید کر چاہیے کہ بے براہ راست رنگہ کہے۔ کسی کو مطلع کر دیا کہ

اس تک میرا پیغام نہ بھارسے۔"

"بہت بہتر جواب۔"

عمران نے ریسیور بند کر دیا جس کو کہ سلسلہ قطع کر دیا۔ اور نشست کے کوسے

میں جیسے جیسے بے غرضی سے اس کی شکل دیکھا وہی اس پر زور لگا رہا تھا۔

اس نے چھوٹے ہی کہا۔ "صاحب آپ کی کارمنت مجھ سے نہیں ہو سکتی۔"

"جوتے۔" عمران نے لاپرواہی سے شان و حیثیت دی اور کوسے کی طرف

ڈانٹ بولا۔ "سیلن کو روکا تھا۔" اس سے کام نہ لے گا۔ آج بعد کر دینے

وہ دلا میری جان کو لگیا ہے۔"

عمران صوفے پر ڈھیر ہوتا ہوا بھانپا۔ کیا بات ہے۔ زندگی بچ کر رہی

جسے تم دونوں نے ۔۔۔

”وہ راست گامیاں دیا کرتا ہے مجھے۔“

”اگر تیری میں۔۔۔“ عواں نے پوچھا۔

”یہی تو مصیبت ہے۔۔۔ وہ میں بھی سارے کی ایسی ہی کہے رکھ دوں۔“

”قریبی سے اگر پریشانی نہیں پڑھتا۔“

”میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ آپ میرا قصہ کر دیکھئے۔“

عواں کچھ کہے ہی دلا تھا کہ کسٹرو اسے قرن کی گھنٹی بجی اور وہ اٹھ کر دوسرا کمرے میں چلا آیا۔

دوسری طرف صفدر خٹا اور کمرہ دار تھا۔ اس نے عواں پر ناز کرنے کے لیے ریوڑنگان تھا۔ مہندی کی پاڑھ میں چم جراتھا۔

”کہاں کی پاگوسہ رہے جو تہ عواں بھیتیں دیکھو؟“

”آؤہ معاف دے جانے گا۔ جناب۔ میری سس خیل ہو گئی ہے دوڑتے دوڑتے۔“

جلد بگڑ گئی۔ بھر لوگ عواں کی مخالفت کر رہے تھے۔ وہ سول ہسپتال کے برآمدہ میں کپش نیا من اسے گنگو کر رہے تھے۔ ایک آدمی پرچی ہماری نظر پڑی جو عواں کا عواں کا منسوب کرتا پھر رہا تھا۔ میں سنا سے مہندی کی پاڑھ میں ادھ میں تھا

دیکھا اور پوری طرح اس پر نظر رکھی۔ کچھ دیر بعد اسی نے افسار یہ چار پانچ کا ہوا نکال کر عواں کا نشانہ دیا۔ پڑا پڑا ہوا تھا۔ اسے آؤہ دے کر باز دیکھنا

گھومش کرتا نشانہ کو کھینچتے ہی میں دوڑتے دوڑتے داتا۔ چھوٹا بچہ پنا دیا اور عواں

کر اس کے ہاتھ پر ناز کرتا پڑا۔ گولی فٹا پڑے پڑی۔ اور عواں اس کے زخمی ہاتھ سے بھرت چکا تھا۔ ایک بچہ بھی اسی کے سونے سے نکل اور وہ اچھل کر بھاگ نکلا

میں اس کے تعاقب میں دوڑتا رہا۔

”بعد کی باتیں مجھے معلوم ہے۔“ عواں نے آؤہ میں میں کہا۔ لیکن کپش نیا من

میں کپش نیا من میں سکا۔ تم بہت اچھے رہے ہو۔ میں تم سے خوش ہوں۔“

”شکر ہے جناب۔“

”بہتر ہے کہ تم لوگ عواں کی مخالفت نہ کیجے۔ آپ میں رہ کر کیا کرو گے۔“

”بہت مناسب ہے جناب۔“

”سب کو مطلع کر دو۔“

”بہتر جناب۔“

عواں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اچھیوں کے پاس سے شاہی نہیں تھا کچھ گھنٹی بجی۔ عواں نے ریسو داتا

یا۔ دوسری طرف جویا کی ادا کر دی تھی ڈاکٹر دامالو کی سیکرٹری مارہا بھی پرسش

میں آچکی ہے۔ اور اب خطرے سے باہر ہے۔“

لیکن میں نے اس کے بارے میں تم سے کب پوچھا تھا۔ عواں نے آؤہ میں

میں فرمایا۔

”م۔۔۔ میں نے۔۔۔ کہا شاید وہ بھی۔ کچھ عواں کے ساتھ تھی۔“

”عواں کے بھی معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”بھی معاملات۔“

”اب وہ مارہا کے بچے ہیں۔“ عواں نے آؤہ دیا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹوں

پر شریں سکا پھٹ گئی۔

”جیر۔ جناب۔“ ڈاکٹر دامالو کا بیان۔

”خبر۔۔۔ میں سندھ میں بیٹھ بیٹھ لوں گا۔“

اس نے میز پر پڑی چل کاپی اور ٹیبل اٹھائی اور آؤہ میں بولا ”تشرع ہوا“

ڈاکٹر دماغ کو فریضہ پر عمران سے گفتگو کر رہا تھا دفعتاً پشت والی کھڑکی سے ایک سیاہ رنگ کی جلی میز پر آگودی... پھر دوسری لی... اور ان میں سے ایک بی بی خواتی ہوتی اس پر ایک جھلک کر میٹ... ڈاکٹر دماغ کو کہاں سے کہہ دو بے ساختہ بیخ پر اٹھا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اس پر وہ روشنی نہیں لاسکا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ ہے"

"جی نہیں۔"

"اؤور۔ اینڈ ال۔" عروں نے ریسید کر ٹیل پر ڈال دیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ڈاکٹر دماغ کی کوئی طرف مارتا تھا۔

کوئی کی کہا نا میں اسے ڈاکٹر کے کازم سے گھیر لیا۔ اور اس سے ڈاکٹر کو خبر میں پوچھنے لگے۔ کیونکہ میں نے اسے ایسولس گاڑی کے ساتھ جاتے دکھایا تھا۔ عروں نے، ہمیں بتایا کہ ڈاکٹر دو بصحت ہے پھر اس نے ان سے پوچھ لیا کہ مشورہ کی اور انہیں باتوں میں الجھا نہ ہوئے اچھا اور جلد ہوتا رہا۔ انہیں ساتھ لے کر ہسپتال گیا وہ ڈاکٹر کے اس بھٹے کی طرف جانکلا جہاں سے ڈاکٹر کے بیان کے مطابق دونوں جہاں کھڑکی کی مادی سے کمرے میں داخل ہوتی تھیں۔

کیا یہ کھڑکی ملوادر کھلی رہتی ہے۔ یا اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک ملازم سے جواب دیا

"کہا تم سے کسی سے ڈاکٹر کی بیخ جی سہی تھی"

"جی ہاں۔ میں نے کسی بھی نہ اسی ملازم سے کہا اور دوسروں کی طرف اس طرف دیکھنے لگا جیسے اس سے بھی ایسے بیان کی تائید کی توقع رکھا ہو۔ لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔

"تم اس وقت کہاں تھے"

"جی ہاں، دوسری سے گر رہا تھا۔

"تپ نہ بیٹھن طور پر اس کھڑکی کی طرف آئے ہوئے"

"جی ہاں۔ دوڑتا تھا، آہ تھا۔"

"پھر تم نے اس کھڑکی کے اندر بھی جھانکا ہوگا"

"جی ہاں۔"

"اندر ڈاکٹر کے ملاوہ اور کوں تھا"

"جی کوئی بھی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرسٹ ریڈ سے نئے اور ان پر کسی ایسی

بڑی مٹی جی ہاں۔"

"کمرے میں دو جلیں بھی دوڑتی پھر ہی نہیں۔" عروں نے اس طرح کہا جیسے

دو سے غلط ہو۔

"جی۔ ہاں۔" نہیں تو۔" ملازم کے لیے ہی حیرت تھی۔

"تو میں یقین ہے"

"ارے صاحب میں۔ بھلا۔ کیا بات ہوئی۔" وہ ہنس پڑا۔ اور دوسرے

میں ہنسنے لگے

پھر عمران نے ان سے کہا کہ وہ کوئی کا نہیں رکھیں کیونکہ مار تھا بھی جیڑ کوئی

سے اور شاید کوئی دن بعد وہ دونوں میٹل سے واپس آسکیں۔ ملازموں نے

نہ خفا کی جارہی تھی فریضہ معلوم کر لیا پھر لیکن عمران نے لا علمی ظاہر کی۔

پھر وہ کوئی سے جی رواں چل گیا دینے اس کی خواہش تھی کہ اندر سے بھی اس

کی خواہش تھی کہ اندر سے بھی اس عمارت کا سرسری طور پر جائزہ لے لیا۔ لیکن اس

وقت مناسب نہ سمجھا۔

سورج خدوب چور بانٹھا۔ دکتوریہ روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر اس نے گاڑی کا درخشاں ٹائپ ٹائٹ کلب کی طرف موڑ دیا۔

اسے کلم تھا کہ اس وقت بھی اس کے تین ماتحت اس کی دیکھ حال کر رہے ہیں یہ جعفر، لکھنوی اور جہان مٹے اور کیشورک بڑا ہے۔ پنے معنیق انہوں سے  
اسی صوبہ میں جیل کی کئی تھیں۔

عمران ٹیپ ٹاپ کے ڈال میں داخل ہوا۔ اور بیک وقت کئی ویڈیوز نے  
 ہاتھ اٹھا کر اسے سلام کیا۔ یہیں اس وقت عمران سے کئی حمایت سرورڈن جن  
 دیکھے وہ علوان صرف ویڈیوز کے سلام کو خوب دیا کر ڈھنگا گلہان سے صفا کر کے  
 باقی صند یاں بگولہ کی طرح تپ تک برآہر تھکا عا۔

وہ ایک ٹوٹے میں جا بٹھا۔ ڈائمنڈ ہال میں ابھی زیادہ گھبراہٹ نہیں تھا۔ چاروں طرف سے بیکسز دستھی کھڑی رہتی تھی اور درجہ اول میں پیش فروش کو دیکھا تو کچھ برا تھا۔

عمران بخاطر اود گھٹا اود کو کالاف پتار پا، اس کی اکثر شاخیں ہلکا گردن تھیں۔  
 پتی میز پر عمر اود تنہا ہی نظر آتا کیس، آج اس صوبہ پر ہوا تھا جیسے وہ کسی کا منتظر  
 ہو۔ مار بلائی کی گھڑی پر منظر ڈالنا۔ اور پھر دانے کے دروازے کی طرف دیکھ  
 گھٹا۔

اور غیر حقوقی دیر لید اس نے ایک طویل سانس لی اور اسے انگلی ایسا  
 جی معلوم ہو جیسے انتظار کے کرب، فیر طبعات ختم ہو گئے ہوں۔

ایک بڑی دلکش لڑکی بال میں داخل ہوئی مگر . . . سفید حاریر کی مٹی وار  
لہند اور صحت مند . . . کیس ہے میں، آنکھوں وال . . . . . اک سے  
ساتھ ایک دھڑکے ہوئے تاروں والا لڑکا اسی جی تھا۔ لیکن یہ دوسری سی

اس کے بعد ہی جو بلا ماشاء اللہ بھی ہل میں داخل ہوئی اور عمران کے چہرے پر غم بہت کے آثار نظر آنے لگے۔ کیونکہ وہ سیدھی اسی طرف چلے گئے تھے۔

عسکری نے غمزدی سانس لی اور بڑبڑایا: "نہ آہی مر رہی حالہ میں۔"  
 "ہلو۔" جو یہاں غمزدی کی گڑبڑ سے دلاویز نہ ہو، نہیں مسکرائی۔

”پھر۔۔۔“ لہاں مردہ سی آواز میں گہا جا رہا۔

عمران کی دیکھ عاں کرنے والوں میں سے چہان اور نہال بھی ہال میں داخل ہو کر مختلف میزوں پر بیٹھ چکے تھے۔

اب جگہ اور میں چپ چاپ رہا تھا اور مشیتِ سنہِ واسطیوں سے نیچے اپنی  
 گنیمتیں بھرا رہا تھا۔

بڑا خواجہ ساک سامندر تھا۔

جریا بیٹھ چکی تھی اور وہ ان قاسمی غلیظ عمل لڑکی کو گھور رہی تھی۔ ہانپا ہو ڈھکیے  
نے شائز ماسے لڑھے کے ساتھ آئی تھی۔

[illegible]

کون ہے وہ؟" مولیٰ نے فیسے پیچھے میں پوچھا۔

از معلوم کر کے بنا کر تو بعد رشک ہوں گا۔ علان نے غنڈی سانس لی بھر پڑے  
اور نینک اٹاڑیں بولا اور اسے اس کا آنکھوں سے تو صبح طلوع ہوئی ہوں گی۔  
اور غور سے گھاٹ سے پوچھو تھی ہوگی۔ گنبدی زخموں میں شام دھنکی ہوگی۔ او  
گلوں کی تھوہ۔

”ایٹیں۔ ایٹیں۔“ جولیا حیرت سے ”نکلیں چھڑ کر بولی یہ تم اہل بیت  
جو۔ اوسے تم بھی ایسی آہیں کر سکتے ہو؟“

ایک بیک عمران پھر ٹھیک بنا۔ اور اس طرح چکیں چمکانے لگا جسے سوتے سے جاگا جو۔ چہرے پر حلقوں سے لینڈ کر دی۔۔۔ برا معلوم ہونے لگا جسے اس سے بڑا ڈیپٹا آج تک پیدا ہی نہ ہوا جو۔

"مگر۔۔۔۔۔ یہی۔۔۔۔۔ نہیں سمجھا۔"

”اگر وہ بناو: جو لیا برا سامنے بنا کر ہوگی۔“

”اچھا۔۔۔ تمہارا نئے سعادت مندانہ اندازہ میں میری خوشنودی۔“

یہ کہن ہے۔ " جو مانے مجھے نکلیں نکالیں۔

”مہمہ میں کیا جانوس“

”تم آج کل کسی عکس میں ہو۔ کیا یہ ڈاکٹر دماغ کی سکرٹری ہے؟“

”نہ نہیں۔ خدا کی قسم وہ نہیں ہے۔“

تم ان دونوں کے پیچھے سکیوں پڑ گئے ہو۔“

وہاں کھڑے ہیں اپنے پیسے۔

”جکواسی نہ کرو۔“

”تباہی مرصی! عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔“ پھر جوتی چلیے سمجھو۔“

اس گیس چکر میں ہو رہا۔

مگر قبیل کبھی اٹھ اٹھ کر نہ نکلتا تھا۔ "کے" مگر ان عیدوں میں نہ جیتتا ہوا اور نہ "اے" ہوا اور نہ جو ان اور سمانی صاحبان بھی موجود ہیں۔ خیریت خیریت۔"

وہ جوبی کو ٹھونسنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

”کی نہیں علم ہے دم خطرے میں جو نہ جو ہا نے سخاوت

”اے ماپ دے۔“ اسی سفار دوز میں کہا۔ پھر انگریزی میں لڑا۔ ”م“

ہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔

”ہوں بیپناہ میں تم پر کسی نے مار مار کرنے کی کوشش کی تھی۔ صدف نے اس

پہنچاؤ کے لیے بگاڑ دیں۔

”کھیل بگاڑ دیا۔“ عمران نے حسرت سے کہا۔

۴۰ اورنگی ۴۴

”اے بھئی کیوں؟“ عمران نے حسرت سے انہیں مخاطب کر دیں۔

”یہی مناسب ہے کہ قراب مرہی جاؤ یہ۔“

”ناجواں میرے ساتھ“۔ تمہاں نے اُنکے تھک کر ہستے سے روکھا۔

تحت التفتيش

"اچھی جی۔۔۔ وہ ان اس کو گھورتا ہوا رہا۔۔۔ کھانا ٹپکے سے سامنے والا فرما

شکلی عائبہ اس کے گنگوہیہ سے ترقی یافتہ اور علم کے ساتھ تاجر

”مشکر ہاں دے کر ہے۔“

"رکھو"۔

عائشہ مجرمہ کو لڑے ہوئے ہے

موت و حیات کے سبب سے بڑا سبب ہے کہ تم نے مجھ سے اس کے مشق و محنت کی

سی سے لومعا تھا کہ عاستہ مجھ سے نہ ہوگی جیسو رسد مرچو ڈنگے،

"ایسے تو بتا دو نا۔۔۔ محرم ہمد دفاتون۔۔۔"

ایک سفارت خانے کے اسکرٹن ڈاک ہے۔ سوئل گیدر گیس میں کرنل روبرٹس کا نام منہ پہنچے کسی نے۔

"نہیں تو۔۔۔"

"یہ اسی کی ڈاک ہے۔ ادھر سے میں آنا نہ پڑتا نہ ملتا ہے۔"

"چھا اگر میں ادھر سے میں پتہ نہ لگوں تو۔۔۔" عروں سے بڑے عرصے پر سے پوچھا۔

"مگر سے جو۔۔۔ جو اب جھگڑائی۔"

اور عروں اس کی آنکھوں میں دلچت ہوا سر ہلا کر مسکنے لگا

بہر دور ہی ماموش ہو گئے۔

مظہری دیر بعد اندازہ لے کر آئی۔ "کیا آپ باقی وہم میں تشریف لے جانا سد کر رہ گئے۔ آج پرتیں ٹولنٹ۔ سادہ ادھیں کوک ٹیل، سٹیب کا مبر آکرش آپ کی خدمت میں کیس پر رہا ہے۔"

پھر جیسے ہی دوسرا مقدمہ شروع ہوا عروں نے میرے پیچھے ابھی ٹانگیں تھکانی شروع کر دیں۔

"کی خیل ہے۔ ایک بار پھر سوچو نا اس نے جو اب سے کہا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم کو ان ایسی دیر پھرتی کیسے کر سکو گئے۔ ناچا آتا ہے میں۔"

"اور سٹیٹ۔۔۔" عروں گردن جھٹک کر ہلکا۔ "بہیں سے اب تمک اجنا اور پختا ہی تو آتا ہوں آپ پر بھی میں اجنا آتا ہے۔"

"میں تو اب میں ہیں میں۔"

"تو پھر مجھو نا۔۔۔" عروں کی سطر سامنے مالی ڈاک پر رک گئی۔

جو اب سے دوسرا منہ لگا ٹیلوں کو خند دے۔

"کیا پیرنگ۔۔۔ عروں آگے جھک کر ہتھ سے ہلا۔"

"کھا کھا کر لگی۔۔۔ وہ چھوڑ کھانے والے پیچھے میں ہل۔"

"میں حاضر ہے۔" عروں نے مینو پر سے ایٹن ٹرسے ہٹا کر اس کی طرف کھٹکتے ہوئے کہا۔

جولیا نے دیر کو ملاقاتی ڈاکٹر کی ایک طویل فہرست دہرائی۔ انداز ایسا ہی جیسا میرے مہین کو کھانا دینے کا تہیہ کرنے میں جو۔۔۔ تو ڈرے کر دینا چلا گیا اور جو اب بڑی بے تسلی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

عروں بھی کچھ نہ ہلا۔

تھوڑی دیر بعد کھانے کی ٹرائی میز کی طرف آل دکھائی دی۔ فرمائش ہی اتنی تھیں کہ ڈال کے بنیہ کام نہ پختا۔ عروں نے تھوڑی سانس لی۔ اور کسی غصید سے پیچھے کی طرف منہ ہلانے لگا۔ پھر جولیا کے دینی ٹیبل کی طرف دیکھا جو میز کے پیچھے رکھا ہوا تھا

عروں سوچ رہا تھا کیا آج یہ ڈاک اسے رک دینے کے چکر میں اپنا پیٹ ہی بھاڑ ڈالے گی۔ بے تحاشہ کھانے جاری تھی جولیا۔ اور اس طرح غری کھانے میں کہ بڑی ذہین سا کر میز کے پیچھے دیکھ کر ہونے دینی ٹیبل پر کیا کر گئی۔

اس کا پیرس اب دینی ٹیبل سے نکل کر عروں کے کوٹ کی سائیڈ پاگٹ میں جا چکا تھا

عروں بے پایاں مسرت کا اظہار کرتا رہا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ جولیا کو کھانے کی دعوت دے کر دین دنیائ کی سعادتیں سمیٹ رہا ہو۔

"جس ذرا جلدی سے لانا سبک۔۔۔" عروں نے دین سے کہا۔ "مگر جو ہم اہل میں بھی جا رہے تھے۔"

دیر چلا گیا اور جولیا ولی۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ خواہ تم میرا ہوج



فارمیسے سے ملنے میں غلطی ہو۔ ۱۰

"میں بیکار یا غصہ نہ کروں گا۔ عمران نے خاک مارا لیجیے میں کہا۔ اور غلطی نہ ہو  
جولیا ہنس پڑی۔

"ہمیت ملے چوٹے چوٹے اس نے کہا

"انڈی مرضی؟ عمران نے غصہ سے مائل۔

جولیا پھر ہنسنے لگی۔ پتہ نہیں کیوں اس وقت ہاں کا پتہ نہیں ان کی طرف متوجہ ہو کر  
کہا ناختم ہوا۔ ہاں آیا اور وہ ان سے کوٹ کی اندر ملی حسیب سے اپنا پرس نکالا۔  
اور دس دس کنی لٹ لٹ ہیت میں ڈال دیئے۔

جولیا شاید تقریبی کوہ اسی آسانی سے کیسے کٹ گیا۔

"کیا وہ دم تک چلے گی یہی؟ عمران نے غصہ سے مائل سے کہہ دیا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" وہ غصہ سے مائل ہوئی۔

ساتھ ساتھ والی اپنے سے کسی ساتھی سے ہوا پہلے ہی جا بگئی تھی۔

انہی احوال میں جان بیکار رہا تھا۔ وہ گیلیوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرش پر پاؤں  
پھیر کر کھانا کھا رہا تھا۔

وہ دونوں ہی ایک غالی بیڑ پر جم گئے۔۔۔ عموں نے گردن اوچی کر کے دیکھا

پیش کا بازو دیا۔ لٹک کر دوسری جانب والی گیلی میں مٹھرائی۔ اتفاق سے اس گیلی

سادہ بیڑی بھری ہوئی تھیں۔

عمران نے غصہ سے مائل۔ اور پھر اس کی نظر جولیا سے پھر سے پتا چھری کر کے

چڑھتی پر ایک طنز پر ہی سکواہٹ بکھر گئی تھی۔

"اچھا۔ اب نہیں ناچیں گے۔ عمران آہستہ سے شراباڑا۔

"کانی نہیں چلاؤ گے۔ کھانے سے بند۔ جولیا نے کھنگلی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چلو۔" عمران کی آواز بھید میں تھی۔

جولیا کھٹکھٹا کر ہنس پڑی۔

عمران نے اعلیٰ کے اشارے سے ایک دیگر کونہ کرکائی کا اشارہ دیا۔

"میں ڈر رہی ہوں کہ کہیں میری صدیوں تمہارا ہسپتال نہ بھنک جائے۔" اس نے جولیا سے کہا

"بہرہ نہ کہہ میں تمہارے لیے جان ہی دے سکتی ہوں۔"

"اندھو کہہ کر۔" عمران نے دونوں کیچے میں کہا۔

پھر کھڑک دیر بعد ناؤنٹر کی آواز آئی خاتون محلات تیار ہو جائیے نفرو شروع کیا  
جا رہا ہے۔"

وہ گلیوں سے اٹھنے لگے۔ نفرو شروع ہوا۔ ٹرنٹ کے لیے زیادہ تر نفرو چلے  
رہے تھے۔

عمران اور جولیا کافی پچتے رہے۔ قریب ہی میز پر ایک مقرر آئی اپنی بڑی ساتھی

سے کہہ رہا تھا: کیا ناؤنٹر ہے۔ بھلا۔ ٹرنٹ۔ کیا رکھا ہے۔ ناؤنٹر کا لٹک

اس کے ساتھ کھانا ہر گھس۔ ذرا دیر ناؤنٹر دیکھا کہ جسے نہ جوتے تو ہاتھ

دیکھی نہیں جنتی نہ تھاں گا۔ عمران نے جولیا سے کہا۔

"یہ کیا کہتا ہے؟"

"ہمیت گریٹ کہتا ہے۔" عمران نے کہا اور ساتھ ساتھ والی گیلی کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ لڑکی ہی ٹرنٹ کے لیے نہیں اٹھتی تھی لیکن مسلسل تائیں کئے جارہی تھی اپنے

لڑکھے ساتھی سے۔

"یہ لڑکا کون ہے؟ کیا اسے بھی تم جانتی ہو؟ عمران نے جولیا سے پوچھا۔

"تو نہیں جانتے؟" جولیا کے لیے میں جرت تھی۔

"نہیں۔"





”یہ بیہوش کیسے ہوئی؟“ بوڑھا اس کے لاکر کوجھکادے کر ہلکا۔

”عم۔۔۔ میں جھجکی ہوں رہا ہوں۔“

”پولیس۔ پولیس۔“ بوڑھا جمع کی طرف دیکھ کر پہنچا۔

”سنو۔۔۔ نہیں۔ اسے باپ دے۔“ گراں جو خوش پر زہن چھبر کر رہا تھا  
جواب اس کے پیچھے کھڑی زور زور سے ہنس رہی تھی۔

”اسے بکلیٹے۔ اسے بکلیٹے۔“ بوڑھے نے عموں کی طرف بایں ہاتھ اٹھا کر کہا  
”میں پولیس کو فون کرنے جا رہا ہوں۔“

گراں نے سوچا کہ پھر تحقیقات میں پھنس جانے کا جو کچھ معاملہ ایک سفارتی لے  
کے افسیر کی لڑکی کا ہے اس لیے تعجب نہیں کہ کہیں فیاض ہی کو آنا پڑے۔ پولیس  
والے سفارتخانے کا نام سن کر یقینی طور پر اس کے آفس کو مطلع کریں گے۔ یہ فیاض  
کی اندامی سہیلی نہ ہوئی کیونکہ معاملہ تھا گراں کو فون کی ایک زہریلی سوتی کا۔ جس سے  
ایک بادامی سا لہجہ پڑ چکا تھا وہ تو اس وقت بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ لڑکی کو زوری طور پر  
ہسپتال پہنچایا جائے ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ مری جائے۔

دفعۃً خشک اسی وقت جب گراں ہسپتال کی سڑک رہا تھا کہ جمع سے کسی نے  
بوڑھے سے کہا۔ ”پیسے ہسپتال پہنچنے کی کوشش کیجئے۔“ یہ ہمیں کیا بات ہے؟  
”جی۔ در کیا۔۔۔۔۔ بالکل بالکل۔۔۔۔۔“ گراں نے سر ہلا کر تائید کی۔ کیا  
میں کہیں ہمارا چلا جا رہا ہوں۔ بعد کو چوس جاتی ہو رہے گی؟  
”اور کیا۔ اور کیا۔“ کئی لوگ بیک وقت ہل پڑے۔

”نہیں نہیں۔ یہ جلد دے کر نکل جائے گا۔“ جویا نے اپنی ہنسی پر تباہی پانے  
کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ اچھا۔“ گراں نے سر ہلا کر کہا۔ اگر میں پارہ کیوی تیار کر دیتا تو کیا  
اتنے میں میجر بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ پھر شروع ہوئی تھاکا دوڑ۔ سوتی پولیس

کے لیے دفن اور کوئی خندہ رست قسم کی لڑکیوں کی خوشامد کرنے لگا کہ وہ بیہوش لڑکی  
لو گاڑی تک پہنچا دیں۔

چھبر کچھ دیر بعد عموں نے جویا کی شان کی کوکاب وہاں نہ ٹھہرے۔۔۔ بدلت  
تایید اس کی سمجھ میں آئی تھی اس لیے پولیس کے آفس سے پیسے ہی رو چکر ہو گئی۔  
گراں کے اہیشے غلط نہیں تھے۔ قریبی خاندان کے لوگ اور کہیں فیاض ساتھ  
ہی وہاں پہنچے۔

”یہی ہے؟“ کسی نے جمع سے گراں کی طرف اشارہ کیا۔ بوڑھا تو کسی کو قائم  
سمجھتا تھا کہ بیہوش لڑکی کے ساتھ جا چکا تھا۔

فیاض نے اسے چارٹ دکھانے والے انداز میں دیکھا اور اپنے ساتھ آنے کا اشارہ  
کرنا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

میجر کے کمرے میں پہنچ کر اس نے میجر کو بھی اس انداز میں دیکھا جیسے وہاں اس  
کا جو کوئی ضروری نہ تھا۔

میجر چپ چاپ باہر نکل گیا۔

بیٹھ جاؤ۔“ فیاض غریبا۔ اور عموں اس طرح بول کھلایا جو انہیں لگا جیسے کچھ  
میں ہی۔ اور آج بوڑھے کو کس کس پر بیٹھے۔

”یہ کیا بیسویں گیارہ بیسویں کی تم نے؟“

”یاد کیا بتاؤں۔ جس لڑکی پر بھی ڈوبے ڈاتا ہوں گراں کو فون کی سوتی کی شکل چہرہ  
عالمی ہے۔“

”کیا یہ سچی؟“ فیاض اچھل پڑا۔

گراں نے صوم انداز میں سر کر خنجر دی۔

”کیوں۔ کیوں۔“ تم نے کچھ جوسنی دی تھی۔ اس میں تو کوئی خاص بات نہیں

تھی۔ معمولی قسم کی گراں کو فون کی سوتی پر قسم کی گراں کو فون سے متبرک۔“

"اب یہ بھی مجھے جاؤ۔" عمران نے جیب سے سوئی نکال کر میرے کندھے پر رکھ دی اور بولا "میں نہیں ہوتے کہ ان کی دھوکے پر ایسا زہر لگایا جاتا ہے کہ کوسوں میں فوراً ہی تحلیل ہو جاتا ہے اور سوئی پھانسیا فارغ نہیں چھوڑتا۔"

"بھیر۔" فیاض نے نگھیں نکالیں۔

"کہہ تو اس سوئی کو زہر میں ڈیرا لادو؟ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔  
"جو اس صحت کرو۔ یہ بناؤ کہ ڈوسرنگ کی لڑکی سے کہیں جو نکوٹا ہے۔  
"کس کی لڑکی؟" عمران نے غور سے انداز میں پوچھا۔

"کرنل ڈوسرنگ۔"

"ارے باپ دے۔" عمران اچھل پڑا۔

"دیکھیں؟ کہیں؟" فیاض مسکرایا۔

"اے بھے نہیں مومن تھا کہ ایسا بیگیزی نام۔ کہنے والے کسی باپ کی بیٹی ہے۔  
"کرنل ڈوسرنگ کو مانتے ہو؟"

"نہیں۔"

ہوں۔" فیاض کسی سوچ میں گر گیا۔ پھر غور سے دیر بعد نرم لہجے میں بولا۔ "بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ یہ چکن بھانی کی خود کشی۔"

"یہ چکن بھانی کس وقت کہاں سے آکر دے۔ لے چو بھے اور بند کر دو۔  
کیونکہ میرے ساتھ یہ پولیس جو مانتے والی یہ دوسری لڑکی ہے۔"

"کہہ دینے غارتوں میں لگا کر دو۔"

"تمہی شگواؤں؟" عمران نے ہنسے ہنسے پرہیز سے پوچھا۔

"غذا چھوڑ دو۔ کام کی بات کرو۔"

"مگر پیار سے جانتے ہو۔ اس لڑکی کے ساتھ کون تھا؟"

"کون تھا؟"

"مرسلطان کا کیا اسٹیو؟"

"کیا؟" فیاض اچھل پڑا۔

جی ہاں۔ مگر میرے پاس یہ نئی دریافت ہے۔ پتہ نہیں مرسلطان نے پشوی کہیں  
ہاں دی۔"

"کیا مطلب؟"

مومن اور مرسلطان کی لڑکیوں کا نکاح کرتے تھے۔ اب یہ بڑھا کھوٹ ہے۔

فیاض صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اس نام کیا کہہ رہے تھے۔

ڈوسرنگ کے خلاف شہید کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے ملک کے لیے ہاسوسی کرتا ہے۔

"ہوں تو بھیر۔"

"جو اس ذکر۔" کیا تم مانتے نہیں۔ اگر نہیں جانتے تو چکن بھانی کے سلیطین  
کس جہان کیوں بچا تھا؟"

"بھائیو۔" مانتا ہوں بھیر۔"

"بھے یقینی ہے کہ چکن بھانی۔ اس لڑکی کے توسط سے کرنل ڈوسرنگ کیسے پہنچے  
تھے اس نے انہیں اپنے چکر میں چھنایا تھا؟"

"ہوں تو بھیر۔"

"لیکن اب یہ گراموفون کی سونپیں؟"

"اس نام فیاض نے کوتم حمل گئے۔" عمران نے حیرت سے لہجے میں کہا۔

"کہہ کہ میں نہیں آتا۔ یہ ڈاکٹر دعا گو بھی مجھے ڈرامہ مومن ہوتا ہے۔"

"کیونکہ عمران نے اس کی نگھ میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی دعا گوئی۔ اور لڑکی کی کامیابیاں۔ چکن بھانی کی حرکت کشی، گراموفون

اور سونپاں۔ ایک اس کی سیکرٹری کے بازو میں، مگر کسی اور دوسری کلا سا کے بازو میں

ڈاکٹر دعا کو کسی بے زخمی کر دیا۔ تینوں پر ہی بیوشی کا حملہ ہوا۔

• ریا اور واسے کے متعلق :- عمران نے پوچھا اور فیض نے سر ہلا دیا۔

• میں جھوٹا جانوں گا اس کے متعلق :-

• جانتی کہ شمش کی بی بی کی :-

• کیا نامہ :- ہم دونوں تینوں کے ساتھ شرم اور بے سواد قہر نے جی چار پانچ کا رونا اور  
• کیا کیا لگاؤ کے لگا :-

• تم تازہ :- تم نے ہی شاید فائر کرنے والے کو دیکھا تھا اور اس کے نیچے

• رہا جو تب بھی کیا فرق پڑتا ہے :- عمران نے لا پر دہم سے کہا

• فیاض کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے لیکن وہ خود کو سنبھالنے رکھنے

• گشت کرنے لگا :- عمران نے محسوس کیا مگر کچھ بولا نہیں۔

• جس تو اب کی بارہ ہے :- کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

• میں سر سلطان کے ایجنٹوں کے متعلق سوچ رہا ہوں :- فیاض چونک کر بولا۔

• جی مدد ملدے گا کے متعلق سوچو :- اس بی بی کے متعلق سوچ کر کیا کر سکتے

• ہوں جھٹکا کر کے کہنے جی والا تھا کہ سر سلطان کا ایجنٹ آندھی اور طوفان کا لڑ

• ہے میں داخل ہوا۔

• یہی ہے :- یہی ہے :- وہ چلائے ہوئے انداز میں چلنا۔

• کیا بات ہے :- آپ اس طرح کیوں گھس آئے :- فیاض غراہا۔

• وہ فیاض کو دیکھ کر ہنس گیا :- پھر ٹوٹ پھوٹنے کے سے انداز میں بولا :- کلاؤ نظر

• ہے :-

• کسی کی بات کر رہے ہیں :-

• اس آدمی کے ساتھ کچھ رہی مٹی :-

• اور اب انہیں پناہ چھو رہی ہے اس بڑھاپے میں :- عمران نے سر ہلا کر بڑی

• ہیں :- شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ ڈیپنگ کے علاوہ بھی کوئی آدمی

• جو ان کے مثل میں جاری ہونا چاہتا ہے :-

• پھر سوچو اس کے علاوہ :- فیاض نے کہا تھوڑی دیر تک کچھ سوچو

• پھر بولا :- یہ تازہ :- سول سپس میں کیا ہوا تھا :-

• تم تازہ :- تم نے ہی شاید فائر کرنے والے کو دیکھا تھا اور اس کے نیچے

• بھی تھے :- مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا :-

• نکلیں گی :- لیکن میں تو سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں ہی کوئی آدمی تھا جسے

• کے لیے تم نے مجھے گرایا تھا :-

• میں نے گرایا تھا :- عمران نے حیرت سے انہیں پتہ نہ کیا :- یا خدا سے

• میں تو تم سے اس طرح کہا گئے کہ وہ پوچھ رہا تھا :-

• خیر بارہم :- وہاں گھاس پر اشدید چار پانچ کا رونا اور ملا تھا اور خون

• دہے تھے گھاس پر :- رپا اور کے دست پر فتنات نہیں ملے :-

• عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچ رہا تھا :- عمران اور رپا اور کا مطلب تو

• کوئی کسی کی بات میں تھا :- اس نے اس پر دیا اور کالیں کئی اس کی بات

• جس نے اپنے پر فائر کر کے اسے جھاگنے پر مجبور کر دیا :-

• اس کے علاوہ :- اور کیا کہا جا سکتا ہے لیکن آخر اس نے کس کے لیے

• چوگا :-

• خدا جانتے :- عمران نے لا پر دہم سے شاؤں کو بخش دی :-

• فیاض جو اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا مسکرا کر بولا :- نہیں چلے گی :-

• مکی مطلب :-

• تم اس واقعہ کے متعلق بھی کچھ کہہ جاتے ہو :-



"اب یہی دیکھو کہ یہ حضرت نہ صرف خود بلکہ جو بیٹے ہیں مکہ و مدینہ پر بھی کچھ فرمایا ہیں۔"  
 "میں کہتا ہوں۔۔۔ یہ لڑکی۔ اور چھپکن بھائی پر بھی نظر عایت جوتی تھی اس کی۔"  
 "سلو ڈارنگ فیاض۔ سب سے سنی کے لیے کوئی مولوی صاحب بھیجے نہیں لگے۔"  
 "جانتے۔ یہ طرصار لڑکیاں ہیں اس قسم کے ذرائع انہماں دہی میں۔"  
 "ٹھیک ہے۔ فیاض خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

عمران کچھ کہتے ہی دماغ کا درد وانا پھر بڑے زور و شور کے ساتھ کھلا اور  
 جڈاگ ٹپ کا ایک مصیbam غیر ملکی، اندر گھس آیا۔ جو بھاس کے قریب رہی ہوگی  
 چہرہ جھری اور بار بک تھا ہاتھ تار ہے تھے کہ جانشی کا مادی ہے۔

"جو کیٹین۔" اس نے فیاض کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ تم تھے  
 یہاں۔!"

"کلا راکھ کیا ہوا۔" اسی نے یہاں سے بچے فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ رقص کے  
 دوران میں پیروٹش ہو گئی ہے۔"

"اوسب اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ کسی نے درد وازے کے قریب سے کہ  
 وہ چوک کہ خطرے میں خطرناک کا ایٹن واپس کھٹا حواس کو گھورے جا رہا تھا۔

"یہی فوج رہا تھا اس کے ساتھ۔" اس نے غصیلے لیے میں کہا۔ یہی بتائے گا  
 اس اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں اسے سہل ہسپتال میں داخل کرا آیا ہوں۔"

"نورادر غیر ملکی مزارک عمران پر چھٹا اور اس کے کوٹ کے کارکر چکر چکر کا چہرہ بڑھاتا  
 "بتانا چلتا۔" عمران بھی اشتہا ہوا لڑا۔ آہستہ سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

جس سے کوٹ کا کارکر بڑھ گیا تھا اور اچانک اس کے چہرے پر ایک زور وادگ  
 رسید کر دیا۔ اٹھنے کا انداز ابنا نہیں تھا کہ غیر ملکی کو اس کا خدشہ جڑتا۔ بے خبری

میں ہاتھ پر تو عمران کا لارچی چھوڑ دیا اور لڑکھٹاتا ہوا درد وازے سے جان بچا

پھلور وہ سننے ہی نہ پایا تھا کہ فیاض درمیان میں آگیا۔  
 "ہسٹ جاؤ۔ کیٹین۔ تم بہت جاؤ۔" وہ اسے سامنے سے ہٹانے کی کوشش  
 کرتا ہوا لڑا۔

عمران اب پھر زمین سے کسی پر ٹپٹھکی تھا، صورت سے ایسا معلوم ہو رہا  
 تھا کہ جیسے کوئی کینڑا سیال یہ وہ اپنے کسی بچے کی پٹال کے بٹلے ہو۔

فیاض اس غیر ملکی کو خندا کر کے کی کوشش بھی کرتا رہا اور دونوں کے درمیان  
 جان بھی رہا۔

"یہ ہے کون۔" اس نے گنگ کہ فیاض سے پوچھا۔  
 "میرا ایک دوست۔ فیاض مدلی سے بولا۔ غلام اسے آج ہی ملاقات ہوئی

تھی۔۔۔۔۔ یہ نہیں جانتا کہ وہ کیسے پیوٹش ہوئی۔ اور اسے آپ میرے گلے کے  
 ڈاکٹر جنرل رحمان کو نہیں جانتے۔"

"جانتا ہوں۔" اس نے غصیلے لیے میں کہا۔  
 "یہ انہیں کا لڑکا ہے۔"

"سٹر رحمان کا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔  
 "ہاں کرنل۔" اس نے

"اؤ۔" جیسے اسٹوس ہے۔ ہٹو سامنے سے۔"  
 "فیاض ان کے درمیان سے ہٹ گیا۔"

ڈاکے بچے سے ملے۔ میں کرنل ڈوہرنگ ہوں۔ کلا راکا پاپا۔ اس نے گر ہوئی  
 ہے کون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔



"اے بپ دے" عمران نے وہی کتا بولنا شروع کیا۔ پھر دھڑکی میں بولا۔  
 "م... معافی چاہتا ہوں۔" ڈیڑھ پاپا۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔  
 اب وہ دونوں دھتور سے منہ پٹھ ہاتھا۔ پھر شاید کان پر کان اٹھنے  
 بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کر کے رہا تھا کہ فیاض اسے کرسی کی طرف دھکیلا ہوا بولا۔ بیشو  
 بیشو۔ کرنل اسپورٹ مین ہیں۔

یوٹر خانہ بدلتی دیکھتا کہ مایکس سا نظر آنے لگا۔ فیاض نے اس کی طرف  
 ہاتھ ہلا کر کہا۔ "آپ کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ ڈاکٹر کرنل ڈیڑھ برگ سے بولا بیٹھے  
 کرنل جو تین آئیر لائنوں سے عمران کا جائزہ لے رہا تھا کچھ دیر بعد اس کا کامیاب  
 چھپتا ہوا بولا۔ "تم بہت اچھے رہے۔ اے وہ ہاتھ تو کسی چشمہ ورنہ کلاب کا معلوم  
 ہوا تھا مجھے۔۔۔ کس سے سیکھا۔"

"سب اللہ سکھا دیتا ہے۔" عمران تہہ زار بولا۔

کرنل ہنسنے لگا پھر اس نے فیاض سے مخاطب ہو کر کلاب کی بات چھیڑ دی اور  
 فیاض جلدی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ قوسل ہسپتال پہنچ جائیں۔"  
 "آہ... ہاں... ہاں... اچھا! ڈاکٹر برگ! اٹھا ہوا بولا۔ لڑکے  
 کبھی ہمارے گھر بھی آؤ۔ بڑی خوش ہوگی۔"

"صندوق... صندوق... عمران سر ہلا کر بولا۔

ڈاکٹر برگ دونوں سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد  
 فیاض کچھ کینے بنی والا تھا کہ سرسطن کا اسٹین پھر گھس آیا۔ اور فیاض کو گھور کر  
 دیکھا کہ بولا۔ "تو یہیں دیکھ لوں گا۔ تم میری بڑی قوی بن چکے ہو۔"  
 "اے یہ بڑھا تو جان کو آگیا ہے۔" عمران نے فیاض سے کہا۔

فیاض کے کچھ کہنے سے قبل ہی بڑھا وہاں سے چلا گیا۔

"میں خود سوچتا رہا ہوں کہ آخر یہ بڑے میاں کس مٹی سے بنے ہیں۔"

"چلتی مٹی سے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔  
 "ذرا سہرا ہو۔" بیٹھے بیٹھے اس طرح ہاتھ چھوڑ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ  
 کسی ارادے جیسے کی طرح اڑیل قدم کلا کا ہے۔  
 تم خاصا عرصہ داخل دے بیٹھے تھے۔ مجھے وہاں کے آؤں کی پٹائی کرنا میری برائی  
 ہے۔"

"کس کس مت کرو۔" داخل نہ دینا تو معلوم ہوتی قدر وہ عافیت۔  
 عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو محسوس دی۔

پھر انہوں نے گراموفن کی سوئچ کا ذکر کر دیا۔

"وہ تیسرا کون ہو سکتا ہے۔" فیاض کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

کون کچھ نہ بولا۔ اسنے میں دوا زادہ پھر نہر سے نکلا اور جہاں نافشر مائر ٹھہرے  
 جہاں جہاں ہوئی اندر داخل ہوئی۔ عمران کا منہ نکلا اور پھر بند ہو گیا۔

ناؤ نکلا میرا پرس۔ "وہ فیاض کو نظر آنا کر کے حرائی

"م... بپ۔" عمران بولکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"نکلو۔" وہ ہاتھ جڑھا کر حرائی۔

"یک کی تم لیت۔" فیاض مسکایا۔

میری تیسری حالاً ہیں۔" عمران نے ارد میں کہا لیکن اتنی اورد تو جہاں سمجھ ہی  
 تھی۔ رانت پچتی ہوئی بولی۔ بہت بری طرح پیش آگئی تھی۔ یہ  
 بہت بات کیا ہے۔

تو سنے میرے ڈیڑھ بیگ سے پرس نکال دیا ہے۔

فیاض بس چلا۔

تو جب کچھ سے جہاں۔ جہاں جڑے ٹھہرے میں تھی۔

”اور کچھ بچہ“

”لاڈ۔ میں کہتی ہوں چپ چاپ میرا پرس مایس کر دو“

”کہیں دھم بھڑا ہے آئی۔“

جولیا نے آگے بڑھ کر میز سے رول اٹھایا۔

”یہ سالڈ رائٹ تھا ہے۔“ عمران متکدرا انداز میں بڑبڑایا۔ ”محبوبہ کے آبا جی“

سے تو بھد میں معافی مانگ لی تھی۔ بتاؤ کہیں اب کیا کروں؟

”بات کیا ہے۔“ فیاض نے پوچھا۔

”اس سوراخ سے میرے دفنی ایک سے میرا پرس اڑا دیا تھا میں سو بارہ دیکھتی

اس میں۔“

”تو بہت بڑی بات ہے۔“ فیاض نے متکدرا بھبھ میں کہا پھر جولیا سے

”آپ بڑی بے تکلفی سے یہ رول استعمال کر سکتی ہیں۔“ کہنے تو میں ہاں ہلا جاؤں۔

”نہیں آپ بھی آخر کین رکھنے۔“ جولیا نے جھپٹے پیچھے میں کہا۔

خوشی دیدنک خاموشی رہی پھر جولیا بولی۔ ”سچ کہتی ہوں سر میرا پرس اڑاؤں۔“

”آپ خواہ مخواہ اپنے الفاظ ضائع کر رہی ہیں۔“ عمر ترہ نے فیاض پیش کر دیا۔

”جو کچھ کرنا ہے کر کر دیتے۔“

جولیا اسے بھی فیصل نظروں سے گھورنے لگی۔ پھر وہ بھی بیٹھ گئی۔

عمران کے انداز سے بے تکلفی نے میر جوری تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے جو

اس سے غم دکھانے کی فرمائش کرتی رہی ہو۔

کافی دیر وہ خاموش بیٹھی رہے پھر عمران بولا۔ ”اب نیچے کی کب رہی؟“

”بزرگ نہیں۔“

”کیا قصہ ہے بھئی۔“ فیاض ریشہ خلی جوا جا رہا تھا اور عمران سوچ رہا تھا کہ فیاض

جولیا سے پہلے بھی کبھی مل چکا ہے۔ انہیں اسے تاؤ دے رہا ہے جولیا کو آخر فیاض

موجودگی ہی میں چڑھ دوڑنے کی کی ضرورت تھی۔

”قصہ بے قصہ ہے۔ اس بے قصہ کوئی دیکھی نہ ہوئی ہو بیٹے۔“ عمران نے

شک پیچھے میں کہا۔

”میں کہتی ہوں۔۔۔“

”عمر ترہ۔“ عمر ترہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”جوسکتا ہے۔۔۔ مگر اسی صورت میں

جس کھانے کا بل دفنی غنمی ہو جائے۔“

”دلیل جو رقم۔“ جولیا دو ہانسی سی منی کے ساتھ بولی۔ ”جو بھی سہی۔“

عمران نے جیب سے پرس نکالا۔ اور اس میں سے دس کے کئی نوٹ کھینچے

جیب میں ڈال دیے پرس جولیا کی طرف پھینکا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھانے۔“

جولیا عمر ترہ کی جیب سے گالیاں دیتی ہوئی اٹھ گئی۔

”حب وہ جی لگتی تو فیاض سے عمران سے کہا۔“ کون فنی۔“ میرا خیال ہے کہ میں

کافی اسے کہتی دیکھ چکا ہوں۔“

”یاد کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ کہاں دیکھا تھا۔“ عمران اٹھ بول دیا۔

”میتھو بیٹے۔“ اتنی مدتی کہاں بیچھا چھوٹا ہے۔ لہذا آخر میری بیان تو ابھی جوا

نہیں۔۔۔“

”جو سے گھوڑا آگے۔“ عمران نے انکھیں نکالی۔

”اس قسم کی گھوڑا۔“

عمران دھم سے کمری پر دوپیر ہو گیا۔ خوشی دیدنک کچھ سوچا رہا پھر معزم

پرس بولا۔ ”میں سنہ آج ٹیک آرڈرٹ قسم کی ڈیکوں کو خط لکھنے کے علاوہ

نہیں تھا۔“

”جی ٹھیک ہے۔“ جولیا نے ہوا کو پیٹ کر

”جی ٹھیک کرتا تھا۔ ایک آرڈرٹ روٹی کر۔ اس لیے نہیں کہ وہ ضرورت تھی

محض اس لیے کہ وہ آرٹسٹ تھی۔۔۔ وہ یہ کیفیتیں تو صوف شوہر کی بجائے  
پر لوگوں کے لیے پیدا کرتی ہیں آرٹسٹ وارث سے انہیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے  
”پھر کیا برا۔ اس نہیں کہتے۔“

”میری کسی نفسیانہ بات پر بخدا ہنسنی۔۔۔ عمران کی مٹھرا۔“

”تو وہ اب تو اسے نہیں مٹتی۔“

”وہ حق تو پہلے ہی نہیں بتاتی۔“ عمران نے خندیں سانس لے کر کہا۔ ”بیسے کر کے  
خطوط پرے آرٹسٹک ہونے سے اپنے اصل سے اتنی بڑی ایک معصوم لڑکی  
بڑی اچھی تصویر بناتی تھی۔ کبھی کبھی اپنے ایک پیرزے کی جیسی جتنی تھی۔“

”پھر شادی کرونا مسدود۔“

”جنت نہیں پڑتی۔ ایک بد موڈ کی خرابی کی بنا پر کچھ اوٹ ٹانگ بائیں  
تھیں۔ اس لیے خط لکھنے چھوڑ دیئے۔“ عمران نے کہا اور ایک خندیں سانس لے کر  
ناراض ہو گیا۔

”اور اسے کیوں وقت ملے گا کہ میرے ہومیل۔“ فیاض جھپٹی ہوئی ہنسی کے ساتھ  
”تو ارادہ معاملات میں سیدھی میرے لیے۔“ گھریہ کو نکل گئی۔

”کہہ دو یا اتنی باتیں میں نکستی مٹتی۔“

”میں نے اسے کہاں دیکھا تھا۔“ فیاض چھت کی طرف منہ اٹھا کر یہ دانت

پر زور دینے لگا۔

”نہیں یاد آئے گا۔ وقت برباد نہ کرو۔“

”اوہ۔ تمہارا بیان۔“ فیاض چونک کر بولا۔

”خیر۔۔۔ میں جارہا ہوں۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”میرے سلسلے کے

کا بیان کافی ہے۔ خانہ پر کسی کے لیے میرا نام بھی تو لگایا ہے اس میں۔“

فیاض نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ لیکن آواز نہ نکلتے سے پتلی ٹرائل۔

پھر جیسے ہی وہ نیم روشن برآمدے میں پہنچا لوہی نے پیچھے سے گردن دوڑا دی۔  
تیز قسم کے تھن گوشت میں دھتے ہوئے محسوس کئے۔ اور کسی حالی پہچانی ہی خوشبو  
کا بھکا کرتہ شام سے ٹھکایا۔

”جوں۔ وہ طرابا۔ چھوڑو۔ گردن۔“

”نہیں چھوڑوں گی۔“ بھول کی آواز کانوں میں گونجی۔ بھر کسی خدی پکے کا سا خفا  
عمران نے آنکھ کھلا کر لڑکی کی کٹلی۔ اور جو بیا کے جوتوں سے ایک سسکاری کی نکل  
اور گردن پر گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ عمران تیزی سے مڑا۔

”کیوں میری جاں کو لگی ہو؟“ وہ رو دینے کے سے انداز میں بولا۔

”میرے دہلے۔“

”خفنی خفنی پر راضی ہو گئی تھیں تم۔“

”برائی بات ہوئی۔“ ادا وہ جمل دیا ہے۔“

”گھریہ! فیاض تو اب کڑا ہی دو۔“ دیئے ہیں اور بلاؤ میں بڑی اچھی قسم ہو۔  
”کیونکہ تو ایسا لگتا ہے جیسے حلال چمک رہے ہوں۔“

”تو اس بندہ کو روپے دے اور پس کر دے۔“

”اب نہیں۔“ کیونکہ نواسکا میں رہنے کے چہرے رکھلاؤں گا۔ کہ بیت اٹ ڈانگس  
بیس لگے۔ دیئے اور وہیں گمائے ہوئے کتے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔“

”اب کتنی ہوں لگا کر دے۔“

”یہ تو اعلان خود سرور تھا۔“ فیاض نے غصے سے ہوا ایک شرعہ کے ساتھ۔“

”کو مہدی سے۔“

”کیونکہ نواسکا۔“

”اب کیا کر دے۔“

”اپنی حالتوں کی تلافی۔“

”میلو۔ یہ وہ شخص ہے جسے میں چاہتی تھی۔“

کیسے نہر کا زیادہ دور نہیں تھا۔ دونوں ٹران اب بھی اس پاس ہی موجود تھے  
سیٹے میں چھپکے ٹران نے قہقہے کیسے کا مخرج کیا۔

”نہیں۔ ہاں میں ہی بیٹھیں گے۔“ جو بیٹے نے کہا  
 ”وہاں کھاتھڑا ہی ہاڑوں گا نہیں۔ اتنی ڈر، کچک کب سے ہو گئیں۔“

”چلو“ وہ رانت میں گر پڑی۔

میکین میں میچکار اس نے ایک کرسی سنبھالتے ہوئے پوچھا: "اب کیا ہے یہ۔"

مفتواری سے جس علاقے میں کھنڈیہ عمران نکھکیا

”میں نہیں کھاؤں گی۔“

”باتھ جڑتا ہوں : عمران ! باتھ ہو کر کھڑا ہو گیا پھر جیب میں باتھ ٹال کر اس کے رویے نکالتا ہوا بولا : یہ لو۔ ٹخن لینا اچھی طرح۔ میں کوئی بچی کی تھوڑا ہی۔۔۔۔“

بیس اکثری صانعاے کہ شہر بھر کی خالاحالوں کو بھرتا پھردوں۔ !

”یہاں اس شے کی وجہ سے روزِ تفتیش ہمارے سامنے ہے۔“

"میں نے اپنے لیے ایک کمرہ لیا ہے۔ یہاں سے آپ کو دیکھ سکتا ہوں۔" ... سوئیٹر برائڈ میں

ہندو لگتے ہیں کہ ان کے لئے یہ سب کچھ ہے

۱۰۰

[illegible]

کہ انہیں کبھی نہ ہو جائے مثلاً کہ نہ ان کا جسم نہ ان کا من نہ ان کا دل نہ ان کا

یہ باتیں ہیں۔ اور پھر وہ اپنی ساری جگہ برائے برائے ہیں۔

یہاں عمران کی حال عالی سی سی۔ والدین وزیر مصلحت سکول پر یہ

نام کے لئے اس کا کہہ کر ان کے دھرم کے ماحول کو پسند

حق دانی۔ ادھر عارفانہ ہے یہاں پر۔“

کہ دیر بعد دیر ایک ٹرے میں دو پیٹ دس ملائی لایا۔ عمران نے ایک پیٹ

یہ کہتے ہیں وہ جھک کر اسے دیکھتی ہوئی ہوں۔

سبس طلاق ہے، عمران نے دانت پر دانت جھکا کر کہا۔

جوں سے غلوڑی سی جھجک : شہر لذت محسوس کرتا رہی پھر ذرا ڈاکٹروں کا کھانا

و من یکدیگر سرور و برادر و رفیق و دوست و زانکه سرور

اور کہا۔۔۔ مژدہ آجائے نہ گا۔۔۔ میرا ان بھوکے بچوں کو خوشی ہو کہ بولے۔

میں نے یہ کہہ کر اس کی طرف سے ہنس بھرا ہوا جواب سنا۔

یہ سب کچھ سن کر وہ بے ہوش ہو گیا۔

یہ ہے میرا حوالہ ہے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے اللہ! میں نے اپنے لیے یہ سب کچھ مانگا ہے۔"

بزرگواروں کی ساری باتیں : بڑیا  
 ...

دریغی و زاری

اسکولوں میں

ای۔ ای۔ ای۔ ای۔ ای۔ ای۔

فرن کی آگھوں میں شرارت آمیز چمک بھٹی۔

اساتذہ کرام! اب اس وقت کن کھڑے؟

خدا یہ تبار... تم نے مجھے ملات کر دیا یہ نہیں ہے

”غل...۔۔۔ بانگل! جویا ہنس پڑی۔ لیکن اس کی پٹلیں جھکی پڑیں ہی تھیں۔

”اگر یہ وہ جہانی بیٹے وقت منہ پر ہاتھ رکھ کر ہوں: کس غضب کی نیند رہی“

... یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ میرا سر۔۔۔ قوم۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔

میں نے اٹھنا چاہا.... لیکن نہ اٹھ سکی۔ گردن کسی کی پشت پر جم گئی تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

عمران نے میز کے پاس سے نکلے ہوئے پل سوچ پنا نکل رکھ دی۔ کہیں سے بزرگ کی ہڈی اڑاؤ آئی۔ اور دوسرے ہی لمحے میں وہی ویٹر داخل ہوا۔  
"لاؤ۔" عمران نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

ویٹر نے جیب سے ایک نیل کٹر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اب جاؤ۔ جیب میں سے جیلا جانا تو اسے اس کے گھر پہنچا دینا۔" جانتے ہر مان۔

"جی ہاں۔" ویٹر نے جیسے ادب سے کہا اور باہر نکل گیا۔

عمران نے جیلا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے پٹے جاتے بے اثر ہدف نشانی اور سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑ کر حرکت شروع کر دی۔

جلدی وہ دونوں ہاتھوں کے خاص تلاش دینے میں کامیاب ہو گیا۔ جیلا نے دو مان غنیمت کی جی حرکت نہیں کی تھی۔

خاص تلاش کروا اٹھ کھڑا ہوا۔ تینوں کی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا چلے اور آخر آخر ہتھیار با۔ پھر کین سے نکل کر پڑھ بڑا کر دیا۔

اب وہ ہنسے طیفان سے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

فلٹ ہاتھ پھیر کر ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک جانب چلنے لگا اسے صوفیہ کو اس کے دونوں ہاتھ اس وقت بھی خاصی چوکی سے ساتھ اس کی دیکھ بھا کر رہے ہیں۔ دفعتاً کسی نے اس کے شانے پر زور سے ہاتھ مارا۔ عمران جھجکا کر پٹ۔

بار اس کے کوٹ کا کارٹر سلطان سے بڑھے استوکی گرفت میں تھا۔ عمران نے میز پر تکی پر ایک صحن خیریں مسکا ہٹ پہنچی تھی۔



وہ عمران کا کارٹر لے اور سختی سے ہونٹ جینے اسے کڑے چوروں سے گھونٹا رہا۔ عمران کی مسکاباٹ اور وسیع ہو گئی۔

"اب کیا ہے نکل ڈھڑے اس نے پوچھا۔ کب بچھا چوتے تھے؟"

"خیر پتے پتے ہو تو۔ میرے ساتھ ٹپ ٹپ میں واپس ہو۔"

"چلو۔" عمران نے لاپرواہی سے شانے سکڑے اور ڈیسے چوڑ دیئے۔

بزرگ نے اس کا رچھوڑ دیا تھا اور اب خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

عمران نے کئی بار کھیریں سے اسے دیکھا لیکن کچھ کرلا نہیں۔ ویسے اس کی آنکھوں میں کئی سوال چل رہے تھے۔

وہ پھر ٹپ ٹپ ٹپ ٹپ کی عمارت میں داخل ہونے اور بالی روم کی طرف بڑھتے گئے۔ یہاں اب بھی نفس ہو رہا تھا۔

"اب نکھاؤ۔" ہنسے نے رفاصل کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب کسی کے ساتھ ناچ کر دکھاؤ۔"

"آپ بہت پرستان معلوم ہوتے ہیں۔ انکل۔۔۔ آئیے گیلری میں بیٹھ کر لطیف سے باتیں کریں۔"

"تم نے پٹے کے بعد سپر مڈلٹ کے پٹے سے بھی کھل لیا گا۔ جس نے کنٹرل کے سامنے میری قوتیں کی تھی۔"

"آپ آئیے تو ہی۔" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گیلری کی طرف کھینچا ہوا ہوا۔ ہاتھ اس طرح مل رہا تھا جیسے زبردستی سے جا بجا رہا ہو۔

ایک غالی میز پر وہ بیٹھ گیا۔ حالانکہ اس پر ٹپسے ہوئے کارٹر پر زبردی ڈھ

لکھا ہوا تھا۔

لوٹھنے اس پر نظر ڈال اور اٹھا ہوا ہلکا کیا اب جو تھے بھی کھواڑ گئے۔  
 بیٹھے۔ بیٹھے۔ اس وقت کوئی مینز صفی نہ لگے کی سب کوئی آگے کاٹھ جا بیٹھ گئے  
 "اگر کوئی دیشتر مزاحیہ کر چکا تو۔"

"سب بچا تھے۔ بیٹھے۔ اور تہہ تک عقل کی وجہ سے۔"

"میں نے ذہن پر ابھی جس سب سے گفتگو کی تھی۔ وہ تمہیں جانتے ہیں انہوں نے  
 کہہ سکتے کہ اگر کسی دشواری میں پھنس گیا ہوں۔ تو تم سے ضرور مدد کرو۔"  
 "بالکل ٹھیک کہا انہوں نے سب فرما رہے۔"  
 "وہ کیسی پرورش ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس پر پوٹو کے دوسرے پڑتے ہیں۔ عمران نے کہا۔  
 بڑا حاکسی صحت میں چڑگی۔ پھر بولا۔ دیکھو۔ میں بڑی اکھن میں ہوں۔ مجھے ویسا  
 عروس سودا ہے جیسے میرا کتاب کیا جا رہا ہے۔"  
 "کہہ رہے کیفیت ہوئی ہے۔"

"کیا تیار۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر میرے کہیں لٹکا ہوا ہلکا سب سے  
 سے اس بڑکی سے ملاقات ہوئی ہے۔  
 "ملاقات کب ہوئی تھی۔"

"ڈیڑ ماہ پہلے کی بات ہے۔ طوطی مل چکی تھی۔ میں تو سر پر بھی نہیں لٹکا تھا  
 میری عمر دیکھ ہی رہے ہو۔ تم خود ہی منکرہ اڑا رہے تھے۔ یکس خواہش تو اس عمر  
 میں بھی نہ نہیں ہوتی۔ مگر کوئی تو کی خود خود تندی طرف کھینچے آئے تو کیا کر گئے۔  
 وہ جھپٹے ہوئے انداز میں ہنسا۔ پھر خاموش ہو کر کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد بولا  
 "اسے وہ فرشتے ہی فرشتے۔ ہمارے ملاقات جو زمانہ کی ذمہ کے چکر میں پھنس کر رہ

گئے تھے۔ ایک دن اللہ میں سے ان فرشتوں نے کہا آخر یہ آدمی کیسی صوف ہے۔۔۔  
 کتنی گندگی پھیلا رکھی ہے اس نے زمین پر۔ ایک چم فرشتے ہیں! درگاہ خداوندی سے  
 ارشاد ہوا۔ اگر تمہیں وہ چیز چھڑا کر دی جائے۔ جو آدمی کو دی گئی ہے تو تم بھی دیے ہی  
 چلا گئے۔ فرشتوں نے کہا تو جو جاسے امتحان۔ لہذا وہ چم فرشتوں کو چھڑا کر دی گئی اور  
 وہ زمین پر آئے۔ یونان کی ذمہ پر نظر پڑی۔ دیا نے جھٹکے۔ ڈور سے ڈالے اس پر  
 اور وہ حرکت سر نہتی ہو گئی۔ جس کے لیے آدمی کی نظروں میں غماز تھا۔ پھر سزا  
 کے طور پر چاہ بابل میں انہیں قید کر دیا گیا۔  
 "ہوں۔" عمران سر ہلکا کر بولا۔ اچھا تو پھر کل شام کو صمد میں وہ کوئی فرشتہ ہی تھا۔  
 "فرشتہ۔ کیا مطلب ہے۔"

"کل بخوریدہ روئے کے چرا ہے پر کھڑا شکل نے کا منتظر تھا۔ پاس ہی ایک بڑے  
 میں موجود تھے سرخ ڈاڑھی والے۔ اتنے میں قریب سے گداز بدلتی والی ایک  
 نیلی گزری۔ جسے میں نے زبان جوڑوں پر پھیری۔ اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔  
 "اور اس طرح مزہ چلانے لگے جیسے۔۔۔ بیسے۔۔۔ اسے باپ ہے۔ عمران  
 کو ہوش ہو کر سہنے لگا۔ پھر رات بھر نے ہی سے پوچھا۔ فرشتہ ہی ہو گا کوئی۔ دیکھو؟  
 "بہت تیز جھم۔" جوڑا، نگلی پنا کر بٹنے لگا۔  
 عمران سعادتمند انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔

"اؤ۔ تم نے کہہ لی کہ ہمیں چیل دی۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ خود ہی مجھ  
 سے لی تھی۔ اب کہتی ہے کہ مجھے وہاں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں کسی بڑے سے  
 تندی کر دوں گی۔"

"واقعی؟" عمران جبکہ کہ بولا تب تو بڑی اچھی بات ہے۔  
 "میرا مذاق ڈاڑھا۔ سفید گی سے سوز۔"



”ہاں بھئی۔ اور یہ کہ تار۔ پرورش آنے پر اٹھا تو ایک بڑا بھیا پس سے گزار دیا  
تو جھکی چھ جھوت کہہ کر کچھ سے لپٹ گئی۔“

”تم سے۔“

”اور ہاں۔ مجھ سے بھلا کیوں کیا میں کچھ خطا کر گئی۔ ماس ٹھکانے میں ہیں میں منتظر رہا  
.... یہ کہ تار۔ مقرر تم۔“

”ہم۔۔۔۔۔ مجھے شاید نیند آگئی تھی۔۔۔۔۔ جاگ کر تم غائب تھے۔“

عمران ہنسنے لگا۔ ہنسی اس بات پر آئی کہ میرا ہی آنکھ تو اس سے تھک چکی تھی  
پراسکا مارے اینجنٹوں نے اسے بیوقوفی کی حالت میں گھر بھیجا ہر گاہ۔

”تم نہیں سمجھ رہے ہو۔“

”تم سمجھتی نہیں۔ کوئی ایکٹیو وی کر گیا میرے ساتھ۔ دو دنوں کو خواب آدہ رہا  
ملائیاں کھلائی گئیں اور میرے ہرے ہانکے پھیلے میرے پر کہ تار۔ اللہ تبارک سے  
وہ ٹھنڈی سانس کے کرنا خوش ہو گیا۔“

”آخر وہ کن ہو سکتا ہے۔“

”پتہ نہیں۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا۔“

”اچھا تب۔۔۔۔۔ بحریہ سے مسئلہ منقطع کر دیا۔“

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچا رہا۔ پھر ایک خرافات پریر سکا بٹ پر تھوڑا  
غور ہوا ہوا۔ اور وہ اچھل کر برسرے قمرشل پھرتا رہا۔ چوت آئی تھی شاید اس حرکت  
کی بنا پر۔۔۔۔۔ کیونکہ کورٹش سے اٹھتے وقت کا اٹھا۔ اب وہ اس کمرے کا  
حرف جاری تھا جہاں ایک شکر کا فن رہتا تھا۔

جریان منتظرہ وارٹر کے فریڈرائس کئے۔ حراب سننے میں دیر نہ لگی۔ وہ بانٹھ میں  
میں یکیشیت ایکٹوٹو زایا۔ تمباکوا فن عمداً نیچے رہتا ہے۔“

”جی۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔“

”ایک کن تقاضا پر۔“

”وہ۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔ عمران۔۔۔۔۔ جناب۔“

”ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تمباکوا داغ بھی پہن گیا ہے۔ کیوں؟“

”ہیں۔ میں نہیں سمجھتی جناب۔“

”ٹپ ٹاپ جسے کی ضرورت تھی پریش آئی۔“

”جی ہاں۔ پریشی۔ کوئی کام نہیں تھا جناب۔“

”تمہیں جب کئی کام نہ ہو تو دوسروں کے کام میں دخل انداز ہوتے چھڑنا کہیں  
کی دانشمندی ہے۔ نفردا ہر۔“

”میں سمجھتی نہیں جناب۔“

”تم دو دن سے اصل کام کو نظر انداز کر کے ٹپ ٹاپ میں حاصی بیوروگیاں میلانی  
تھیں۔“

”جی وہ۔۔۔۔۔ عمران۔۔۔۔۔“

”جو اس سمت کرو۔ اگر تاج والی سزا پر جی کا نہ ہوئے تم دو دن کے تو۔۔۔۔۔“

”ہم۔۔۔۔۔ معافی چاہتی ہوں جناب۔“

”اور ناخوشی کے ہاتھ میں تو پہلے ہی تمہیں آگاہ کیا جانا رہا ہے کہ انہیں بڑھنے  
نہ دیا کرو۔ مناسب کہ عمران ابھی تک مٹی کے تیل سے مزہد حصور رہے۔“

”آپ نے ایک بدلہ طلب۔“

”نہیں۔ اتم لب اشک استخوان کر سکتی ہو۔۔۔۔۔ تمہاری رنگت اس سے طاقت  
رہے۔ البتہ گدی رنگ کی دیس ڈاکیوں کو لب اشک استعمال کرتے دیکھ کر کھنکھ  
ہے۔ وہ تو عمران کے قہر کے مطابق۔۔۔۔۔ اچھا شب بخیر۔ آئندہ محتاط رہنا۔“



میں عورتوں کی عزت کرتا ہوں۔ درنہم کبھی کسی ٹرسٹ بن جی ہیں پانی جاتیں۔؟  
 عمران نے غصہ سے مطلع کر دیا۔

لیکن حجاب گاہ میں دوسرے فن کی نمائش بج رہی تھی۔ جھپٹ کر وہیں پہنچا۔  
 ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کوئی حرکت اس کا نام لے رہی تھی۔

”ہاں۔ آپ کون ہیں؟“ عمران سے پوچھا  
 ”مارغلا۔ ڈاکٹر کی بیکری“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں سول ہسپتال سے  
 بول رہی ہوں۔“

”اب کیس صعبیت ہے۔“

”اچھی ہول۔ جملہ چکر کھتی ہیں۔“

”اور ڈاکٹر۔“

”ہوش میں ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اچھی نقل و حرکت سے باز رہیں تو بہتر  
 ہے۔۔۔ دیکھئے عمران تم نے صرف ایک بار بھی اپنا فون نہیں لیا تھا۔ میری یادداشت  
 کی داد دو۔“

”حوریت یادداشت کے لیے ہی مشہور ہے۔“

”دل اچھو رہا ہے کیا کروں۔“

”لوڈ کیوں نہیں کیلیٹی۔“

”کی تم سو رہے تھے۔؟“

”نہیں۔ ارادہ کر رہا تھا۔“

”تو ہمیں مہاؤنا۔ میں انتظار کروں گی۔ اب کی کوئی سوکر۔ میں تو بچ بھینچ  
 عمران سے طویل سانس لی۔ اور جرنل سکڑ کر سر کھینچنے لگا۔

”چلو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”توجہ نہ دے جو۔“ میں تو کڑے آئس میں ملو گی۔ اس وقت میں صرف ایک ہی  
 خوش، غلام بیٹی ڈاکٹر کی ڈیوٹی ہے۔ سے کوئی مڑاؤ نہ ہوگا۔

”آپ کا جملہ۔“ عمران نے عروسی آواز میں کہا

میں منٹ بعد وہ ہسپتال میں تھا۔ وہ صوبہ جی میں ملی۔ جس بیٹی ڈاکٹر کا ذکر  
 اب پر کر رہی تھی۔ شاید کسی مریض کو دیکھنے پہنچی تھی۔ یہ صوبہ دار تھا تنہا ہی ملی  
 ”جو۔“ وہ بڑی گر خوشی سے عمران کی طرف جھنکی۔

حوریت نے ہاتھ ڈھیلا چھوڑ کر مصافحے کے لیے بڑھا دیا۔

”کیوں؟“ مصافحہ کرتے وقت مارغلا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ تم کچھ  
 کے نیچے سے نظر اڑ رہے ہو۔“

نظر تو آ رہا ہوں نا۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر ہوا سے روٹھ گیا۔

ایک جمادی میں جی ملی۔۔۔ اور وہ احمد، ملازمین پلکیں چپکائے لگا۔

”نہیں میری صحت یابی پر غور نہیں ہوتی۔“

”جولن چاہیئے۔“ عمران احمد امداد میں بولا۔

”خفا جو عازن گی نا مارغلا سے بچکانہ انداز میں کہا۔ پھر کھدو دیرھا عرش وہ کر  
 لی۔ تم جیسے کیوں ہیں؟“

”یہ بیٹھنے کا وقت ہے۔“ عمران نے پھاڑک سے دالے پیچھے میں پوچھا۔

”مر حیاں سے کہ تم جاگ رہے تھے۔“ مارغلا نے جھپٹی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا  
 ”کہ جی تم نے ریسیور اٹھا ہوا تھا۔“

”م۔“ غمزدہ سنی کیسی ملی۔۔۔ مارغلا۔

”میں خود نہیں جانتی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ براہ سے گزرنے والی دین جی سے  
 جی جی۔“

”نہیں کیوں؟“

”خدا جانے۔ اس کی چہن کے ساتھ ہی سر چکر نے لگا تھا۔“

”ڈاکٹر کو تو نے اس کے سامنے میں بتایا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے اس کے پاس جانے ہی نہیں دیا گیا۔“

عمران کسی سوچ میں چڑا ہوا نظر آ رہا جو یقین معلوم ہی ہو۔ ہاتھ میسے کچھ سرخ ہو رہے تھیں یہ بھی گواہ کہ انہیں کھول کر بھی دیکھ سکتا تھا۔

”آج صبحی بہت ہے یہ ہاتھ سے کہا۔“

”وہ۔“ عمران چونک کر اسے گھورنے لگا۔

”میں نے کہا آج صبحی بہت ہے۔“

”اور تم نے اسٹانگ بھی نہیں پہنے۔“ عمران نے برگزاندہ رخ کہا۔ ”میں کل صبحی ہوں کہ سر دکھانک کی سفید خام عذیں شاید اسکا سے چبا کر کٹی ہیں۔“ بھی تو۔ اتے اوکھے اسٹن میں رہ کر بھی اسٹانگ نہیں بنتی۔“

”میں نے ایک لڑکی دیکھی تھی۔“ مارحہ اولیٰ اس کا ہاتھ مجھے بہت اچھا لگا تھا ہنڈ لہو پر مڑھا ہوا۔۔۔ بہت اور انھوں پر پڑی حسین سونٹیں تھیں۔۔۔ اسے کیا کہتے ہیں۔“

”بڑی دار۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا ہلا لہ اکثر مرد بھی پہنتے ہیں۔ لیکن وہ میری جگہ دیاں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔“

”مرہیں پر تو چھانڈ لگتا ہوگا۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک ہاتھ سے کچھ اس قسم کے ٹھوکر کی آواز آئی جیسے بہت سے ٹکے آپس میں ٹپٹپے ہوں اور ان کے صق سے صرف فراٹیں نکل رہی ہوں۔ پھر ایک نسوانی جرج بھی سنائی دی۔ عمران دروازے کی طرف بچھا۔

میرا آئینہ میں، مدھر تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل جب عمران آیا تھا بہت زیادہ ہنسی قوت کے کئی جبب مدھن تھے۔

شور بدستور جاری رہا۔ عورت بھی مسلسل پیٹنے جا رہی تھی۔

”کون ہے۔“ کہا ہے، ”عمران دوڑا۔ اور تھیک کسی وقت اسے ایسے اب محسوس ہوا جیسے کوئی ہتک بھی، انگارہ بائیں بازو کے گوشہ کو چھید کر دھری طرف نکل گیا جو اس کے صق سے ایک کرنگ مڑا صحت سی نکل اور اب معلوم ہوا کہ جیسے اب وہ کھڑا نہ رہ سکے۔ لا۔ سر چکرایا اور وہ آگے پیچھے جھوٹا ہوا جار سے ٹک گیا۔ وہ ہنڈ ہاتھ باز رہ گیا۔ اور اس جیسے کوتاہ سے صبیحہ رونا تھا ہاں چنگاریوں کی جگہ تھیں۔

فارسلے آواز ہوا تھا۔ ”او اب رونا سے میں گھبرا کر نکلتا تھا۔“ وہ شور جس نے عمران کو ہاتھ سے آئے پر چھو کر کیا تھا کبھی کافر ہو چکا تھا۔

عمران تم کہیں جو۔“ ہاتھ کا حفرہ کی آواز سناتے سے ابھری اور چھوڑ کر دھرم سے ہی بھاگ دوڑی آؤ زیں آئے تھیں۔

جب پھر دستن ہو گئے۔ ہسپتال کا ملبہ ہر دے میں اکٹھا ہو گیا تھا اور وہ سب ایک دوسرے سے شہر کی وجہ پر چھ رہتے تھے۔ ہاتھ جھپٹ کر عمران کے قریب پہنچی۔ وہ اب بھی اسی طرح دوڑ رہے تھیں کھڑا تھا اور جھولے ہوئے بائیں ہاتھ سے خون دس دس کر غریب پر چھتا رہا تھا۔

”عمران۔“ عمران۔ یہ لگ۔ یہی ہوا۔ اس نے مدھنسی آواز میں پوچھا۔

”ڈاکٹر ڈاکٹر سے کہو میرے پریشانی کا انتظام کسے کرے گی کیسے میرے بازو میں؟“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

"گولی۔" ادھر اچھل پڑی۔ اور بیٹریانی اندر میں بھی تھوڑا کھڑے  
 ڈائیٹ ڈاکٹر جو تباہ ہوا ہے ہی موجود تھی۔ جھپٹی جھٹی دھڑلے۔  
 "ٹنگ۔ گولی لگی ہے۔ ان کے گولی لگی ہے۔" ادھر اچھلے۔  
 "گولی۔ کہاں لگی۔" کیچے لگی۔ "بھئی ڈاکٹر نے عروس سے کہا۔  
 "یہیں۔" ادھر سے میں کسی نے ڈاکٹر کا تھا۔ چھ پر۔ "عمران نے کہا  
 "لیکن لاٹو کی آواز۔۔۔"

"وہ بے آواز فارخا۔۔۔ جلدی کیچے کھڑے۔۔۔ خون صفت میں صانع جو رہا ہے  
 "اسے آپریشن تھیں لایا گیا۔ ڈیوٹی سرجن آپریشن روم میں ہی خواتین کے رہا تھا۔  
 اس طرح جنگاٹے جاتے ہیں اس کے چہرے پر پتھر کی سی ہوسے لگی تھی، اور اس نے  
 عمران کو اس طرح گھوڑا تھا جیسے کہ رہا ہو۔ "مری کہیں نہ گئے۔ اگر گولی لگی تھی۔  
 جب واقعات معلوم کرنے کے تھلائے ہوسنے پہلے میں بولا۔ میں کہتا ہوں جب  
 "تک رسس بڑکیں مینڈ میں کام کرتی رہیں گی۔ یہی ہو گا۔ آخر وہ کون سا کام ہے  
 جو میل نہیں کر سکتے۔"

"یہ کہاں کا قصہ چھڑو یا حضرت۔" "عمران بولا۔  
 "آپ بیان کہیں نشر تب لائے تھے اس وقت۔۔۔ کیا کسی نرس کا بیکر نہیں تھا  
 کیا آپ کے درمیں نے آپ پر گولی نہیں چلی۔"

ہو نہ کہ مارا تھا، مگر وہی اس سے یہ کہہ کر جن صاحبہ انگریزی میں گنگو فرما  
 رہے تھے۔ اس لیے ادھر پر بھی جھلاہٹ کا دورہ پڑنا ضروری ہو گیا۔  
 "بیکسی باہیں چھڑو یہ تم نے۔" دس عزیس تو اس کے آچھے لگی جھرنی ہوں گی۔  
 اسے کیا ضرورت ہے کہ بیکسی بیکسی رسس کے پیچھے مارا مارا چھرے گا۔۔۔ ہوش کی آواز  
 "بات بڑھ جاتی لیکن بھئی ڈاکٹر نے پیچ سب ڈاکڑا دیا۔"

گولی نے ہنسی کو گڑبڑ نہیں پہنچا تھا۔ شربابوں کو منتشر کرنے اور گشت کو چھپدنی  
 ہوتی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ کالی غصہ مہاتما۔ عمران کو گناہت محسوس ہو رہی تھی۔  
 "آپریشن کے بعد ایک ٹرائی جنرل مارڈ کی طرف سے چلی۔  
 "نہیں ہائیو ریٹ وارڈ میں لے چلے۔" ادھر سے کہا۔  
 "گولی کو خالی نہیں ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔  
 "یہ کون کہتا ہے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔۔۔ مگر وہاں ایک ہی ستر ہے۔  
 "وہ ٹکر دکر۔ میں صوبہ کچھ دیکھ لوں گی۔"

عمران اس کے بستر پر لیٹ گیا تھا اور وہ کو کسی کیچے عمران کے قریب بیٹھ گئی۔  
 "اب تم کہاں بیٹھو۔" عمران نے پھرانی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کی کلیں  
 نیند کے دہلے سے جھکی پڑی تھیں۔

"اب سو کر کیا کروں گی۔" "میں تو ہر روزی ہے۔" تم سو جاؤ۔  
 عمران نے آکھیں بند کر لی تھیں۔ سرشارت سے جھک رہا تھا۔ اور پھر مد  
 نے پوری طرح اسے اپنی گزشت میں جکڑ لیا۔

چھر جاگا تو دن چڑھ چکا تھا۔ ادھر اب بھی وہیں مٹل نظر آتی جہاں اس  
 کے سونے سے قبل بیٹھی تھی۔

"میسرے نمبر پر۔" رنگ کر کے۔ جو زف کو یہاں بلاؤ۔ اس نے ادھر سے کہا  
 "اسی جیسی کو۔" "ہاں۔"

ادھر سے چلی گئی۔ عمران نے کہا کہ وہاں کی کوٹ لی۔ پورا دھندلا  
 سے جھرا ہوا چھوڑا معلوم ہو رہا تھا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اس نے تو ہر جگہ کی شانہ بازی کے متعلق پہلے ہی کچھ نہ تھا  
مختصری در پر بعد رہا تھا نہ وہاں اگر بتا کر اس سے جرنل تک عمران کا بیٹا ہو  
دیا ہے۔

عمران کچھ نہ بولا۔۔۔۔۔ اب بھی ذہن پر غور موارفتی۔ ہو سکتا تھا کہ کچھ بات  
اسے کوئی تیز قسم کی غراب تو رہا بھی دی گئی ہو۔

فائنٹ اس نے پیٹے پیٹے جی کیا۔ کیونکہ مارا تھا اس پر غصہ بھی۔ پھر کچھ سے اس  
نے چائے بھی پلائی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی تو جاب کو لگائی ہے۔ اگر معاملات آگے بڑھ گئے  
تو کیا ہوگا۔

"ڈاکٹر نے نہیں بولنے سے تو نہیں روکا۔" مارا تھا سے مسکرا کر کہا۔

"ہوں۔" عمران بھی مسکرایا۔

"یہ۔ آخر کبھی بات کو چرکایا تھا۔"

"پتہ نہیں۔"

"کسی عورت کی پینس بھی تو سی تھیں میں نے۔"

"میں سے بھی کسی تھیں۔ پینس ہی کوئی ہیں عورتیں کوئی خاص بات نہیں۔"

"کی مطلب؟" مارا تھا نے انھیں دکھائیں۔

"کچھ بھی نہیں۔ مطلب صاف ہے۔ کہ تو نہیں بھی پینس پر ضرور کر دوں۔۔۔"

"ڈاکٹر کا کیا حال ہے؟"

"پتہ نہیں۔" مارا تھا کچھ سوچنی چلی بولی۔ مجھے ان کے پاس جانے ہی نہیں پاتا۔

"تم کب سے ہو ڈاکٹر کے پاس۔"

"بہت دنوں سے۔" جب وہ انگلیٹھ میں تھے تب ہی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔

وہیں نے مجھے ملازمت کی پیشکش کی تھی اور کہا تھا کہ وہ انشا کے مختلف ملکوں میں کام  
کرنا چاہتے تھے۔ مجھے یہیں جب سے ملک ملک کی سیر کا سونہ تھا۔ بہت آمادہ ہو گئی۔

"تمہارے والدین کہاں ہیں؟"

"اسکاٹ لینڈ میں۔"

"تو چھراپ تم کسی نہ کسی واپس ضرور جاؤ گی؟"

"ضروری نہیں۔"

"وہ والدین یاد نہیں آتے؟"

"ہاں سوچتا ہے۔" اور اس۔۔۔ ہاں ماس کی یاد گزرتی ہے لیکن کیا کیا مانتے۔

تم ٹوک پچھے ہو کر نہ کہنا ہے والدین تمہارے پیٹے کا تے جو رہتے ہیں وہ تم ڈارے

کی کہیں نہ جو جاؤ۔

"والدین نہیں۔ صرف والد۔"

مارا تھا نے لاپرواہی سے شانے کو کھینچا۔

"ڈاکٹر کے پاس کتنی عرصہ تک لگ گئی آتے ہو گئے؟"

"اکثر۔"

"کبھی کوئی کرنل ڈوم تک بھی آتا ہے؟"

"ڈوم تک۔ ڈوم تک!" مارا تھا کچھ سوچتی ہوئی بڑبڑائی یہ بات کہاں کر لی گلاڑ

"ہر جگہ بھی آتی ہے۔ کسی دفع گاہ میں یہوشس ہو گئی تھی۔"

"وہ میرے ساتھ ہی دفع کر رہی تھی؟"

"تمہارے ساتھ نہیں۔" مارا تھا کے بیچ میں جھلاست تھی۔

س میں یہ سوچ رہی تھی کہ پھر میرے ساتھ۔ اور اس کا بھی وہی تشریح ہو

کر رہا رہا تھا۔

”میں نہیں سمجھی۔“

”عزیزوں کی سوتی۔“

”نہیں،“ بار تھا اچھل پڑی۔

”یقیناً کرو۔“ بچی برا تھا۔ اس کے بازو سے مجھ سے سوتی نکلی تھی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔“

”تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کرنل ڈوسٹرنگ کے متعلق۔“

”نہیں۔ اس نام کا کوئی آدمی کسی نہیں آیا۔ لیکن مجھے مازہ تھا ہے۔“

”میں خود ہی نہیں جانتا۔“

”تو میں دو دروازے پر کسی نے دستک دی۔ مارا تھا، اٹھ کر دروازہ کھولا

آئے وہ لاہور تھا۔ جاکی ماس میں پولیس ملٹ جوشروں میں دونوں

دروازوں تک دھبے تھے اور پتلی کا دو تھوس سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے دوبارہ

میں ایڑیاں کھینچ کر سیٹ کیا اور لولا۔ اس میں کبھی بیٹھے ہوئے

”یہاں کبھی بیٹھے کوئی آدمی۔“ حیران نے حسیل آواز میں پوچھا۔

”حیران! یہ عجیب سے طوفانہ لہجے میں کہا

”نہیں۔ دروازہ کی گول۔“ میرا بیاں بازو دھکیلتا ہے۔

”کیا،“ جھڑپ کی آنکھیں حیرت سے چیل گئیں پھر اس سے دو کھانکر پوچھا

”تو محفوظ ہے۔“

”نہارا کھڑی ہی کی طرح۔“ اس کی پرواہ نہ کرو۔!

”وہ گول تھا بائیس بجے بناؤ۔ یہ بڑی خواب بات ہے کہ تم ایسی مہارت

سر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے

”ابے اندھیرے میں کسی نے مار دی گئی۔“

”کہاں۔ اور کب۔“

”یہیں بچل رت کر۔“

”قبیل چچاں کر گولی ہوائی گئی تھی یا پونہی کسی اور کے جسے کی تباہی حوت جنگ

گئی تھی۔“

میرا خیال ہے کہ میری آنہ پر نافرمانی کیا تھا۔ کسی بے آواز لہجہ سے۔

”اندھیرے میں۔“ جھڑپ نے پوچھا۔

”ہاں۔ ہاں۔ اندھیرے میں۔“

”تس تو۔ تب تو مجھے سوچنے دو بائیس۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں پوچھتا

”کس کے علاوہ۔“

”سبس کا نام غلط ہے۔“

”غلط!۔“ حیران نے حیرت سے کہا۔

”نہیں غلط! میرا مدمن ہے۔ اور دوسرا چار ماہ سے یہاں دکھائی دے رہا ہے

یہ حیران کی سماعت خلسے میں ملازم ہے۔“

”کس سماعتی تھے میں!۔“ حیران نے اپنے کوشش کی۔ لیکن مارا تھا بیٹھے ہوئے

”خبر نہ کہہ کر دودھ دیتی ہوئی تھی۔“ باتیں بیٹھے بیٹھے بھی ہو سکتی ہیں۔“

”جھڑپ اسے تہہ اور سطوں سے ٹھوکر رہ گیا۔“ حیران کے بیٹھے پر ہاتھ کھینکا

”تو نہ مل رہا تھا۔“

”تم فکر نہ کرو!۔“ جھڑپ جلدی سے بولا۔ اس میں کھڑے ہو کر گئے۔ وہ

”مجھ سے میں صحت آؤ زیر بڑا احمیات نہ لگا سکتا ہے دلیہ اس کا۔“ حیران کا انداز نہایت

”خوش آواز۔“

”ایک ہے کرنل ڈوسٹرنگ۔“

"میرے خدا بھر دی کرنل ڈیبرنگ"۔ مارتھا بڑبڑائی۔

"تم کسی سے اس کا ذکر نہیں کرو گی تبھیں اچھی لڑکی"

"کیوں۔ آخر کیوں؟"۔ اچھی پولیس آگے گی۔ اسے کیا بیان دے گئے۔

"جی کہ اندھیرے میں کسی نے مارا کیا تھا۔"

"مگر یہ کرنل ڈیبرنگ۔"

"اسے جہنم میں جھونکا!"

"بتہ نہیں یہ سب کیا جو رہا ہے اور تم کیا کر رہے ہو۔ کیا میں تبار سے گھر نہ  
فر کر دوں۔ ڈاکٹر نے تبار سے متعلق سب کچھ بتایا تھا۔ تباری والدہ ان کی مرعیت  
میں بھی ڈاکٹر کے ساتھ اکثر تبار سے گھر گئی ہیں۔"

"تم سب کچھ جڑ نہیں کر دو گی۔"۔ عروں سے سخت پیسے ہیں کہا اور مارتھا دہاسی  
جو گئی وہ سب کچھ بولی۔

"تم کرنل ڈیبرنگ کے پاس میں اور کیا جانتے ہو"۔ عروں نے جو زلف سے بولی  
"بہت کچھ۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے میرے ملک پر وہ بڑی تباہی لایا تھا۔"

"پتہ نہیں کہتے کالوں کا خون، اس کی گردن پر ہے۔۔۔ قتل عام کر دیا تھا یہ بڑا  
ملازم بھی خاوا غلاموں کی تجارت بھی کرتا تھا۔"۔ جیورج بریڈ کی طرح اس سے میرے

جو وطنوں کو فروخت کیا تھا۔

"یہ تو بڑا اکبریا آدمی ہے۔"

"ولدا عروم۔"۔ جو زلف سے عروں میں کہا یہ اس کی ماں ایک ملازم عروں  
شرابوں میں سے وہ یہ نہیں کس کا لفظ ہے۔"

"آؤ۔۔۔ جو زلف اسے دہسنے یا فحش سے گھونسا دکھا کر بولا۔ میں  
اس کی تادی نہیں ملے گی ہے جو فرانس کا شہر و نسب کھول کر بیٹھ گیا ہے۔"

"میں تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ایسے آدمی سے عروں ہی میں  
سرزد ہو جاتا ہے۔ جو زلف نے اپنا پرہیز سے کہا۔ وہ تم کو کھینا بائس کر کسی عروں  
میں آج اس کی۔"

خبردار۔۔۔ مجھے پوچھے بغیر ایک قدم بھی نہ اٹھانا۔

"میں کی جنت میں تم سے پوچھنے جاؤں گا۔"۔ تمام اب گھر چلو۔ میں بہت آسانی  
سے مارے جاؤ گئے۔ جب اس کو معذور ہو گا کہ اس کا نشانہ خطا ہو گیا تھا تو وہ  
پیسے سے پاگل ہو جائے گا اور دوبارہ کوشش کرے گا۔"

"ہسپتال میں مرے میں فاش ہے!"۔ عروں سر ہلا کر بولا۔ "میرا ملک نہیں  
کفن کا محفل طبر سے کسے گا۔"

"یہ کیا فضول باتیں تیرے کر دے تم نے۔ اگر میں مظلوم ہے تو نہیں گھر ہی  
چلا جانا چاہیے۔"۔ مارتھا جھلک کر بولی۔

"اچھی! کھنگو ہو ہی رہی تھی کسی نے درد اسے پر دستک دی۔ یہ ڈیوٹی  
ڈاکٹر تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ پولیس عروں کا بیان لینا چاہتی ہے۔"

"آؤ۔۔۔ دو تھانوں نے تیرا اور ڈاکٹر مل گیا۔"

"اچھی! گھوٹا اکا نام نہ لینا بائس۔"

"بکواس بند کر۔"۔ عروں نے کہا۔

"کچھ دیر بعد ہی سب انکسٹر کر کے میں داخل ہوں، جس سے مارتھا ہی کے  
پیسے میں کچھ پیسے بھی سوان ہسپتال ہی میں مارتھا پر چکا تھا! اس نے سب سے

بیل جو زلف کو گھور کر دیکھا۔ "تم کون ہو۔"

"ذیل جو زلف۔۔۔۔۔ جیوری ویت، ایکس جیپنٹ۔ جو زلف غرایا۔

"میرا ہڈی کا رڈ ہے۔"۔ عروں بولا۔ "اور ان رپورٹوں کو بھی نہ گھورے۔"

لائس جے میرے پاس :-

”آپ خود گزیرا راست سمجھ کر جناب :-“

”وارث ہے آپ کے پاس :-“

”جی نہیں :- ایک عام سرگرم فون کو بھیجا گیا ہے کہ آپ جہاں بھی میں گرتی رہے  
لیجے جائیں :-“

”کسی کا سرگرم ہے :-“

”ڈی جی آف انٹیلیجنس ہیڈ روم کا :-“

”مراں نے طویل سائنس لی اور ہوا :- کیا بگ فون تک جانے کی اجازت  
میں سکے گی :-“

”حضور :- مزدور سب انکسٹر سکلیا :-“

”نہیں تمہیں چنا چھنا نہ چاہیے :-“ اور خالول چڑی گمشو جو نگر انگریزی

میں بروری تھی اس لیے وہ سمجھ نظر آرہی تھی :-

”ڈاکٹر نے ایسی کوئی بات نہیں کہی محرم :-“ سب انکسٹر نہایت دل  
سے ہولا :-

”میں پل رہا ہوں :-“ فون تک :-“ مراں اٹھا بجا بولا :-

”مار تھا بھی فون دالے کر سے تک ساتھ آئی تھی اور مسلسل کچھ بڑھانے  
جاری تھی :- لیکن الفاظ جڑ مغرب سے کی بنا پر سمجھے نہیں جاسکتے تھے :-

فون پر مراں نے اپنے والد رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے :- دوسری

دوسری سید کی تسکین میں مخصوص تھم کر فوٹو سائی دی :-

”میں مراں ہوں ڈی جی :-“

”کہیں ہو :-“

”سول ہسپتال میں :- پچھلے رات کو میں میرے باپ باند پر گولی لگی تھی :-“

”میں :- اب کی جان ہے :-“

”خدا کے فضل سے بچ گیا ہوں :-“

”چھا وہیں طہر :- میں کسی کو بھیج رہا ہوں :-“

”لیکن یہاں ایک سبب انکسٹر سبب میری گرفتاری پر متصر ہیں :-“

”دیکھو وہ اسے :-“

”مراں نے سادہ انداز میں دیکھو انکسٹر کر تھا دیا :-“

”انکسٹر برا سامنے نہ سنا رہا اور گی اچھا :-“ بہت بہتر جناب کی گردان

”جی پھر دیکھو کہ کھلائے ہوئے ہیں میں مراں سے ہولا :- میں طلب

”تو جوں نہیں جناب کہ مجھے یہ عمل معلوم ہو جائے کہ کن حالات میں آپ کو گرفتار

ہوئے اور کن میں نہیں :-“

”کن بات نہیں :- مراں نے بڑے غلوص سے سر ہلا کر کہا :-

”انکسٹر کچھ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا اور مراں پھر مار تھا کے کر سے میں آئی

”میں دوسری مصیبت کا انتظار کرنے لگا :- جو ذرا خاموشی سے ایک طرف

”میں تھا :- اور مار تھا مراں کے قریب کر رہی پریشانی تھی :-

”میں تو اب اپنے اس نگاہ سے کہ باسے میں بتاؤ :-“ مراں نے جرات

”کہا :-“

”جو ذرا خاموشی ہوئی آواز میں ہولا :- کیا فون پر نہ

”کئی بار میچھ علی جوہر یہ بھی ایسا ہی لڑی ہے کہ آواز پر نشانہ لگا سکتا ہے۔“

”تم آخر کرتے کی جو کٹس ایک تیگر و ہاڈی گارڈ بھی رکھ پڑا ہے۔“

”دوسروں سے معاملات میں ٹانگ اڑانا میری اہلی ہے... اس لیے..“

آخر کیوں، کوئی ڈھٹیک لا کام کیوں نہیں کرتے، تمہیں تو سوچنی ہے کہ کبھی رات دن تلوے

میں صفت اسی پہ ہے، حق کو تم بنو مہرے میں نکل جانو۔ اور تمہیں گولی مار دی جائے :-

مداہتہ کیوں کیجیے پڑھنے میں یہ لوگ :-

یہ ہے بھی کسی کزنل ٹیوٹوریل کا تذکرہ آیا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ اور تم اس کی شکل کے ساتھ

یہاں پہنچے۔ وہ بھی گرامرٹون کی سڑکی کا شکار ہو چکی تھی۔ وہ سب کچھ جبراً ہوا تھا۔

”مجھے سے دماغ کو تھکاؤ نہیں۔“

عدد شمار: ۱۰۰

’ہوتے ہی تم کو کہیں تالاؤں میں‘

کے غریبوں کو دیکھ کر ان کے دل میں ہلچل مچا دیتی ہے۔

یہ کہ خیر سے خیر کا جو یہ ہے وہ ہے

کتاب پھر ہمیں - پھر حیرل ملک رکھی ہے یہ ملک ان میں پرستار پھر پھر ہوا۔

دوسرے ہی لمحے میں جو زفت کی فراہمیت بھی سنائی

مقام اعلیٰ نہیں جاسکتے۔ اس کی اجازت کے بغیر۔

۵۔ ارے کون ہے؟ عمران نے آواز دیا

کیٹن ریاضیہ جوزن سے جواب دیا

آئے جسے ولایتِ اعراس کی عمر ان سنے عربی میں کہا

اور فیاض خفے میں بھرا ہوا اندر داخل ہوا۔

”یہ اس نے روبرو کیسے ٹکرا رکھے ہیں۔ اس نے جھوٹے

اُسی ماہ بخار سے پر چھوڑ۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ عمر ان کراہ۔

فارمے۔“

“*میں نے*”

”سک کہہ رہے تھے۔“ جوزف کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

۱۰ مہرے پھر قتادی کا حکم جاری ہو چکا ہے۔“

کہیں ۹۰ حوزت کے ختم ہونے سے انہیں بچاؤ دیں۔

”میرے دوستوں نے مجھے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”میرا آدمی نہیں، میری بی بی اور والدہ! خیر، ایک سے بھی دنیا کر سکتا ہے۔ کبھی کبھی“

اچا اول میں ہے ہاں یہاں آپ کے ایک سے ہیں

وہاں پہنچ کر اس کا دل بے چین ہو گیا۔ اس نے کہا: "میرے والدین کو یہ خبر سن کر کتنا دکھ ہوگا۔"

سے تڑپیں رہی تھی۔ اس کا یہی پرہیزگار باب ہے۔

۵ کیا یہ یہاں دیر تک ٹھہرے گا یا اڑھائی بجائے جاسا منہ بھر کر اس سے پوچھا جائے گا۔

”نی اہل میسرے لیے ایک آدمی کا تذکرہ

اور جہزف سے مار تھا کو عربی میں کایاں دیں۔

”یہ کیسب رہا ہے یہ مار تھانے عمران سے پوچھا۔

”تمہاری تعریف کر رہا ہے عربی میں۔ کبر و باہتے گریہ عورت ہے یا عابد کی تارک

اس کی رہبان اس کے منہ میں اس طرح حرکت کرتی

اور کیا کہا تھا تو نے... ڈفر۔!"

حرف سنے دانت نکال دیئے کچھ بولا نہیں۔

’اس سے وحشت ہوتی ہے مجھے : مارتھا بڑ بڑائی۔‘

”ہر روز تم باہر ٹھہرو۔ نرا اجازت کس کو اللہ رزائے دینا۔“

"یہ کہیں سے نہ آئے ہو، یہ کہیں سے نہیں جاتے۔ جو گھر میں رہتے ہیں وہ گھر کے اندر ہی رہتے ہیں اور دروازے سے



عمران نے بوقت کو آواز دی۔ وہ اندر آیا اور اڑیاں بھاڑ کر امین شن ہو گیا۔  
اسے وہ پہلوں کے سے انداز اختیار کرنے کا جھٹکا تھا۔ حصر صاف خانی ہونی چاہی۔  
ڈبل ہولڈر کی موجودگی میں تو وہ خود کو کسی چیز سے کم نہیں سمجھتا تھا۔  
"دیریا لوگوں کا لاشنس رکھاؤ۔ فیاض اسے ٹھوڑا ہوا گرایا۔  
بوقت سے جیب پوٹ سے لاشنس نکال کر پیش کر دینے جو درامت نماز  
کی طرف سے دیئے گئے تھے۔

"فوجی پرنسپلہ کسی کی اجازت سے نہیں رہے جو تہ  
وزارت و اماں کی اجازت سے۔ اجازت نامہ ملاحظہ فرمائیے خات بوقت  
سے بڑے ادب سے اجازت نامہ پیش کر دیا۔

"میں مزید تحقیقات کے لیے انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کچن ڈاؤ۔  
"یقیناً جناب عالی۔ لیکن ان کی سرمد عنایت پر مادیجہ۔  
فیاض نے اپنی لٹ بک سے ایک کاغذ پھاڑ کر اس پر رسید لکھ دی۔  
"شکر یہ جناب عالی۔" بوقت رسید کو تہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

"اب تم باہر جا سکتے ہو صورت پر حرم۔" عمران خیلے مذا میں کراہا اور حرف اڑا کر پھر پھر  
"اب بناؤ۔ قرات میاں کیوں آئے تھے فیاض نے دھکا دھکا کر کے عمران سے پوچھا  
"میں مارٹھا کی غیرت و اربانت کرنے آیا تھا۔ میں بچہ صبح۔ دھکا بڑے سے کی دوستی  
غائب ہو گئی اور اندھیرے میں کوئی کی مارٹھا کی کسی آوازیں گونسنے لگیں پھر کسی جوتہ  
کی جھین مانی دی۔ میں نے باہر نکل کر لنگار اور گلی میرے بائیں بازو کو جھید گئی۔  
فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا کہ آپ تشریف ہی کیوں لائے تھے  
اندھیرے میں۔ صبح نہیں ہو سکتی تھی۔"

"نہیں چچا جان۔ میں بے تپہ تھا کسی مجزومہ قیر شام کی طرح۔" عمران مسکرا کر  
"آپ کو اس سے کوئی شکایت تو نہیں ہے؟" فیاض نے دھکا سے پوچھا

شکایت اکیس شکایت۔ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ دھکا نے کہا اور پھر عمران  
نے پوچھا۔ "آپ کی تشریف ہے۔"

"یہ راجہ میں اس ستمبر کے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ شہر بھر کی  
خوش کام ملک تھے ان سے یہ نہیں کہ جان کر دیں؟  
ٹھیک ٹھیک بناؤ۔ مارٹھا بھلا کر بولی۔

سی آئی ڈی کے یہ ٹھنڈٹ ہیں۔  
مارٹھا کچھ نہ بولی۔ لیکن فیاض سے فوراً ہی اس سے پوچھا کہ کیا آپ کا خیال  
ہر آپ کی بہوشی میں اس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟

ساکو کے سر نکلات سے میرا زہن پاکی رہتا ہے۔ مارٹھا نے ناخوشگوار رویہ یہ کہا  
ان کیوں بھیجے بغیر ادا حساب نہ۔" عمران نے پوچھا  
"دیر تک والا معاملہ ہے خود اس نے نہ شکایت نہیں کی۔ بلکہ رضا مندی کے کسی  
پیر سے۔ میرے رپورٹ کی ہے کہ وہ ساری دن کے محض حرم میں کوہنٹل کرتے ہیں۔  
لگتے تو ان پر ان سے کچھ خفا کر کے کوئی شکایت نہیں اس نے پچھلے رات والے دن  
پوٹ میں باہر میں جا ہے۔"

پھر کیوں ضرورت پڑی آئی کوہنٹل کیا جائے اس کا کارو؟

رحمان صاحب بہر حال اس رپورٹ پر کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔  
"اب کچھ۔"

بائیں کچھ نہ بولا۔ اور عمران نے کہا۔ براہ کرم تشریف لے جائیے۔  
قرم نے باقاعدہ رپورٹ درج کرانی اس حد تک کہ "فیاض نے دھکا پوچھا۔  
میری مرضی پر منحصر ہے۔ کراؤں یا نہ کراؤں؟"

"کیا یہ جو نہیں ہے؟"  
تشریف کی سمجھوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔



"ختم اسے کیا جانو۔"

"اب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے کبھی کبھی ڈاکٹر ہی گو کے پاس جانا پڑتا ہے۔"

"ڈاکٹر کہتا ہے کہ جب تک لہار جیسا تبارہ پاس نہ ہوئے گا مجھے نہیں ہر سکتیں۔"

"یہ تو قطعی مطلق تھا ڈاکٹر نے۔" تو یہاں پر ہی اور عمران شہنشاہی سانس لے کر بعد

کی طرف دیکھ کر ہمارے دل سے نکلا۔

"مادر۔" دھما دھما ہوا تو آخر پایا ہے نہیں گھر کے کچن نکال دیا ہے۔"

بہن رحمن انگریزی میں کھتی تھیں، اس لیے انہوں سے استفادہ ملا زمین تریاں

دیکھا، خیا کے کھانے پر پولیس اس سے کہو کہ وہی بیورو ہے۔ تو دوسرے سے رہے تو

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" تو تیار سے اردو میں کہہ کر انگریزی میں دھما دھما کی طرف

کیا بات یہ ہے کہ سب یہ سخت گھر میں رہتے ہیں تو بہت سی آواز دیا کچن بھی آئے

گفتیں ہیں۔ ہمارے ڈیڈی کی یہ حرکت پسند نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تو رہو گا۔" دھما دھما جس طرح ان کی طرف دیکھے گی۔

ظاہر انکھیں بند کئے ہوئے ہوئے ہوئے کراہ رہا تھا اور سون رہا تھا۔ یہ

کہ ابھی صبر کر گیا کہ اسے گناہ کیا نہیں مگر چاہئے گا اب کیا کیا جائے۔ اتنے میں

سے بولیا ناشر ڈاکٹر کی آواز آئی سو تیار ہو کر تپ کر پڑ گئی۔

"ارے باپ دے۔" ظاہر اسے اور زیادہ زور سے کرا کر رہی کھڑی۔

"وہ دیکھو۔ کوئی اتنی ہے مزاج پر سی کے چلے۔" تو یہاں سے بند دروازے کی آواز

الٹا اٹھا کر دھما سے کہا۔

اور دھما دھما نے اس کی طرف بھیجی۔ دروازہ کھلا اور دونوں کے مکالمے شروع ہو

ساعت پندرہ بجے کی طرف بڑھنے لگے

"کیا بات ہے۔ تم کوئی بوجہ دھما دھما نے بولیا ہے میرا دلچسپ ہے میں سوال کر

"کیا میں اس طرح کی طرف سے ہیں؟"

"اب تو یہ تو ہے۔"

"میں اس میں دیکھا جا رہی ہوں۔"

"تجربہ نام۔"

"بولیا ناشر ڈاکٹر۔"

"شہر۔" میں پوچھوں۔

دار تھا۔ دروازہ دھما دھما کی طرف لڑی اور منزل آوار میں دل کوئی بولیا ناشر ڈاکٹر

"بلاؤ۔" ظاہر اب کہہ کر آیا اور اس کی طرف سے اس میں ہیں۔ تو یہی تیسری بار

بڑھتی رہی بولیا ناشر ڈاکٹر کی ایک بڑھتی ہوئی حالت کو دیکھ کر بولیا ناشر ڈاکٹر۔

بولیا ناشر ڈاکٹر کی یہاں سے۔

پھر اس نے بہت جلدی مانی انکھوں سے ہر ایک کا جائزہ لیا۔ اور ایسے ادا نہیں چاہا

ظاہر دیکھے گی جیسے مکالمے کے لیے راستہ تلاش کر رہی ہو۔ بڑھتی ہوئی حالت میں

سے اسے بڑھتی ہوئی حالت میں۔

"یہ کون ہے؟" گیم خان سے پوچھا

"سوئس ہے۔ سوئس۔"

وہ پوچھ رہی ہیں تو کہہ کے متعلق ہے۔ تو یہاں سے کچھ میں لڑی۔

"م۔ م۔ م۔" غصہ۔۔۔ غصہ۔۔۔ غصہ۔۔۔

"چپ سا۔" میری سن مانتا ہے۔ غصہ۔۔۔ غصہ۔۔۔

"بڑھو۔" یہاں سے سب کا غصہ دھما دھما کے بولی۔ اب تم کیسے بڑھ رہے ہو؟

دھما دھما نے سب کے بعد بولیا ناشر ڈاکٹر کی طرف سے بولی۔ اب تم کیسے بڑھ رہے ہو؟

میں بولیا کر رہا تھا۔ سوچا میں سے کراہیں تو اس نے بولی۔ اب تم کیسے بڑھ رہے ہو؟

"بھگے انہوں نے کہیں نہیں کڑی۔" میں نے کڑی کی تو دھما دھما سے کہا۔

"کیونکہ دھما دھما سب ہی کڑے ہیں۔"

”ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جیسا کہ سزا اور عفو سے بڑی۔ مجھے زندگی  
 دو دہائیوں سے کون مری جی جی کی طرف کی عواہت سنا رہی تھی۔ سرور یو پی کے ممبر  
 اور بنگلہ دہادی گا۔ شاید تیرا دل ہو سکے۔ لیکن یہ کیا کا کاجی۔ سرور نہیں۔“

154

قبیلہ - رُئی ٹھاکر ہے۔

تو رہی تھیں۔ باذن گارڈ، ٹھہراں سکویا، تو میں سے مس کا رنگ نہیں باؤنی گارڈ

- خیر۔ ہیں۔ تم زخمی کیجے جو سنے :-  
"کسی نے اندھیرے میں گلی مار دی ۔"

پچھلے تہہ سے کہا گیا ہے ۔

اور مکر کے علاوہ انکی کارسکت تھا۔ سلطان نے احمد خان نادرزئی کہا  
خیر، خبر، وہ بیشک پڑا، بہت فائدہ دل آوری کرے، ایسا دوست  
میں سب سے بہتر ہے، میریت و بہت کریں گی۔ یہ بات ہوئی۔

نو۔ جب سے مصافحہ کرتے وقت عمران نے دیکھا کہ دو مصلحتی ایک دوسرے سے حرج کھد کر رہتے تھے جیسے بھینٹ پر نہ سکنے کے لیے بائبل یا ہرگز نہ تارک اور سلاخانی کا رٹا بنے۔

رہی تھ نکوندا، جس نے خوف و یاقوت میرے لیے اس کی نگہوں میں پیش کیا۔  
 غریب دکھوں کا کوہِ تنہا، نہرِ پانی کا گدھے کا

یامعجب۔؟ مزان نے اسے گھور کر دیکھا۔

میں نے موجودگی ہی میں تدریس سب کو کر لی جاسکتی ہے۔

جہاں سے نکلیں دکھائیں۔ اور جو رہا ہے اسامہ ہمارے ہم سے دوسری  
 کو دیکھنے لگا۔

۱۰۰ پیچیدہ درخت - جو لایا اور مرہا کھنڈو کہہ رہی تھیں۔ یہ موضوع بہت طویل تھا۔

جو یا کہ بری تھی۔ بچے یقینی طور پر اسی طرح بنے دھمکے جو جاہیں گئے، اگر اس پر زبرد  
کے باہر سے آئی۔

ہیں۔ چھوٹے بچے کے بھی قابل نہیں رہتا۔ تو پانے پڑی سنبھال گئے کہ

عمران ایک جانب کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ دھنسا دھنسا کھنکھناتے منظر اس پر بڑی دادر جلدی سے ہوتے۔ اس کے قدم کھڑے ہوئے۔ چلو میٹر۔۔۔ میٹر۔۔۔

”ہاں اور کیا یہ سرمایہ دہیں جہاں یہ اب ترقی پزیر ملک جو مانتے تھے وہی۔ جی  
ملائی اور لار باغداد آئی ہے یہ“

اس کی حکم رادینس ٹپیں۔ اور بیگم رحمان فحیلہ نذر میں پڑیں کیا بھروسہ ہے  
 لہذا چلے جائے گی بس یہ

۱۰ اپنی نس میں اس سے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے اس بی بی عمران نے ٹھنڈی سانس سے کہہ کر کہا اور بستر پر بیٹھ گیا۔

”عجل اب گھر چل .. در یہیں اُتارتی ہوں جوتی سب سے سامنے :-  
 ”ڈاکٹر سے بوجھ لےئے۔ اگر اعانت دے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں :-

”اے بازو میں ہی تو گرل گئی ہے“ حرمی تنک کر ہلے۔ آپ خواہ مخواہ برہنہ ہوئی جا رہی ہیں۔“

”اور کیا؟“ عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ ”پریشان کی بات قرتب تھی۔ جب

”بھوکا اس بندہ بھی کروں مجھ کو؟“ بیگم رحمان مجھ سے کہہ کر بولیں۔  
 ”کھدو یہ بعد وہ بھی کھائے گی اور چلتے چلتے بولیں۔“ میں تیرے سامنے سے گزر

گل کو خاکستر سے معلوم کریں :-

"جی۔ بہت اچھا" عمران نے سہلاوت مند انداز میں کہا اور ٹٹہ کر ابھرتے

دروازے تک چھوڑنے آیا۔  
 جوی نے اہلہ دوسری کرسی سنبھال لی تھی۔ مارتھا اُسے گھورتی رہی کیونکہ

بولی نہیں۔  
 "اب بتاؤ کہ میرے ناخن کیا ہوئے" بولیا نے اوپر ہی ہونٹ بھیج کر کہہ دیا۔

”بھلا اللہ میں اچھی کسی نہیں ہوا۔“

’بھاس میں آ کر۔ وہ تھوڑی حرکت تھی۔‘

”اور وہ کہہ کر، جس نے مجھے مبتلا آنے پر مجبور کر دیا تھا۔“

میں نے تو دیکھی نہیں۔ اس پیسے یقین کیوں کر دے؟“

دیکھ لینے کے بعد شاید میری میت پر عجم آباد پندہ کرتیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر کہ تم نے نہیں دیکھا۔

”معاونِ قرابتیں مست کر رہے ہو۔ اب لیٹ جاؤ، مار تھانے بھجوا کر کہا۔  
جو یہ سن کر فوراً ہی ہلٹ کر پوچھا۔ ”تم اسے کب سے جانتی ہو؟“

حم سے مطلب ہے۔  
 بڑی چڑچڑی معلوم ہوتی ہو، جو ہا مسکرائی

بشرِ عقیقہ وہ عورتیں ہیں جن کو "بزرگیاں" کہتے ہیں۔ جسے ہمیں میں کہا۔

آخر یہ ہے کہ وہ تلمیذ "مادقہائے طرین سے پرچھا اور ترجمے بہاؤ" تلمیذانہ بھی طرین کو غنا طسب کی ۔ کہ یہ خوش جمال کتب کس

شٹ اب یہ ملتا ہے اسی ہرگز جی۔

ہوا، ایل کرکھڑی ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ بات چیت جیسے مارتھا پر چھٹ جی ٹوٹے گی۔  
 گلوں نے یہ نقشہ دیکھ کر تو اسے کہہ کر دونوں کے درمیان حائل ہوتا ہوا تھا۔

میں نے دیکھو۔ جلد کے لیے تو لوگ کوئی ٹری مشل نام نہ نہ کر چکے تھے۔

ابا کیا صحبت ہے : عمران اُسے تانوں سے پکڑے ہوئے کرسی کی طرف لے گیا۔ اور بٹھادیئے کی کرستش کر رہا ہوا بلوائے کنفیوٹرس نے کہا ہے کہ

اگر وہ عورتیں مرنے مارنے پر تیار نظر آئیں تو وہ خود ملک بھاڑ شروع کر دوں  
 مارنا خاصا خوش کھڑی ٹھیکے سے کاسپ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی  
 تیر رہے تھے جوں دو بارہ نہیں بیٹھی تھی اور اس سے گلے اس سے اپنے کندے بھی بچھ  
 لیے تھے۔

"جی عار ہی جوں وہ درہ اسے کی طرف مڑتی ہوئی تھی اس سے بولی کہ شش  
 گردن کی کہ نہیں کسی پرا جویت ہسپتال میں رکھ دیتے۔"

"کیوں شش گردن کی قسم" عمران نے سمجھا نہ پیچھے میں پوچھا۔  
 "اپنی مرضی کی حق دے جوں ضروری نہیں کہ میں دھجی جاتی جانتے۔ جہاں کے کہ  
 در پار نکل گئی۔ عمران نے سستی سے اس سے کہے سے انداز میں بوٹ نکڑے اڑا دیا  
 کی طرف مڑا جو سب کی کچھ پھر لگائے سسکیں سے کہ کر رہی تھی۔

"اسے باپ دے" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔  
 عروس کر دیا دیکھ کر اس کا ریس جوں پڑائی کر دی تھی۔ بھوک میں نہیں اور اٹھا  
 کہ اسے کس طرح پیپ کرنے کی کر کے تبک خاموش رہ جانا بھی بد اخلاقی تھی۔

لہذا وہ بھوکے لگا۔ "وہ" دیکھو۔ یعنی کر دہ۔ "پھر اردو میں پڑا۔ جی نہ  
 ہلا کر دہ" اور جلدی سے گھر بڑی میں کہنے لگا۔ "روئے سے سے معذہ عراب بھلا  
 ہے۔" یعنی کہ بھلا بناؤ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔ اگر کسی مروئے تباہی شان  
 میں گستاخی کی ہوتی تو گھونے مار کر سلیہ بگاڑ دیتا۔

وہ منہ چھپائے بدستور دوتی دتی۔  
 اب عمران بھی خاموش ہو گیا تھا اور اس طرح منہ پائے کھڑا تھا جیسے کوئی  
 صبر نہا نہ صبر نہا دیکھ کر کے جھاگ گیا ہو۔  
 بڑی دیر بعد وہ تنہا اور وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ عمران سامنے  
 کھڑا ہوا۔۔۔ لیکن وہ اسی طرح بیٹھی رہی روئے سے پیش کسی طرح منہ پو

گئی تھیں اور جو خوش کے بھار سے سے نمایاں نظر آنے لگے تھے۔

عمران چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

"مردوں پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ وہ ہر بڑائی یہ خواہ وہ کہنے ہی معصوم کیوں  
 نہ نظر آئے ہوں۔"

"دو آج کل جلتے ہیں کہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کرے یا نہ کرنے کا سوال پیدا ہوتا  
 "صحت ہو اچھ سے۔" وہ دوسری طرف مڑ گئی۔  
 "حکلی کی وجہ سے۔"

"تباہی وجہ سے اس دھت میری تو ہیں ہوتی ہے۔"  
 "میری وجہ سے کیوں؟"

"بس تباہیوں کر کے رہ گئی۔" وہ نہ منہ فوج یعنی اس میں کی کات  
 "تب تو قلعہ جاتی تھوڑے۔ خواہ خواہ تباہیوں سے درمیان آیا تھا۔ تباہیاں  
 نہیں کر اس کا منہ فوج لینے کا ارادہ تھا۔"  
 "میں کبھی میں صحت ہو کر تھوڑے سے۔"

"اچھا" عمران نے سنا دھتانا اٹھا نہیں کہا اور صبر ہی پر لبث کر کر اپنے لگا  
 مارنا عورتوں کی دیکھ کر بیوی بیٹھی دی۔۔۔ پھر عمران کی طرف مڑ کر بولی "کی  
 تکلیف بڑھ گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تیرا بڑھ چکی ہے۔۔۔" وہ نہ کہ تباہیاں  
 "ٹاکڑ کر جلاؤں۔" وہ

"ی شیش خشک ہو جائے گا۔"

پھر عمران سے رو کر ہی رو کر کہنے لگی۔ عمران آنکھیں بند کر کے تباہ  
 بکھیرا بعد عورت نے اس سے سے آواز دی۔ اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ کا  
 اس کی طرف مڑا دیا۔ جس پر سرسٹھان کا نام پڑ گیا۔

"انہیں اندر بھیج دو" عمران نے کہا۔ اور سزاؤں کی موجودگی میں مار تھا کو بھی اندر آئے دینا۔ جسکی بہانے سے باہر بھی روکے رکھنا۔

جو زلف باہر چلا گیا اور دوسرے جی میں سر سلطان لکھائی دیئے۔ عمران نے ٹھٹھا چا ہا

"بیٹے راجہ۔ بیٹے پڑ" سر سلطان نے مصطفیٰ راہ انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔

وہ مسکری کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"یہ کیسے ہوا؟" انہوں نے پوچھا اور عمران کو ایک بار پھر وہ قصہ دہرایا۔

"بہت جلد گئے ہیں یوں" سر سلطان نے قہقہے بولے جس میں کہا کہ کیا تباہی کوئی خطا سوس ثبوت نہیں ہے ان لوگوں کے خلاف؟

"نکرتہ کیسے؟"

"جس کے ذریعے ثبوت لازم کر سکتے واقعہ ملنے کی امید تھی اس نے خود کشی کر لی" عمران کھنکھلا۔

اتنے میں باہر سے مار تھا کی آواز آئی۔ جو شاید جو زلف کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سر سلطان بھی چونک کر اسٹہما میر انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

"لعل۔ رنگی؟" عمران آہستہ سے ہلایا۔

"وہ۔ وہی۔ دھاگوں کی ریس" سر سلطان نے بھی راز دارانہ ہی بیچے ہیں پوچھا

"نرس نہیں سیکرٹری۔ جواؤں؟"

"اؤں۔ آں۔ کیا مرچ ہے؟" سر سلطان نے کہا اور نیچے ہونٹ پر زبان پھیر

کر دواؤں سے کی طرف دیکھنے لگے۔

"جو زلف؟" عمران نے ہانک لگائی "کون ہے۔ آئے۔ دو۔"

"نہیں آئے دوں گا باس" جو زلف نے باہر سے عربی میں جواب دیا کیونکہ

تم متح کر چکے ہو۔

"اب کہاں ہوں آئے دو۔" عمران کی آواز پھیل چکی۔

"مرکز آئے دوں گا باس۔ کیونکہ اس نے مجھے آجئوس کا گناہ اتارنا کہا۔"

"ارے تو جی اسے کھن کا پٹا کہہ کر معاف کر دے۔"

"کیا بات ہے؟" سر سلطان نے پوچھا

"میرا ڈی گڈا رنگ کیا ہے۔ کہا ہے کہ چونکہ وہاں اس وقت سر سلطان

بیٹھے ہیں اس لیے میں کسی کم مرتبہ محفل کو اندر نہیں جانے دوں گا۔"

"ارے نہیں۔ کوئی بات نہیں۔" سر سلطان نے بڑے غلوص سے کہا اور

پھر نیچے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگے۔

جو زلف کی بجائے اٹھنا پڑے گا۔" عمران نے پھر ہانک لگائی۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ باس آ رہی ہے؟" جو زلف نے مرہو سی آواز میں کہا۔

دو مرہو سے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور مار تھا اندر داخل ہوئی۔ سر سلطان

کو اٹھایا ہی پڑا۔ حالانکہ وہ ایک کم زب زب لڑکی تھی۔ لیکن اس نسل سے تعلق کتنی

تھی۔ جس میں محفل کا احترام بطور فتنہ راج ہے اس لیے وہ بیٹھے کیونٹے

"آپ۔" عمران نے سر سلطان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ غسری آؤٹ

دارن ایئر سے سیکرٹری جی۔

مار تھا بکا رکھا کھٹی۔ پھر عمران نے مار تھا کی شان میں قصیدہ مشروح کیا۔ جس

دھتھا۔۔۔ آکسفورڈ پریس میں ڈو میٹک ایئر کی گھر تھیں۔۔۔ آج کل

ڈیڑ دھاگے نفیات پڑھ رہی ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سر سلطان نے صاف فخر سے بولے ہاتھ بٹایا

اور وہ مار تھا کا کچکا بجا ہوا ہاتھ کھینچ کر سنبھالے رہے۔ وہ بہت زیادہ عجیب

ہوتی تھی۔ کیونکہ اس کے کھلے میں دھاتوں سے سیکرٹری دیروں سے بھی زیادہ اہم تر تھیں

بڑا نکاتے ہوئے کہا۔ "ٹال کرنے کہا ہے کہ اسے پانی کے ساتھ دید و سوز کم ہو جائیگی۔"  
 "میں ڈاکٹر دعا گو سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"بیمہ مل چکی ہیں۔۔۔ چھپے ہیں۔۔۔ تمہارے متعلق بتایا تھا انوس کے رہے تھے۔"

فہم سے یہ خاص طور پر تاکید کی کہ وہ کبھی طرح دیکھ نہ لے کر رہے۔

"تو پھر کرونا؟" وہوں کا کہنا۔

"تم مجھے بتاؤ کہ وہ کتنا کمین مٹی۔"

"سوشل فم کی ٹاکس ٹیرر۔۔۔ انٹی ٹائین مین فمٹی، ٹائین۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔"

"میری لڑکیاں چند قسم کے، آدمیوں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں بشرطیکہ وہ ان کے شہر میں رہیں۔"

"کتنی لڑکیوں سے دوستی ہے تمہاری؟"

"دوستی تو کسی سے نہیں ہے۔"

"پھر کیوں دوڑتی آتی ہیں تمہیں دیکھنے۔"

"میرے کنبے کے کہ نہیں کوئی دوسرا چند دستیاب کرنے میں دشواری پیش آتی ہو۔"

"خندگی سے غفلت کرو۔ میں تجھے وہوں میری خواجہ نک کسی سے ایسی دوستی"

"میری جیسی قسم سے ہے۔"

"کس سے۔۔۔" وہاں ہلکا سا کراٹھ بھرا زور دیا کہ اسے سس مکر یا ایک

"نہ جتنا چلائی۔"

"کی جوا کیا جوا۔۔۔ وہ گہرے گہرے ڈھیر پڑی۔۔۔ بڑے بڑے اٹھا دیو۔۔۔ خدا کی قسم وہ لڑکا"

"وہ سے یہ دعا گو کے لئے کراٹھ کر رہے تھے۔"

"شب اسی وقت مختلف جی، خداوند پروردگار نے لگا دی ہیں اسے برادری نہیں"

"نہ ہو۔۔۔ باہر نکلو۔۔۔ شہر مت چلاؤ۔۔۔ تاکہ اس کی طرف شہر سے بغیر لڑکی۔"

"بات ہے۔۔۔" وہاں کر دیا۔

"جیتے۔۔۔ سر سلطان نے کسی کی طرف اشارہ کیا۔"

"جی۔۔۔ جی۔۔۔" تنکریہ جواب۔۔۔ "ماٹھا کی سانس پھول رہی تھی۔"

"مراہن کا کئی عادات آپ کے سینوں سے۔۔۔" وہاں نے اردو میں پوچھا۔

"ممت بکواس کرو۔۔۔ سر سلطان کے آہستہ سے کہا۔۔۔ ورنہ اسے ڈنگر دے دو۔"

"پھر آپ لوگوں کو یہاں ہسپتال میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں جناب یہاں کے لوگ بڑے اچھے ہیں۔"

"تنکریہ۔۔۔" سر سلطان مسکرائے اور مکان ٹھنڈی سانس لے کر بجے بجے کہنے لگا۔

"شاہیے ڈاکٹر دعا گو بڑے باکمال آدمی ہیں۔ سر سلطان نے پوچھا۔"

"جی ہاں۔۔۔ وہ ایکسپریٹ ماہر نفسیات ہیں۔"

"کبھی حوں گا۔۔۔"

"میرا فعل ہے کہ اب آپ ان سے مل سکیں گے۔ ڈاکٹر نے اعازت دیدی ہے۔"

"یہاں ہیں۔ سر سلطان نے کہا اور وہاں کی طرف ہاتھ بڑھا کر اردو میں۔"

"اچھی برنور دار اب میں چلا۔ بہت حق طر ہو۔"

"اسی لڑکی سے۔۔۔" وہاں نے تیرتے سے کہا۔

"گھسے ہنک باتیں بروقت نہ کیا کرو۔ مصافحہ کر کے وہ رخصت ہو گئے۔ بارہا

"باہر نکل انہیں جھوٹے گئی۔ لیکن ملان بہ ستر لیا۔۔۔"

"اپنی بار بار بھانسنے چاہتے ہوئے اس سے کہا۔۔۔ اتنے بڑے بڑے لوگ تو

"سے ملنے آتے ہیں مگر تم سے یہ سب متعلق ایک غلط بات کیوں کہہ دی تھی۔ اسے اس

"اکسپوزیشن شکل بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔"

"نارن افروز کے ٹھکانے میں ایک افروز ہو سکتے ہیں اس لیے کہہ دیا تھا ان مصنف

"کے ٹوڈیٹنگ افروز بہت کوسے ہیں۔ تبھی دیکھ کر خوش ہو گئے ہوں گے۔"

"تم ہر ایک کا منہ کھا ڈالنے لگتے ہو۔۔۔" وہاں نے ملاز کے گریبان میں ڈاکٹر ڈال دیا۔"



تہا رسہ باپ نے مجھے شیفون پر گالیاں دی ہیں۔



عصوان نے اسے گھور کر دیکھا پھر چند لمبے جلدی جلدی پکیں جھپکاتے  
روپنے کے بعد بولا : "خواہ مخواہ گالیاں دی ہیں"  
"انہیں میں بھی کڑی تھا کیوں رہوں ایسے آدمی سے جسے اپنی اولاد کی یاد  
نہ ہو۔"

"او شنب و بکور کے بچے بات کیا جی؟"  
"کہنے لگے تو بد معاش ہے۔ اپنے ہاں کو غڈ مار دی سکا تا جسے تیرے  
دیر اور دوس کے لاشیں ضبط کر بیٹھے جا ہیں گئے۔"  
"جھاگ جاؤ۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"مل۔۔۔ لیکن ہاں۔۔۔ دیر اور دوس کے لاشیں میں تو بے موت مر جاؤں گا۔  
آج تک خالی ہاتھ نہیں رہا میرے پاس دیر اور دوس تو باطل ایسا ہی معلوم ہوتا  
جیسے میں جوہ ہو گیا ہوں؟"  
"بس جاؤ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا : "اٹھنے جا تو تمہارا سب"

قائم رہے گا۔"  
جوزف مابہر ملا گیا اور تھا بننے لگی پھر ٹولی۔ لیٹر۔ لیٹر۔ قرآن پڑھ کر۔  
"میں اگر دنیا ہی رہا تو اس کا سہاگ برقرار نہ رکھے گا۔" عمران کراہا۔  
"جہنم میں جاتے۔ میں کہتی ہوں تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

تھے تو۔ عمران مردہ کی آوازیں بولا : "لیکن لوگ آرام کہاں کہنے دیتے ہیں۔ یہ  
تیرے دعا گو صاحب کرنی ایسا ہی مل جاتے ہیں جس میں درد میں کی واقع ہو سکے"  
"میرا خیال ہے کہ وہاں کر سکتے ہیں۔ چند ماہ گزارے ایک مریض آیا تو کوئی دن  
سے شدید قہر کے درد میں مبتلا تھا اس وقت وہ کراہ دیا تھا جب ڈاکٹر نے  
اسے دیکھا تھا پھر وہ اسے ایک مخصوص کمرے میں لے گئے اور آدھے گھنٹے بعد  
وہ مر گیا۔ ان کے ساتھ واپس آیا تو ایسا رنگ دیا تھا جیسے ان کی شخصیت ہی بدل  
گئی ہو۔ ہسٹریل پر مسرت آمیز جھپکاتیں سانس نے اپنے ساتھی سے جھکا : "انہاں میں  
کیونکہ تھا کہ درد حیرت انگیز طبع پر رونے پر چکا ہے۔"  
کیا واقعی ڈاکٹر جاؤ گے؟" عمران حیرت سے بولا۔  
"نہ نہیں۔"

"آخر اس نے کیا کی ہو گا۔"

"دعا مانے۔ وہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ آوازیں مابہر نہیں آسکتیں"  
"ان کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بخوشی دیر بعد بولا : "مجھے ڈاکٹر کے پاس  
پہنچ بڑی تکلیف محسوس کر رہا ہوں شاید وہ کچھ کر سکیں۔"

"آجھا۔" وہ سختی ہوئی بول : "میں پوچھ آؤں۔"

اس کے جانے کے بعد عمران بھی باہر آیا۔ اور جوزف سے بولا : "پنا ایک  
دیر بچے دے دو۔"

جوزف نے دیر اور پڑنے سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا : "مادر سے  
محبت سے چوستے ہیں۔"

"ان سہ ماہیوں کو بیٹھ گیا۔ دیر اور کوٹ کی حسیب میں ڈال دیا تھا۔  
حقانے اٹلائی دی۔ کہ کوٹاٹھ دیا تو اس سے ایک گھنٹے کے بعد مل سکا۔"

"کیوں ابھی کیوں نہیں بے محمان نے چھپا۔"

"اس کے کچھ عقیدین بیٹھے ہیں۔"

"اور تو یہ لوگ پچاس سالہ ڈاکٹر کو ہسپتال میں بھی جین نہ لینے دیں گے۔"

"ڈاکٹر کو اس بات پر افسوس ہے کہ اس حادثہ کی حسرتاں میں بھی انکلی۔ ایسا نہ جونا چاہیے تھا۔"

"اکثر جوشی جاتا ہے۔" محمان نے مایہ ناز انداز میں کہا۔

"لیکن تمہارے ملک کے لوگ بھی حیرت انگیز ہیں۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ لیکن درحقیقت ہمیں اس سونی کے متعلق بھی سوچا جو تمہارے ہاند میں بیروستہ ہو گئی تھی۔"

"بہت سوچا ہے۔"

"کیا سوچا۔"

"سزائی خاص بات نہیں سوچی۔ بس یہی سوچی رہی ہوں کہ آخر سونی پھینکنے والے"

کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔"

"بڑی عجیب بات ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمنوں سے واقف نہ ہو۔"

"یقیناً کہ وہاں میں نہیں جانتی۔" وہاں کسی سے میری دوستی ہے اور وہ وطن۔"

میں تو ہمیشہ سے الگ ٹھکانے کی زندگی گزارنے کی عادی رہی ہوں۔ یہاں نہ کوئی میری

گولی فریڈ ہے اور نہ ہائے فریڈ۔ پھر جب کسی سے دوستی ہی نہیں تو دشمنی کا

سوال ہی نہیں کیوں کہ دوستیاں ہی دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ میری دوست ہو یا دشمن۔"

"تم کس غلطی میں ہو رہے۔ درحقیقت میں پڑی۔"

"نہیں۔" سیدنگ فقیر کہو۔ "محمان جیسے ہیچو ہر کر ہوا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ"

وہ سونی کی میرے ہی بیٹے کی جڑ فٹلی سے تھارے ہاند میں لگی۔"

"نہیں۔" ماروا اچھل پڑی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔"

"کوئی ایسا ہے جو نہیں جانتا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں۔"

"محمان یقین کر دو ڈیر۔ میری کسی سے بھی دوستی نہیں۔ اس نے بکھلائے

ہوئے مجھے میں کہا اور خاموش ہو گئی۔ پھر سے پوچھو گئی کہ گھر سے سامنے نظر آ رہے

تھے۔"

کچھ دیر بعد کوئی ہاں حالات ایسے ہی ہیں۔ میں تمہیں کسی طرح بھی یقین نہ

دلا سکوں گی کہ آخر کوئی تم پر حملے کیوں کر رہا ہے۔ یہ گلی جو تمہارے ہاند میں لگی ہے

واقعہ تو نہیں ہو سکتی۔"

"منت سوچو۔" محمان سر ہلا کر ہولا۔ "ذہن کو صحت ٹھکانا۔"

"لیکن میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"مجھے یقین دلائے کہ ضرورت ہی کیسے ہے۔"

ماروا اسے چلتی چلتی آنکھوں سے دیکھتی رہی پھر آنکھیں دھندلا گئیں اور وہ

اسے محوئے فکر کے رخاواں پر ڈھک آئے۔"

محمان بغاوت کر گئی کہ اس انداز میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس سے

دور نہیں تھا کہ وہ دودھ پی رہے۔"

واقعہ وہ اس کی طرف مڑا اور ملحق سے ایک قریب آواز نکالی پھر ہلا کر اسے

جاؤ جس نے کہا کہ دیا ہے جو اس طرح دودھ پی ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ لیکن اب سسکیاں بھی آنسوؤں کا ساتھ دینے لگی تھیں دوزخ

خوں سے منہ پھیکا کر دھسیر کی پٹی پر جھک گئی۔"

"جب کوئی محرومت دوسرے ملحق ہے تو سیری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بڑی

نہاں کر دیں یا دو چار ہاتھ مار کر ہر صیغہ سانسے دوڑتا چلا جائے :-  
 مار تھائی کسکھیں ادا تیر ہو گئیں ۔

”اور جب کوئی خدمت دے نہ سکتی ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی  
 خدمتوں کو قتل کر دوں۔“

اتنے میں جہزت پھر نہ گھس آیا ۔

”تم بالکل گھسے ہو۔“ عمران نے جھکا کر بل میں کہا :- جب کہیں احمقوں کا پورا  
 بوڑا موجد ہو تو آواز دے کر آیا کرتے ہیں :-

جہزت نے دانت نکال دیئے اور بولا :- میں جانتا ہوں باس کہ تم اس معاملے  
 میں حیدم المائل ہو۔ اس لیے ضرورت نہیں سمجھی تھی ۔ لیکن یہ سفید بند یاد کیوں  
 لڑ رہی ہے ؟

”بھروسہ بند کرو۔ اور نکل جاؤ :-

”میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا باس کہ کیا پھر کوئی خطرو محسوس کر رہے ہو ؟  
 “ کیوں ؟ “

”ریا اور بیگناہی :-

”اُدھ ۔ وہ کچھ نہیں بس احتیاط ۔ ہاؤ دفع ہو جاؤ :-

جہزت نے مقررہ پراسٹیجیسی نظر ڈال کر باہر نکل گیا ۔ مار تھا اب خاموش تھی ۔ اندر  
 خشک کر بیٹے سے اور منہ چلائے بیٹھی تھی ۔ مکیں بھی کسی قدر مزاح نظر آئے گی  
 تعجب اور ناگ کے سختے سرخ ہو گئے تھے ۔

عمران اس سے کچھ نہ بولا ۔ فی الحال چیشیا نہیں چاہتا تھا ۔ چپ چاپ لیٹ  
 کر ہولے ہولے کرناہنے لگا لیکن مار تھا اس کی طرف توجہ نہ ہوتی ۔

عمران کا ذہن اب پھر ڈاکٹر دھاگو اور اس کی پراسرار شخصیت میں الجھ کر رہ گیا تھا

کچھ دیر بعد مار تھا نے دہشتی بیگ سے آئینہ نکالا اور پاؤں اور راج سے گالوں  
 پر چکی چکی تھکیں دیتی رہی ۔ آنسوؤں نے میک اسپ تباہ کر دیا تھا ۔

جب وہ باہر جانے لگی تو عمران صرف اکٹھا کر رہ گیا ۔ وہ کچھ گستاخ کر رہ  
 دھاگو کے بل پاس جا رہی تھی ۔

واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی اور اس نے جھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا  
 ”اب تم چل سکتے ہو۔“

عمران نے کچھ گرٹ چپٹا : دھمکی باز دلی آستین مار تھا نے بڑی احتیاط  
 سے شانے ٹمک چڑھائی تھی ۔ لیکن اس دوران میں کچھ بل نہیں تھی ۔ افسانہ  
 بسا ہی تھا جیسے وہ عمران سے خفا ہو گئی ہو ۔

عمران باہر نکل آیا ۔ ڈاکٹر کے کمرے ٹمک مار تھا جی نے رہنمائی بھی کی ۔  
 لیکن وہ اندر نہیں گئی ۔

ڈاکٹر اور دھمکی پر نیم دروازہ اخبار دیکھ رہا تھا ۔ عمران کو دیکھ کر اخبار ایک  
 طرف ڈال کر ہراسیدھا جھڑپا ۔ جو ٹوٹ پر خفیت سی مسکراہٹ تھی ۔

”میں اب کفر سے مسالو نہیں کروں گا ۔“ اس نے کہا :- بس بیٹھ جاؤ ۔ اور  
 اپنی غیرت تباؤ :-

”سب حیرت جی ہے ڈاکٹر :-“ عمران طوطی سانس لے کر بولا اور سامنے وال  
 کسی پوچھ گیا ۔

”مجھے انوس ہے میرے بچے ۔ میری دھم سے تمہیں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی :-  
 “ آپ کی دھم سے ؟ “ عمران نے حیرت سے کہا ۔

”ہاں میری دھم سے ۔ اور تم ہی خواہ مخواہ غصے کی کوشش نہ کرو ۔ جیلا  
 تم پر ادھر سے میں غارت گئے جانے کا کب مطلب تھا ۔“

”نہیں۔ لیکن۔“

”کچھ نہیں پوری بات سنو: مجھے دراصل مزاحیل رہی ہے۔ کیونکہ میں نے ایک نامعلوم آدمی کا لیٹا مانے سے انکار کر دیا تھا۔ کوئی نامعلوم آدمی کھ سے یہ جاننا ہے کہ میں اس کے لئے جا سوسا کروں اس نے مجھے تک خط لکھا تھا جس میں اس کے لئے کہا تھا کہ میں عکس خارج کر سہر خراسانی بڑی آسانی سے کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر اس خط کے جسے بڑے آئیس میرے مستعد ہیں۔ میں اس سے اس کے مطلب کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا ہوں۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں اس پر آمادہ ہو کر تو اسے خط لکھ کر ایک مخصوص جگہ پر رکھ دوں جہاں سے وہ اس تک پہنچ جائے گا میں نے دھرت انکار لکھ دیا بلکہ دھکی بھی دی کہ اگر اس نے آئندہ مجھے کوئی خط لکھا تو وہ پولیس کے سوائے کر دیا جائے گا۔“

”عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا: آخر آپ پر سب کچھ بھروسہ کرنا چاہتے ہیں۔“

”ڈاکٹر دھاکو کے برہنوں پر ایک معنی خیز سی سہارہ مل گیا اور پھر اس نے ٹھنڈی ماس کے لئے کہا: ”میرا دماغ تمہیں اس لئے تیار کر رہا ہے کہ تم ڈیٹا کی سیکورٹی کی موت کا ذمہ دار مجھے سمجھتے ہو۔“

”اے تو بہ تو بہ!“ عمران منہ پٹیا بھرا بولا: ”جھلا آپ کو کیوں؟“

”جو کچھ تمہارا پیسہ ہے اس لئے تم میری سیر کو اسی جگہ سے دیکھنے کے حامی ہو گئے ہو۔“

”یہی نہیں سمجھا۔“

”کیا تم پولیس کے لئے کام نہیں کرتے؟“

”کرتا تو ہوں۔“

”پھر۔۔۔؟“

”لیکن جھلا آپ کے معاملے میں اس کی گنجائش کہاں؟ عمران نے کہا۔“

”ہو یا نہ ہو۔ لیکن تم جیسے لوگ گنجائش پیدا ہی کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر دھاکو باتیں لکھ دیا کر سکتا ہے۔“

”جو کہ۔“ عمران لاپرواہی سے شانے سکڑ کر ڈھیلے چھڑتا ہوا بولا: ”میں تو آپ سے اپنی کمی کی حسرت دریافت کرنے آیا تھا کہ ڈیٹا کی سیکورٹی کی خود کفایت کیا ہے؟“

”اے آئی۔ ورنہ جھلا میں کیا جان سکتا کہ ڈیٹا کی سیکورٹی کی کمی کو کبھی دعا تو یہ کہ قابل ہو نہیں سکتا۔“

”کچھ بھی ہے۔“ تم خطرے میں ہو۔“ دھرت بڑی سوتھوں سے بچے جانے کے بعد دھرت کا شکار بالآخر ہو چکے۔“

”اے تو کہ وہ سونیاں بھی میرے ہی لئے تھیں۔“

”تمہی تھیں۔“

”آپ کیسے کہہ سکتے ہیں جناب۔“

”میرا منہ تو شور۔“ ڈاکٹر دھاکو نے کٹھن پر انگلی رکھ کر بولا۔

”عمران کچھ نہ بولا۔ ٹی کڑا سے داد طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد عمران نے کہا: ”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر ان سوتھوں کا مقصد کیا تھا جب کہ وہ تھاروں میں سے ایک بھی نہ مر سکا۔ لیکن کیا انہیں جبر میں جلائی جانے والی گولی بھی لگے تھے؟“

”یہ تو شخص اتفاق تھا کہ وہ باندھ ہی نہیں لگی ورنہ تھوڑی سی اور بٹ لائی تو براہ راست دل ہی میں سوراخ ہوتا۔“

”یہ بات قابل غور ہے۔“ ڈاکٹر دھاکو کچھ سوچتا ہوا بڑا بڑا پھر تھوڑی دیر بعد وہ اگر میرا معاملہ ہوتا تو میں سونپنا کہ شاید وہ لوگ اس طرح بھی اپنی خدمت پر آمادہ نہ ہوتے۔“

”خوفزدہ کر کے مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا کام کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔“

اور میرے ساتھ تو خدا ہی نہا ہے مجھے یقین ہے کہ بل کے بیچ رہ رہے تھے۔ لیکن زہر  
جھلک نہیں تھا۔ عرب کچھ دنوں کے لئے جہانی نظام معطل کر دینے کے لئے کوئی نئے  
نفس کا زیرِ عطا نہ کر سکا۔ وہیں لیکن ان لوگوں سے عرب جو جانی اور وہ نچ  
سے جو کام چاہیں گے۔

”لیکن وہ سونہاں۔“ عرب نے پھر یہاں دہرایا۔  
”خدا جلے۔“ ڈاکٹر اگنے سے کہیں بیچ میں بولا۔ اور اپنی مشتاقی بڑھاتا  
”جبر مارے کوئی۔ عرب غمگین دیکھ کر کچھ سوچتے رہتے تھے۔ بعد بولا۔  
اگر آپ کا کام کرنے پر آمادگی نہ کرنا چاہیں تو کس طرح کر سکتے۔  
دھڑکی سونہاں اپنے ناشپروں کر کے۔“ ڈاکٹر عربی بولے۔  
”تو پھر آپ نے کئی دنوں کی سٹریٹنگ کی سٹریٹنگ کن ڈال دیں گی۔“  
”قد رقی بات ہے۔“  
”وہ کس کا خبر ہے۔“  
”اپنے میاں کے عہدہ سرِ افرامانی کے ایک انکبوت کا۔“ ڈاکٹر نے تشریح  
کیں بیچ میں کہا۔

”پھر آپ نے کیا کیا۔“  
”میں کہ کہیں اس خبر کو زمانے کی کوشش نہیں کی۔“  
”جوں۔“ عرب نے مسکرتہ انداز میں سرِ افرامانی بولا۔ اب کیا اور  
”دھڑکی میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔“  
”دھڑکی میں اب سے آپ کے کچھ تعاقبات ہیں۔“  
”کبھی اس سے ملنے کا، زخاف نہیں ہوا۔“ نام، اکثر شے میں آتا ہے۔  
جب اسکی لڑکی نہ اسے ساتھ نہاچے وقت نہ رہی سوئی کا شکار ہوئی تو مت

نے میں آیا۔ یہ مناجات کہ اس وقت یہ کہانی شہر کے کچے کی زبان پر ہے۔  
”ایک ایک بات اور۔“ عرب نے کچھ دیکھا میں دیکھتا ہوا بولا۔ وہ جی کسی تھی  
میں کے کچھ خوشخوار بلا اندر آیا تھا۔

”ایک ہی جھلک دیکھ سکا تھا۔“ غالباً سالی تھی۔ رنگ مہا تھا۔  
”جہان کیوں عرب کو سامعوس جہا ہے قریب ہی کہیں کوئی بھلا آدمی بھی  
رہو۔“ وہ اٹھ کر تیزی سے کھڑکی کے قریب پہنچا۔ اور سر باہر نکال کر ادھر ادھر  
دیکھا۔ اس کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں اور یہ عقبی لان کی طرف  
تھی۔

”وہ دروازہ کھول کر نظر آیا۔“ وہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر دھڑکا  
اسے ٹھہرنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس سے نظر ہٹے ہی عربان غمگین  
نکلا یا۔ اور پھر بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ ڈاکٹر نے پوچھا۔  
”کچھ نہیں۔ اب اپنے سلسلے سے بھی بیڑے لگاؤں۔“  
”میں نے تو کئی سے کہتا ہوں۔“ ڈاکٹر دھڑکا۔ اب میں اٹھ کر دھڑکا  
پھر وہ دونوں ہی کچھ سوچنے لگے۔

”اب تم کو کون۔“ ڈاکٹر نے پوچھا۔  
”اب کو نہ۔“ دونوں کا کہنا کہ ان لوگوں سے ضرور رابطہ قائم کیجئے۔  
”لیکن اگر میں کسی صحبت میں چھین گیا تو۔“ سو سکا کہ۔“ وہ جملہ  
لوگوں سے قریب ہی جھانک رہا تھا۔

”ان سے ٹھہرنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا۔  
دوسرا کسی نے دوسرے پر ہنس رہی اور دوسری دیکھنے لگی اور ڈاکٹر غصہ

گر چہ ہاں کوئی ہے ؟

”باس !“ باہر سے جوزف کی غراہٹ سنائی دی ۔ وہ سفید پٹیا پہنوش ہو گئی ہے اور اس کے منہ سے کجترت رل پڑ رہی ہے ۔“



عمران کے ساتھ ہی ڈاکٹر دعا کو جس دوڑ پٹا تھا ، جانا کر ڈاکٹر نے اسے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی ۔

وہ اس وقت کمرے کے قریب پہنچے جب بیہوش مارتھا کو اسٹریچر پر ڈال کر ایمرٹین قہبٹر کی طرف لے جا با جا رہا تھا ۔

عمران نے بھی اس کے منہ سے مدد نہ بنی دیکھی ۔ اسٹریچر کے ساتھ ایک بٹ ڈاکٹر اور دو نرسیں بھی تھیں ۔ عمران کے استفسار پر لیڈی ڈاکٹر نے کہ یہ حالت بھی زہریلے کے ہیں ۔“

وہ اسے آپریشن قہبٹر میں لے گئیں ۔ عمران اور ڈاکٹر دعا کو اس پر برکت ملنے لگے ۔

”بیک مصیبت ہے ۔“ عمران بڑبڑا ۔

”مصیبت ہے میری ؟“ ڈاکٹر دعا کو پیشانی پر پانچ مار کر پوچھا ۔ وہ مردود تھی ، چاہے کہ جس وقت چاہے مجھے یا میرے متعلقین کو ختم کر سکا ہے اور اس میں بھی سبکا نہ ہو گا ۔“

عمران کو نہ ہوا ۔ اس کی آنکھوں میں گہرے غم کے آثار تھے ۔  
”تغریبا آدھے گھنٹے کے بعد لیڈی ڈاکٹر واپس آئی ۔ اس کی آنکھوں سے

ہو سی تھلک دی تھی ۔

”کب کہیں ۔ کیا بات ہے ؟“ ڈاکٹر دعا کو نے ہلکا کر پوچھا ۔

”اس بار قطعی امید نہیں ہے ۔“

”نہیں ۔“ دعا کو نے غصہ کیا کیا بڑا ۔ پھر اگر عمران اسے بڑھ کر دایلیں بازو کا سہارا دے گا تو شاید یہ جگر اگر گری گیا ہو ۔

”لیکن ۔“ لیڈی ڈاکٹر آہستہ سے ہونے لگی ۔ ”اگر ایک منٹ پہلے بھی پرش آتی تو شاید اسے بچا جاسکتے ۔“

”کیا زہر ہے ؟“ عمران نے پوچھا ۔

”بہت ہی کم ۔“ لیڈی ڈاکٹر نے کہا ۔ ”لیکن اللہ کی ذات سے اس پر ہونا چاہئے ۔“

وہ پھر اندر چل گئی ۔

”عمران ۔“ ڈاکٹر دعا کو بھرتی ہوئی آواز میں بولا ۔ ”مار صاحبہ بڑی اچھی دلی ہے ، مری کوئی اور نہیں ۔۔۔ میں نے اسے ہمیشہ اپنی بیٹی کی طرح چاہا ہے ۔“

”وہ گئی تو کیا ہو گا ۔ میری زندگی کا وہ خلا کس طرح پُر ہو گا ؟“

”حوصلہ رکھو ڈاکٹر ۔“ دعا کو نے مہینہ اچھی بڑکی ہے ۔“

”دیکھو ۔ اس کے خلوص ہی کا اثر ہے کہ یہاں کا عملہ کتنی جلدی اس

کا دوسرے ہو گیا ۔“ ڈاکٹر دعا کو نے کہا ۔

عمران سمجھ نہ پولا ۔ عموماً وہ دیر بعد لیڈی ڈاکٹر حیرت کھاتی دی ۔ اب اس کے دماغ پر مزید سبکی کے آثار تھے ۔

”پرش آگیا ہے ۔ لیکن ۔ لیکن ۔“

”لیکن کیا ؟“ ڈاکٹر دعا کو بھلا کر کھڑا ہو گیا ۔ دعا کو نے جلدی کر پڑ ۔

”لوگوں کہتے ہو کہ جہنم میں خون کے نچلے بھی شامل ہیں۔ وہ آپ کو دلوں کو دیکھنا چاہتی ہے؟“

”جولو۔ جولو۔“ ڈاکٹر غایتی ہوئی اسی آواز میں بولا: ”عران مجھے سب راہد۔“

میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے؟

وہ دونوں آپریشن عید میں آئے۔ مارٹھا میز پر چٹ ٹری منی ڈریان رہا۔ سسی آنکھیں جھپٹ کی طرف نگراں تھیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیت وہ اپنی جانی کی نگہ میں تھی۔

”مارٹھا! ڈاکٹر مضطر نہ آنا، انہیں میز کی طرف بٹھا۔“

”ڈاکٹر! یہ جھپٹ سے نظر بٹھائے بغیر آپ نہ بولی۔“ عران کہاں ہے؟

”وہ بھی ہے۔ تم کیسی ہو؟“

”عران۔ تم اور آڈیاٹس بائیں بائیں۔“ مارٹھا نے کہا۔ عران چپ چاپ۔

قریب چلا گیا۔

”میں چپ کیوں ہوں عران؟“ اس نے اپنی بائیں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ”بیرا ہاتھ بڑھو۔ تم بھی ڈاکٹر۔“

مارٹھا ہاتھ ڈاکٹر کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن آنکھیں اب بھی جھپٹ ہی رہی تھیں۔

”تم دونوں میرے ہاتھ بڑھو۔ مجھے رک ہو میں مزہ نہیں چاہتی۔“

ڈاکٹر اپنی آواز دھمکے ہوئے کہ: ”جس مزہ نہیں چاہتی۔“

”تم زندہ رہو گی بے بی۔“ یہ منہ سوچا۔ ڈاکٹر جتنی بولی آواز میں بولا۔

کی آنکھوں سے موٹے موٹے قطرے ٹھٹھاک کر ڈاکٹر میں جنم ہوئے جا رہے تھے۔

”عران! لوگوں تم حسب کیوں ہو۔“ مجھے مسسا ڈاکٹر۔

عران حوت خشک نگل کر رہ گیا اس کا منہ خشک ہو گیا تھا! سمجھ میں نہیں آ رہا۔

”اسے کیا کہنا چاہئے اس کے لئے فکری ٹی سپریشن تھی۔ ایسے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ خاصا جدید ہیج ہو سکے۔“ چہرے پر مردنی چاکلی منی اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بہت نمایاں ہو چکے تھے۔

”م میں نے اکثر ٹری سخت باتیں کہیں کہہ دی تھیں۔ مجھے معاف کر دو عران!“

”م ابھی ہو جاؤ گی۔“ بے بی۔ مٹھنی رہو۔“

”مجھے یقین نہیں۔“ مارٹھا نے گہری سانس لی۔ بیک پر کل جا رہا ہے۔ اب عیس

جا رہا ہے جیسے سینہ جہنم بن گیا ہو۔ کسی جہن ہے۔ خدا رحم کر۔ اسے خدا رحم کر۔

مارٹھا یہاں سے چلے جاؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو۔ میں نے صرخی سے پانی پیا۔

عران اس کا ہاتھ چھوڑ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

مارٹھا کے کمرے کے سامنے جوزف اب بھی موجود تھا۔

”اس کے بعد سے کوئی اندھلوں میں گئے۔“ عران نے اس سے پوچھا۔

”نہیں یاس!“ جوزف بولا: ”وہ اب کیسی ہے؟“

عران جواب دینے سے انکار رکھ گیا۔ سب سے پہلے عراقی پر نظر پڑی۔

وہی میں پانی بھی موجود تھا۔ عران نے جوزف کو آواز دی۔ اور اس سے کہا: ”تم

میں ٹھہرو۔ کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ میں ابھی آتا۔“

پھر شہت پر کھسے دی کھڑکی پر نظر ڈالی جو بند تھی اور چٹختی بھی چٹختی ہوئی تھی۔

”کہا بات ہے ہاں! جوزف نے تو جس کی ہچک میں رہا۔“

”وہ مرد ہی ہے جوزف۔ اس بارہاتے انی میں ضرور کیا ہے؟“

”پانی میں۔“ جوزف نے حیرت سے آنکھیں چمکادی۔

”اس صراحت کیا؟ وہ یہ پتا ہے؟“ عمران نے صراحت کی طرف اشارہ کیا۔

”ہی۔۔۔“ بھارت علی صاحب نے گرتیخا۔

”شرارت بھارت۔ یہ سب پتال ہے۔“ عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا

”اسے اب بھی مر جاؤں گا، بھارت خود فرود آواز میں بولا۔ تم کہتے ہو شور نہ مچاؤ۔“

”کہیں تو کیوں مر جائے گا۔“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

”بھی، ابھی تو پتا ہے میں نے اس میں سے پانی۔۔۔ وہ پیٹ پر ہوا

پھینکا تھا بولا۔ اب کیا ہو گا۔ اس سے میں مر جاؤں گا؟ میں۔۔۔ نہیں باس۔

مجھے بچا لو۔“

پھر وہ کمرے میں کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ چاروں طرف دیکھا پھر رہا تھا

عمران اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ دفعتاً بھارت رک کر دبا ڈرایا۔ لعنت

تمہاری تمہاری اور تمہاری۔۔۔ جان بچانے کے لئے مجھے ایک کھٹی بھی نہیں

مل رہی ہے؟

”کھٹی۔۔۔؟ کھٹی کیا کرے گا؟“

”کھاؤں گا۔۔۔؟“

عمران کو نہیں آگئی۔ دیکھ وہ سمجھ گیا تھا کہ بھارت نے کرنا چاہا تھا

پھر وہ اسے ساتھ لے کر کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ پولیس الیکٹریٹ

مذہم ہو گئی۔ جو اسی طرف آ رہا تھا۔

”آپ لوگ براہ کرم کہہ جاؤ کہ وہ کون ہے؟“ اس نے عمران سے کہا۔

”صراحت کا انبیاں رکھئے گا۔“ عمران بولا۔ یہ بھی اس میں سے پانی بکاتا

اب وہ بھارت کا مذہم پکڑے کنسٹنٹ دم کی طرف گھیسٹے لئے جا رہا تھا۔

کئی ڈاکٹروں نے جو فٹ کا سامنا کر کے، مستطراحی دوائیں دیں۔ اور

تیسرے ڈور کے بعد جو فٹ کرتے ہوئے کبھی سیادی تجزیہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا

کچھ انجکشن بھی دئے گئے اور عمران کو پہلی بار معلوم ہوا کہ جو فٹ جو جانے

کے نیروں کے عکاس ہے، کھینکھینک سے جی ڈونگا ہے۔ انجکشن کئے سے قبل

اس کے مدبر جو اشیاں اڑنے لگی تھیں۔ اور جب سوئی باند پر رکھی جاتی تو وہ

دوسری طرف منہ پھر کر، کھینکھینک کر رہا تھا اور پہلا بوٹ بھی دانتوں میں دبائیا تھا

بہر حال وہ کافی دیر تک نہ مڑا۔ دوسری طرف عمران کو مارنے کی موت کی

الاع علی اور یہ منہ منہ نظر آئے گا۔ ڈاکٹر دعا کو تو بھارت میں کہ رہا تھا۔ بالکل

کسی لمحے سے بچنے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رہا تھا۔

کئی لمحے گزرے۔ جانے کے بعد بھی بھارت ڈرا۔۔۔ دھراس کی تے اور صراحتی

کے ذہنی تجزیہ۔۔۔ جی بریہ تھا۔۔۔ وہ تو میں نہ رہا کا شاہد بھی نہ ملا۔

اسی شام کیش فیاض صبر عمران کا دماغ چاٹ رہا تھا۔

”پھر وہ کیسے مری؟“ اس نے کہا۔

”زہر سے۔۔۔ لیکن وہ صراحتی کے پانی میں سر نہ ڈال رہا تھا۔“

”پانی بدلا بھی جاسکتا ہے۔“

”دنا ممکن۔۔۔ جو فٹ دروازے سے باہر بھی نہیں تھا۔“

”جو فٹ؟“ کیش فیاض غرایا۔ ”کی وجہ ہے کہ میں اسی ہوش نہ کروں؟“

”شہ نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ سوچو؟“

”وہ نہیں جید چاہتا ہے۔“ فیاض کچھ سوچا پھر بولا۔ ”اس لئے مارا تھا

اور برداشت نہ کر سکا کہ وہ شاید نہیں پہلے ہی مری؟“

”اس فارم کے تحت تو نہیں بہت پہلے ہی مری کے افسوس قبل ہو



جانا چاہتے تھا۔ مگر کچھ تم بھی مجھے بہت چاہتے ہو۔ چاہتے ہو نا۔“  
 عمران سنجیدہ ہو جاؤ۔ دل دل میں نہیں گئے ہو تم؟  
 ”اور تم بھنود میں جکڑ رہے ہو۔“  
 ”مجھے جوت کو حراست میں لینا پڑے گا۔“  
 ”عزیز کو کشتی کرو۔ میں خود ہی یہی چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔“  
 ”فیاض کچھ نہ بولا۔“

دہسپال کے اسی کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے جہاں مارغا مقیم تھی۔  
 ”بڑی اچھی روٹی تھی۔“ فیاض نے ٹھوڑی دیر بعد کہا۔  
 ”جی! عمران چرنیک پڑا۔ ٹھوڑی دیر تک فیاض کو گھورتا رہا پھر بولا جی ہاں۔“  
 ”اے شاہ! اس کی موت کا باعث میں تم ہی بنے ہو؟“  
 ”اچھی میری دیر سے تو سوتی مہینوال، پیر، بھیا، دہلی بھنوں، حاتم خان  
 وغیرہ سب ہی مر گئے تھے۔“

”تم سے لڑنا وہ شقی، انقلاب آدمی میری نظر سے ابھی تک نہیں گذرا۔“  
 ”ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ بچے ہو!“  
 ”کام کی بات کرو۔“ فیاض بھنچا لگا۔ ”مجھے جوت کو کڑا کرنا ہی پڑا۔“  
 ”میں نے کب منع کیا ہے۔ عزیز کرو؟“  
 ”اور تمہاری پوزیشن بھی صاف دھوکے؟“  
 ”بیلے ہی کب رہی ہے؟“

”مٹنے میں جوت نے اندر آکر کسی کا ملاقاتی کا ڈوبا۔“  
 ”کتنے دو۔ عمران نے طویل سانس لی اور فیاض سے بولا: ڈوہرننگ؟“

دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور کرنل ڈوہرننگ اندر داخل ہوا۔  
 ”آؤ ہو۔“ اس نے فیاض کو مخاطب کر کے کہا۔ ”آپ بھی شریف فرما ہیں؟“  
 ”ہاں!“  
 ”ڈوڈو ڈوڈو کرنل۔“ فیاض نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرنے ہوئے کہا  
 ”شکریہ۔ شکریہ ہوں!“ کرنل نے کہا اور عمران کا شانہ بھینکا ہوا بولا۔  
 ”بچے ہو!“

”شکریہ! فیضت ہوں؟“  
 ”میں نے سنا ہے کہ وہ روٹی جو تمہارے ساتھ تھی دہرنوالی کا لشکار ہو گئی۔“  
 ”ہاں۔“ عمران نے طویل سانس لی۔ اور اچھا نہ انداز میں اس کی  
 طرف میں دیکھتا رہا۔

”مجھے افسوس ہے!“ ڈوہرننگ نے کہا: ”کیا تم دونوں گرنے درست تھے؟“  
 ”نہیں ایسے گہرے بھی نہیں! بس جان سپرد تھی۔ میرے گولی لگی تو یہاں  
 فریڈ وارڈ میں کوئی گرنے لگا نہیں تھا۔ اس نے اپنا کمرہ پیش کر دیا۔“  
 ”خبر۔ خیر۔ وہ یقیناً کوئی نیک نفس روٹی تھی۔“

”کلاز کا کیا حال ہے!“ عمران نے پوچھا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ کیا تم اس سے نہیں ملے۔ یہیں تو ہے۔“  
 ”موقع ہی نہیں مل سکا۔ اب ملے گا۔“  
 ”میں نے بتا تھا تمہارے شعلے۔ اسے افسوس ہے۔“

”شکریہ!“  
 ”خدا جابر سے شوری آواز آئی۔ جوت کسی سے جدا کر رہا تھا اور دوسری  
 پہچانی نہ جا سکی۔“

دکھا معصیت ہے، عمران اٹھتا ہوا بلبل۔

باہر ڈوہرنگ کے باڈی کا ڈوٹنگوٹا اور جوزف کے درمیان کالیوں کا  
تبادلہ ہو رہا تھا اور دونوں ایک دوسرے کو مار ڈالنے پر آمادہ نظر آ رہے تھے  
جوزف تو خود مصیبت سے کسی جگہ سے ہونے لگا تھا۔ ایسا معلوم  
ہوتا تھا جیسے خون خرابہ ہوئے بغیر ان میں سے کوئی خاموش نہ ہو سکے گا۔

دکھا ہوا ہے؟ عمران نے جوزف کو دکھایا۔

دو دم دخل مت دو باس۔ اور اگر یہ مرد ہے تو اپنے باس کو بھی دخل دے۔  
سے باز رکھو گا۔

دکھا تھوڑے ٹکڑا، ڈوہرنگ خرابا۔

”کچھ نہیں باس،“ نگوٹا نہیں کر بولا، میرا چرطن ہے اور پرناش ہے  
اسے اس وقت کچھ پرانی باتیں یاد دلا دی تھیں۔ پس آپ سے باہر ہو گیا۔

”کیوں یاد دلا دی تھیں پرانی باتیں؟“

”پس یاد رکھنی تھیں باس،“ نگوٹا دھڑکی سے ہنستا رہا۔

”اچھا بس خاموش۔۔۔ ورنہ تھوڑی سی اڑا کر رکھ دوں گا۔ ڈوہرنگ“

”جوزف۔۔۔ بکواس بندھا،“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

بدقت نام وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

فیاض نے عمران سے پوچھا: ”اسے کتنی تنخواہ دے رہے ہو؟“

”تنخواہ۔۔۔“ عمران نے میجرانہ لہجے میں دہرایا، ”اے یہ تو ولی حیدر ہے۔“

راج پاٹ اسے ہی تو سمجھتا ہے؟

ڈوہرنگ عمران کی طرف ہاتھ پٹھا کر بولا، ”اچھا رکے۔ میں اب جاؤں گا۔“

عمران نے ہاتھ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ وہ حقیقتاً بہت مصلحتی تھا۔

عمران نے اسے گڑھ میں بیٹھایا تھا۔ وہ بچپاری خواہ مخواہ ماری گئی۔ سوچتا  
تھیں ہی سانس لے کر رہ جاتا۔

اس وقت فیاض کی موجودگی بچہ گراں گذر رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو دے دیتے مگر  
ان کو حکم دیتا کہ اسے اٹھا کر شرک پر بھیج دے۔

فیاض نے بھی گویا کر دیا تھا کہ بیٹھا ہی رہے گا۔ خواہ خاموش ہی رہیں  
بیٹھا پڑے۔

”جسٹ مار ڈی دیوٹ کب سے کل؟“ عمران نے پوچھا۔

”سل ہی جانے کی کبھی نہ کبھی۔ لیکن پر خوروار یہ بتاؤ کہ آج یہاں اس  
میں کون کون آیا تھا؟“

”خبرست اس وقت بھی تمہاری حبیب ہی میں موجود ہوگی؟“ عمران نے تلخ لہجے میں کہا  
”یہاں مطلب۔۔۔“

”میں اندھا نہیں ہوں فیاض صاحب۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کسے بعض  
تمہاری عمرانی فرما رہے ہیں۔“

”میں مجبور ہوں،“ فیاض نے حویل سانس لی، ”سب کچھ دھماکا صاحب کے منہ  
پر ہے۔“

”بہر حال خبرست آپ کی حبیب میں موجود ہے؟“

”ہے تو۔۔۔“ فیاض اس کی تکفوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا، ”بھرنیہ کیل انتبا۔“

”یہ میرے پاس معقول وجوہ موجود ہیں کہ اس سلسلے میں اس رٹ کی کو  
کا جائے آج یہاں آنی تھی اور کچھ۔۔۔“

”تو تمہارے ساتھ شپ ٹاپ میں تھی؟“

”وجوہات مصلوہ کرنا پسند کروں گا۔“

”وہ رقابت کی بنا پر مارنا تھا کہ زبرد سے سکتی تھی؟“

عمران ہنس پڑا۔ "ویرنگ ہنسٹاردا، بھر لولا یہی عرض کر دیا تم نے۔ اور ہم جیسوں کے لئے اب شہر میں تسلی ہوا کرے گی۔ زندہ باد؟"  
 "ہوں؟" فیاض خاں نے یہ تم ہو کس خیال میں۔ وہ اب تک حراست میں رکھ چکے ہو گے۔"

"میں باس؟"  
 "نہ جانتے ہو ڈوب رنگ کی راک کس کرے میں ہے۔"  
 "خوبیوں باس؟"  
 "معلوم کر کے مجھے بتاؤ؟"

"تمہیں بتاؤں گا جو رت نے حیرت سے آنکھیں میچاڑتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں کیوں؟" عمران نے بھی آنکھیں نکالیں۔  
 "ابھی ایک راک کا حضور دیکھ چکے ہو باس۔ اب دوسری بھی!"  
 "کیا جتنا ہے۔!"

"جو عورت تم سے قریب ہونے کی کوشش کرے گی اسی طرح مجھ کی!"  
 "بائیس۔ بائیس۔ ابے کیوں؟"  
 "تم پر رولی ٹھیک سا یہ ہے"  
 "نرولی ٹھیک۔" عمران بوکھلا کر بولا "یہ کیا ہوتا ہے؟"

"جوئی ہے۔ ہوس کی دہلی۔ بہت فحشی مٹھو ہے۔ جس مرد پر اس کا سایہ ہو جائے اس سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی عورت زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی"

"تو ماتھا۔ کو اسی نے ختم کیا۔"

"یقیناً باس۔"

"اچھا۔" عمران مردہ سی آواز میں بولا "اپنی جگہ پر واپس جاؤ"  
 وہ باہر جا ہی رہا تھا کہ فیاض آدھی روٹھان کی طرح دباؤ کرے میں داخل ہوا۔

عمران پر غصہ مچنے لگا۔ فیاض کو گھر کے بارہا تھا۔ کچھ دیر بعد آہٹا بولا۔ "اگر وہ حراست میں نہ لگتی تو آج سے خود کو دیا کا ناکارہ ترین آدمی ہو جاتا۔ گا۔ مانی ڈیر فیض کیا من۔"

"تم اسے حراست میں نہ لے سکو گے"  
 "ہرگز نہ؟" فیاض گلائی کی گھڑی پر نظر ڈال رہا تھا "اس وقت وہ کوئی کی حوالہ میں ہو گے؟"

"دو چھ مہارے" عمران مسکرایا "وہیے اگر میری بات پر یقین نہ ہو تو۔۔۔  
 فلن کہہ کے معلوم کرو، اپنے اسی ماتحت سے جسے اس کام پر لگایا تھا۔  
 فیاض کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار نظر آئے اور وہ سچے آٹھ گز سے باہر نکل گیا۔"

اگر اس کے آدمی عمران کی ننگی کرتے رہے مٹے تو پھر جھلا اگس ٹکے نہ رہے خود اس کے آدمیوں کی نگرانی کہہ نہ کی ہو گی۔ عمران نے اسی وقت سے فیاض اس کے ماتحتوں کی نگرانی شروع کر دی تھی سبب ایک عظیم سفر رنکے کے بعض

شہر نظر آئے تھے اور فیاض کے چمکے کو ان کی طرف خصوصی توجہ دینی پڑی تھی۔  
 عمران نے جھٹ کو آواز دی۔

"میں باس؟"

"نہ جانتے ہو ڈوب رنگ کی راک کس کرے میں ہے۔"

"خوبیوں باس؟"

"معلوم کر کے مجھے بتاؤ؟"

"تمہیں بتاؤں گا جو رت نے حیرت سے آنکھیں میچاڑتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں کیوں؟" عمران نے بھی آنکھیں نکالیں۔  
 "ابھی ایک راک کا حضور دیکھ چکے ہو باس۔ اب دوسری بھی!"  
 "کیا جتنا ہے۔!"

"جو عورت تم سے قریب ہونے کی کوشش کرے گی اسی طرح مجھ کی!"  
 "بائیس۔ بائیس۔ ابے کیوں؟"  
 "تم پر رولی ٹھیک سا یہ ہے"  
 "نرولی ٹھیک۔" عمران بوکھلا کر بولا "یہ کیا ہوتا ہے؟"

"جوئی ہے۔ ہوس کی دہلی۔ بہت فحشی مٹھو ہے۔ جس مرد پر اس کا سایہ ہو جائے اس سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی عورت زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی"

"تو ماتھا۔ کو اسی نے ختم کیا۔"

"یقیناً باس۔"

"اچھا۔" عمران مردہ سی آواز میں بولا "اپنی جگہ پر واپس جاؤ"  
 وہ باہر جا ہی رہا تھا کہ فیاض آدھی روٹھان کی طرح دباؤ کرے میں داخل ہوا۔

جو زف باہر نکل گیا تھا۔ لیکن فیاض کو اس طرح گھرتا گیا تھا۔ جیسے عمران کے کسی اشارے کا متکلر ہو۔

”متم سنے اچھا نہیں کیا؟“ فیاض دانت چٹپٹا ہوا ہوا۔

”کیا بات ہے؟“ عمران نے جھوٹے سے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔“ فیاض پھر دروازے کی طرف متاثر ہوا۔

”یہ کون سا جادو کر رہا تھا؟“ فیاض کا شکار ہوئی تھی۔

”کی مطلب —“

”جو زف سے پوچھنا۔ اچھی مجھ سے کہہ رہا تھا۔“

فیاض باہر نکل گیا۔ عمران کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

پھر وہ جو زف اور فیاض کی آوازیں سن رہا تھا۔ جو شاید کسی اختتامی منظر پر ہیبت ہی زدہ وارنٹس کی بحث کر رہے تھے۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور فیاض اندر گھستا ہوا غصیلے لہجے میں بولا: ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ پر معاش کیسے کہہ رہا ہے؟“

”نزدلی مٹیا؟“ عمران نے جلدی جلدی ہلکی جھپکاتے ہوئے کہا۔

”عمران میں کتنا ہوں کہ بڑے خسارے میں رہو گے؟“ فیاض اسے گھورتے دیکھتے چلے بولا۔

”گٹ آؤٹ!“ عمران آنکھیں بند کر کے دھاڑا۔

فیاض کی رانگی کا اعلان دروازے بند ہونے کی گونجیل آواز نے کیا۔

عمران کو اطلاع مل چکی تھی کہ ڈاکٹر دھاکا بھی مسپتالی سے فارغ الملاح

کر دیا گیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ وہاں سے جا بھی چکا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ برآمدے میں نکل آیا۔ بازو کی تعلقت کم ہو گئی تھی۔

دفعتاً ایک کارڈ بورڈ کے سرے پر سر سلطان کا بوڑھا اسٹینڈ نظر آیا۔ شاید کمر کی غیرت و ریاضت کرنے آیا تھا۔

عمران کو دیکھ کر اسی کی طرف چلا آیا۔

”بکے حضرت!“ اس نے قریب پہنچ کر چپینے ہوئے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”کے مزاج ہیں؟“

”فکریہ آپ اپنی فرطیہ! عجوبہ و نواز کے مزاج، قدس...!“

”اب جا رہا ہوں۔“ وہ ڈھٹائی سے سنسا۔ پھر انہیں آنکھ دبا کر بولا: ”اب

دوسرے ہی معاملات ہیں!“

”خدا حافظ۔“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

وہ چلا گیا۔ عمران بھر شینے لگا۔ وہ دراصل اس کمرے کی گزری کر رہا تھا

جہاں فون تھا۔ موقع کا منظر تھا کہ کب فون بجی ہو اور کمرے میں بھی کوئی

رہو۔

کچھ دیر بعد موقع مل ہی گیا۔ اس نے ساری احتیاطوں کو نالائے طاق رکھ

کر ایک ڈیرے کے فریڈائیل کے ادبویا کے متعلق رپورٹ طلب کی۔ بلیک زیرو

نے تباہ کر رکھنے مراغمرسانی کے منصوبوں سے بروقت آگاہ ہو جانے پر جویا

نے رپورٹ سننی اختیار کر لی ہے۔

عمران نے اطمینان کی سانس لی اور رپورٹ دیکھ کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

وہ رات تو سکون سے ہی گزری۔ مگر مئی لیکن دوسرے دن صبح ہی صبح غمگین

مرغمرسانی کا ایک ڈیجیٹل میٹر منڈنٹ آدھکا۔ غالباً فیاض نے ہی سوچا تھا کہ پہلے

تحتفک کی بنا پر وہ عمران پر سختی کر سکے گا۔ اب کسی دوسرے ہی کو یہ کام سونپا جائے۔

”آپ ہی مشعل عمران ہیں!“ اس نے ڈنگو گور کے سے انداز میں پوچھا۔ جیسے

کا اکثرین بہت نمایاں تھا۔

”جناب۔“

”مجھے مرس جو بیانا فطر و ثمر کا پتہ چاہئے؟“

”عمران نے اسے پتہ بتایا۔“

”اس پتہ پر تو وہ موجود نہیں ہے۔ مکان بالکل خالی ملا ہے۔“

”علاوہ دہلی اور کوئی سامان نہیں۔“

”یہ کوئی ایسی نشوونما ک بات نہیں! وہ مسلمان بھی مہیا کیا جاسکتا ہے۔“

”ہوں؟“ ڈی ایس بی اے گھورتا ہوا غریبہ میں ابھی حال ہی میں

کسی دوسرے شہر سے تبادلہ پر آیا ہوں۔ مجھے علم نہیں کہ آپ دکان صاحب

کے صاحبزادے ہیں۔ کیا سمجھے۔ جناب!“

”دلا جواب آئیں یا ہے؟“ عمران نے اسے متغیرانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا

”مجھ پر کیا خیال ہے۔ آپ میری طرح گھٹو کریں گے یا نہیں۔“

”وہ بہتر ہے تم اپنے ڈاکٹر کٹر جنرل صاحب ہی سے پوچھ لو کہ میں کتنی سیدھی

طرح گھٹو کرتا ہوں؟“

”مجھے نہیں علم ہے؟“ ڈی ایس بی اے مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”خانا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے! عمران نے کھانے کی گھڑی بجاتے ہوئے

”مسٹر عمران آپ میں کس خیال میں! آپ اس طرح کی بات بتانا ہی کرے گا۔“

”جوزف۔“ عمران نے طنز آواز سے پکارا۔ ”وہ دوسرے ہی لمحے میں جوزف

اندھا تھا۔ عمران نے اسے عربی میں سمجھانے کی کوشش کی کہ سامنے بیٹھا ہوا آدمی

ناخوداندہ جہان کی طرح سر پر سلاطین پر کیا ہے لہذا وہ کسی تہذیب سے اسے چھان کرے۔

”مسٹر۔“ جو زندگی ڈی ایس بی اے کو غصے کی وجہ سے بدلتا رہا۔

”وہ پھر بولا ہے آج موسم بڑا اچھا ہے۔ ہمارے ایک طرف ایک مثل بھی جاتی ہے کہ اسے وقت

میں دوسروں کو بول کر دے دے یا تو سید خدا رسیدہ ہوئے ہیں یا بالکل الحق۔۔۔“

”کیا کہو اس ہے۔ ڈی ایس بی اے عمران کو گھونٹا ہوا سطر یا۔“

”اسے حل نہیں ہے کہ آپ ڈی ایس بی اے کی لڑکی ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔“

”اب میں تمہیں سچ سچ دکھانے دوں گا۔“

”پھر کسی دم۔“ اس وقت تو چلے ہی جاؤ۔ ”وہ۔“ عمران نے جھک کر بولا

نہیں کیا۔

”اچھی بات ہے۔“ وہ اٹھتا ہوا بولا ”فقوڑی دیر بعد ایک ایمرلٹس

نہیں پولیس ہسپتال لے جائے گی۔ خود کو زبردستی حراست تصور کرو۔“

”جائے ہو یا میں کسی خوبصورت سی نرس کو بڑاؤں۔“

”اچھا۔ اچھا۔“ دیکھوں گا؟“ ڈی ایس بی اے یہ سختی بھابھا کر نکلا۔ ”جوزف

نفس کی پشت پر پھینکا نہ قسم کے اشارے کے اور طرح طرح کے منہ بنا کر سنہارا۔“

”نکل جاؤ۔“ عمران نے اسے بھی نکالا۔

”محادثات اچھ گھٹتے تھے۔ اسے تنہا کیے سے سوچا تھا۔ کوئی راہ نکالنی تھی۔ جو بیا

کی پوزیشن خراب ہو کر تھی۔ بہر حال ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا جو اس کام میں کاوش

بھی پیدا کر سکتا تھا۔

”ہو سکتا تھا کہ ڈی ایس بی اے اپنی دھکی کر عمل جامہ بھی پہنا دیتا۔ اسے جلد ہی

کچھ کرنا چاہئے تھا!“

”وہ پھر قرن دسے کرے کی طرف روانہ ہو گیا، ایک زبردستی راجہ قائم کرے

کچھ دیانت دیں اور جوزف کے قریب آکر آہستہ سے بولا: ”ایک جیکسی لاؤ اور بھگتی

پارنگ میں اسے روکے رکھنا۔“

جوزف چلا گیا، سہیلیاں سے نکل بھاگ آسان کام نہیں تھا۔ لیکن وہ تہیہ کر چکا تھا کہ اب یہاں نہیں رہے گا۔

کچھ دیر بعد اندازہ کے مطابق اس کے فرض کر لیا کہ جوزف کی اوٹی بڑی شکی عقیقہ پاک میں بیٹھ گئی ہوگی۔

وہ ٹپٹنے کے ساتھ ہی باہر نکلا اور ٹھنڈا ہی جل گیا۔ اندازہ درست تھا جو نرنگ کیسی سمیت دہلی میں موجود تھا۔

”بٹھ جاؤ۔ عمران نے، اگلی نشست کی طرف اشارہ کیا اور جوزف نے چپ چاپ تھیں کی۔

عمران نے کچھ نشست پر بیٹھے ہوئے... ڈرامیٹر کو دکان صاحب کی کوٹھی کا پتہ بتایا۔

کچھ دیر بعد جب ٹیلیسی کوٹھی کی کیا ڈھنڈ میں داخل ہوئی تو ڈیڑھ گھنٹہ تک بکری نہ گرائی صبح کی دھوپ کے لئے لان ہی پر موجود تھیں۔ عمران کے گوندہ ہمنوں نے تو ٹیلیسی کی بلائیوں کو شروع کر دی تھیں... پھر ایک نے دروازہ کھول کر عمران کو اپنے بازو کا سپلاش پیش کیا۔ ”تیرا البتہ دوڑھکڑی اسے اس طرح گھوم رہی تھی۔ جیسے کچا بس چبا چلے گی۔ اور جوزف قریب ہی“ چلن شیخی“ نظر آ رہا تھا۔

اور عمران نے بعد آداب امانی ہی کو بد خوشخبری سنائی کہ اب وہ وہیں ہے کہ ”کہوں؟ کیا ہے بازو۔“ انہوں نے بوجھا۔ پھر جلدی سے لوہیں ”حلوا اور“ چلو“ اور اس کی اکبچ نرنگ میں سے لوہیں ”جاؤ۔ جلدی سے بستر و صند کر دو“ ”اب بستر کی ضرورت نہیں!“ عمران سر ہل کر بولا ”کیونکہ شاید تھوڑی دیر بعد گرفتار کیا جاؤں۔“ ڈیڑھ ایسی یہیں بیٹھا ”دیکھئے؟“

”ہیں۔ لیکن تو گرفتار نہ کہیں کر یا جلدے گا“

”وہ بڑی مارتھا مرگئی نا، کسی نے نہ روکے دیا تھا۔ ڈیڑھ کے ڈیڑھ ٹھنڈے کو شہید کر کے حرکت جو لیا کی ہے... اور وہ کم بخت جو لیا اپنی خالہ جان سے ملنے کو ٹھنڈے پہلی گئی ہے۔ اب وہ سب مجھ سے پتھر پتھر ہے۔ یہ ہیں اس کا۔ مجھلا میں کیا جانو کہ اس کی خالہ جان کہاں جاتی ہیں۔“

”ارے آپ کو اپنی خلیا ماس کا پتہ نہیں معلوم۔“ انہر بولی۔

”نچ خلیا ماس۔ میں نے کبھی نہیں ٹھیک... اور تم شاید تو میٹر ماس کہنا چاہتی تھیں۔“

”کو اس بند کر دو۔ اندر جاؤ۔ تمہارے ڈیڑھ لبریری میں ہونگے؟“

بگڑ جانے لگا۔ اور عمران نے جوزف کو تار گرو پشید کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔

دکان صاحب لبریری ہی میں ملے حیرت سے عمران کو دیکھا، اور کھار کر لوہے ”تم سہیلیاں سے کہیں چلے آئے۔“

”یہاں اس کو کھلی سے گرفتاری میرے لئے منہ مشتانت ہوگی۔ اخبارات بڑی شاندار سرخیاں جانیں گئے۔“

”اؤہ سمجھا۔“ رحمان صاحب غرلے، بیٹھ جاؤ۔ بناؤ وہ بڑی نظر دائرہ کواں ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔ قسم لے لیجئے۔“

”ہوں لیکن تم بھی تو اشیچے سے بالاتر نہیں ہو؟“

”میں تو کہتے ہیں کہ سے بھی بالاتر نہیں ہوں۔ لیکن۔“

”کو اس مت کرو۔ تم میرے لئے بدنامی کا باعث بن رہے ہو

کیا کسی دوسرے شہر میں جا کر نہیں مریں گے؟“

”میرے دی ہے۔ یہاں تو آپ ہی دم کھا کر کفن و دفن کا انتظام کر دیجئے۔“

دیار غریب میں مبت کی بھی خرابی ہو جائے گی۔

”جاؤ۔۔۔ نکلو میاں سے“ وہ جھلک کر کھڑے ہو گئے۔

”کوئی تھی؟“ عمران نے ڈر سے جھوپڑ سے پوچھا۔

”نہیں! اس کمرے سے۔“

”دیے بڑی ضروری باتیں کرنی تھیں؟“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”آخر وہی بیکر تھی؟“ اس وقت خود کشی کیوں کی جب آپ کا حکم

اس میں دلچسپی لینے لگا تھا؟

”میں تو جانوں!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خشک ہچے میں لپکے

دیکھا کہ نہیں کہ اسے اس نگرانی کا علم ہو گیا ہو۔

”محکم ہے۔۔۔ پھر۔۔۔؟“

”دو اور یہ کہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ وہ معاملہ براہ راست وزارت خارجہ

سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی اکثر متناہو کا کہ میں حکمہ خارجہ کی سیکرٹ

سروس کے لئے اکثر کام کرنا رہتا ہوں۔“

”ہوں؟“ رحمان صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

”اور اگر اس کام میں خلل پڑا تو۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔ میں خاموش ہوں آپ خاموش رہیں!“ رحمان صاحب نے

سر ہلکے ہچے میں کہا۔ لیکن یہ زوراً بے آخر آپ نے ڈاکٹر دعا کو کہیں تاک لیا ہے؟

”نہ تو اسے کام کی بات بہتر معلوم نہ ہوتی۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”کوئی نامعلوم آدمی اسے حکمہ خارجہ کے خلاف سازش میں پر مجبور کرتا

رہا ہے اس کا کہنا ہے جو کہ حکمہ خارجہ کے اکثر آفیسر تبارے زیر علاج ہیں

میں نے تم ان سے بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔

”یہ کہہ کر اٹھتا ہے۔“

”مارتھا پرزہ کے اثرات ظاہر ہونے سے کہہ دو قبل اس نے مجھے بہت تباہی مچی

وہاں صحت کے فون کی طرف ہاتھ ڈرنا چاہی تھا کہ عمران بول پڑا۔ ”شہر ہے!“

”کیوں؟“ رحمان صاحب ہاتھ دھک کر فرماتے۔

”کیا آپ اسے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔“

”کیوں؟“ وہ مزید ہاتھ مار کر کہتے۔ ”جلد ہی بناؤنا میرے اس وقت نہیں ہے۔“

عمران نے وہ گفتگو میں دھن دھرا دی جو ان کے دماغ کے دماغ ہوتی تھی۔

رحمان صاحب کسی نگرانی پڑ گئے، عمران بیٹھا اٹھتا تھا انہیں اصرار

کھینچتا رہا۔ پھر اٹھا اور ہاتھ جھلکا ہوا باہر چلا آیا۔

اس کی دونوں عمر زبردست کے میں شاید اسی کی منتظر تھیں۔

”ہاں نے عجائی جان!“ ان میں سے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

یہ رنگت کیسی نکھڑائی ہے تو باری؟

”دیکھا بیٹا! میں استعمال کر رہا ہوں آجکل۔“

”یہ کروں سا! میں ہے تو دوسری نے پوچھا۔“

”ارے تم نے اشتہار نہیں دیکھا اخباروں میں! ہر روز نئی سرخی کے ساتھ

تازہ ہوتی ہے۔ آج کے اخبار میں سرخی جی تھی۔ شاید یہ کیوں نہ ہو؟

جی تھی۔ لیکن صرف چند دن کا پلاٹ اشتہار استعمال کرنے کے بعد وہ شادیوں

پر کہیں۔ اور پھر یہ کٹیا ریاں منہل آئیں کھا گئیں۔ لیکن وہی کالی۔ کالی

۔ اس جلنے۔۔۔ جان نہیں لو۔“

عمران نے خاموش ہو کر کسی جگہ نئی شوہر خور کی طرح گردن جھکی۔

”چھڑا صاحب .. وہ آپ کو پوچھتا۔“ چوکیہ ادا نے قریب پہنچ کر عمران کے کہا۔

”کیا پوچھتا۔“

”ملاقات چاہتا۔ جناب“

”بلا لاؤ۔“

”منہیں۔“ ”تیرا بھلا کر لوں؟“ ”آپ خود تشریف لے جائیے“

”اچھا“ عمران نے طویل سانس لی اور جو کبیدار کے ساتھ چل پڑا۔

جیسے ہی چھانک کے قریب پہنچا لیفٹیننٹ نے اڑیاں بجا کر اسے سنبھلوا کر کہا۔

”یہ صاحب جناب“ لیفٹیننٹ نے ایک لحاظ عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

عمران نے لحاظ لے کر چاک کیا، خطا اسی کے نام تھا۔ منہ رد کیا تو دیکھتا رہا پھر اسے

دیکھ کر کے جب میں دکھتا ہوا لوٹ آیا آپ کچھ دیر ڈرائنگ روم میں انتظار کر لیں

میں دراصل زخم کی ڈریسنگ کرنے جا رہا تھا۔

”کیا ہسپتال جائیں گے۔“

”نہیں۔ یہیں گھر پر۔“ آئیے عمران نے کہا اور اسے اپنے ساتھ ڈرائنگ

رہا لایا۔

اسے جھاکر پھر لائبریری میں آیا اور رحمان صاحب کی موجودگی ہی میں ایک نیا روم

ڈرائنگ کے ساتھ تھیں میں بولا۔ ہوں۔ میں عمران ہوں۔ کیا تمہارے ملاوہ

ہی اور کو بھی ملے کہ وہیں ہسپتال سے کوئی پہنچ گیا ہوں۔ نہیں۔ ٹھیک ....

دو کی کی بکریٹ موسیٰ دالوں کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا، ہوں ... اچھا ....

پھر تھری لیٹ سکس پر رنگ کے کے والی سی سے پوچھ کر عمران کی طبی کے لئے کوئی

پوچھ کر رہا آدمی کے طرف آ رہا تھا لیکن لیفٹیننٹ چھانک ہی پر رگ گیا تھا۔

”اؤہ ... سہائی جان آپ نے تو کافی ترقی کر لی ہے! کسی عرصہ پہلے کے ٹریننگ میں ہے شاید۔“

”ہیں خود کسی پرہ سے کم ہوں۔!“

”ہائے! آپ تو زندہ سے میں نہ ہوں! وہ سی نے غناک لمحے میں کہا۔

”وہ بھائی جان زندہ رہا کیا ہوتا ہے؟“ پہلی نے بوجھا۔

”یہ بچا یہ تیرے بھی بڑے بھائی ہے۔“ کیونکہ منہ کے سر پر ہاتھ دھرنے کو

”تو بہتر سے پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اس بچا سے کوئی شبہ نہیں پوچھتا۔“

”دیکھو! دماغ خواب کر رہی ہو تم لوگ اپنا“ پشت سے تھریا کھ کھڑی۔

”وہاں۔ ہاں۔ جاؤ۔ جا کر لگائی بھائی کرو۔“ عمران سر ہلا کر لوٹا۔ جنت

میں عمل تعمیر ہو جائے گا تمہارے لئے۔“

”اتنے میں چھانک سے ہاں کی آواز آئی۔ ایک بہت بڑا ملٹی ٹرک۔“

کر رہا تھا جس پر مسیح سیبا ہی تھے۔ عمران نے ایک لیفٹیننٹ کو نیچے اتارتے

دیکھا جو چوکیہ کے قریب پہنچ کر اس سے کچھ کہنے لگا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی۔ اور خود انداز میں روکیوں کی طرف

دیکھنے لگا۔



لوگیاں بھی میجر انداز میں ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

”اب خدا ہی ڈیٹی کی عزت و آبرو بچائے۔“ ”تھریا بڑ بڑائی۔“

چوکیہ رہا آدمی کے طرف آ رہا تھا لیکن لیفٹیننٹ چھانک ہی پر رگ گیا تھا۔



مطلع کرو۔ جلدی۔“ عمران نے دیکھ کر کچھ عیبوں سے رحمان صاحب کی طرف  
 دیکھا سوائے مسلسل گھبرائے جا رہے تھے!  
 ”کیا تھو ہے۔“ انہوں نے پوچھا۔  
 ”مجھے اسٹیشن کا ٹکڑے کے آفس میں طلب کیا گیا ہے۔“  
 ”کیوں طلب کیا گیا ہے؟“  
 ”مختصا جانے۔ ایک سیکرٹریٹ لینڈنگ ڈرائنگ روم میں میرا تجربہ اور رزلٹ  
 پبلک پریکٹس ہے؟“  
 ”کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟“ رحمان صاحب اٹھتے ہوئے فرمائے۔  
 ”دیکھتے۔۔۔ بیٹھے۔۔۔ جواب مل جانے پر ہی اس کا جواب دے سکوں گا۔“  
 عمران نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 ”فون پر کون تھا؟“  
 ”میرا ایک شناسا“ عمران نے جواب دیا لیکن رحمان صاحب کی آنکھوں میں  
 بے اعتباری صاف نظر آئی جا سکتی تھی۔  
 پھر وہ دونوں ہی فون کی طرف گھومتے رہے۔  
 کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسورٹ اٹھایا۔ دوسری طرف سے ہونے  
 والے کی باتوں پر ہوں کر تیار ہوا۔ پھر بولا۔ ”وائی سی کو پھر فون کرو۔“ بتاؤ کیا ایک  
 ٹرک مسٹر رحمان کے پاس پر موجود ہے اور خط لانے والا سیکرٹریٹ لینڈنگ ڈرائنگ  
 روم میں عمران کا انتظار کر رہا ہے۔“  
 عمران نے پھر سلسلہ منقطع کر دیا اور رحمان صاحب ہونے پر اگر تم نے مجھے  
 دیکھا تب تک اٹھائے رکھا تو میں۔۔۔“  
 ”ٹھہریے۔۔۔ بتانا ہوں!“ عمران اٹھا کر بولا۔ وہ لوگ دراصل مجھے تشریف

اور بتانا چاہتے ہیں؟“  
 ”کون لوگ۔۔۔“  
 ”وہی جن کی گران آپ کا ٹکڑا کرتا رہا ہے۔“  
 ”کرنل ڈومنگز وغیرہ۔۔۔“  
 ”جی ہاں۔۔۔“  
 ”لیکن ابھی تک میں ان کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا ہے۔“  
 ”جی ہاں جس کے ذریعہ واضح ثبوت مل جانے کی توقع تھی وہ تو خود کشی کر چکا۔“  
 ”تمہارا خیال درست ہے۔“  
 ”تو پھر اب آپ کا حکم اس معاملے کو اسی جگہ ختم کر دے گا۔“  
 ”غیر رہی ہے۔“  
 ”میں دوسرا ذریعہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔“  
 ”بہنی۔۔۔“  
 ”آپ کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ سر سلطان کا نیا اسٹیج بھی ان لوگوں سے ملتا ہے۔“  
 ”ابھی حال ہی میں یہ بات بھی سنانے آئی ہے۔“  
 ”لیکن میرا خیال ہے کہ اب وہ محتاط ہو جائیں گے۔ شاید سی اسٹیج والی پال  
 کھاب ہو سکے۔ کیونکہ وہ وہیں بھی نہایت شخص قسم کا لگتا ہے۔“  
 رحمان صاحب کسی سوچ میں مبتلا نظر آئے۔ آپ پر فرمایا کہ جہاں تیار ہے  
 اسے آپ کو کیا سروکار، میں جانتا ہوں کہ وہاں سی اس کے ایک مخصوص سیکشن  
 ہے۔۔۔“  
 ”اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہاں سے ٹکڑا خارج ہوتے ہی کسی حد تک نفوذ رکھتا  
 ہے۔ اور اب یہ بتانا بیکار ہو گا کہ میں ٹکڑا خارج کی ٹیکسٹروس کا ایک انفارمر ہوں۔“

”میں جانتا ہوں! رحمان صاحب تلخ بچے ہیں بس۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک انعام کی حیثیت سے تم کو سیکرٹری سروس سے ریٹائر کر سکتے ہو، براہ راست وائی سی سے نہیں! اس کا عجز صرف سیکرٹری سروس کا چیف ہی کر سکتا ہے۔“  
 ”پتہ نہیں کیوں یہ لوگ پھر اپنے مہربان ہو گئے ہیں کہ میں بعض حالات میں براہ راست وزیر خارجہ سے بھی رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔“  
 رحمان صاحب اُسے خاموشی سے گھورتے رہے۔

کچھ دیر بعد پیر فن کی گھنٹی بجی اور دوسری طرف سے بیک ڈیروئے اطلاع دی کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کر چکا ہے۔ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

”اب۔۔۔“ وہ تنقوڑی دیر بعد غنڈی سانس لے کر بولا، ”شاہد ایک شاندار کھیل شروع کر چکے۔ یہ لوگ جو ابھی کڑے جاہل گئے، شاندار کے خلاف کرنا واضح تر ہو کر سامنے آ گئے۔“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے، بدستور اُسے گھورتے رہے۔  
 تنقوڑی دیر بعد کسی گوشے سے ایک شہزادی بیچ اُبھری، عمران اور رحمان صاحب جگہ کر آ کر ان کی جانب دوڑے۔ ٹرانسنگ روم میں چاروں خواتین کھڑی کا تنہا رہی بغیر اور ریٹینینٹ نے ان کی جانب دیوالتران رکھا تھا۔

”اوہ ہار۔“ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی نکل کر اچھاپ چھپ کر بھاڑا۔  
 ”اے۔۔۔ اے۔۔۔“ عمران پوچھ لائے، ”جس نے انداز میں بولا یہ کیا کر رہے ہو؟“  
 ”صاحب۔“

”مجھے باہر نکلنے کا راستہ بتاؤ۔۔۔ وہ ایک آدھ کو ضرورتیں کر دے گا۔“  
 ”باہر نکلنے کا راستہ؟“ عمران نے حیرت سے کہا، ”آپ پچھلے ہی سے تو گھر کرنا شروع کر چکے تھے۔“  
 ”جہاں صاحب۔ اب راستہ تو بچ رہا ہے!“

”طرزی والوں نے کو عملی گھیر لی ہے!“  
 ”اے تو کھانا باہر دیکھیں گے کہ وہ تمہیں کیسے سلوٹ کرتے ہیں!“  
 ”میں سچ بچ فائر کر دوں گا۔ ورنہ مجھے کسی ایسے سے باہر نکال دو۔۔۔“  
 ”پر طرزی نہ بھڑا۔“

”کیا یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ جلتا نہیں طرزی سے کہ خوف جب کہ خود بھی ایک طرزی آفیسر ہو؟“  
 ”میں سچ کہتا ہوں۔“

”آؤ۔۔۔ اُٹھئے۔“ عمران جلدی سے بول پڑا۔  
 اور جیسے ہی ریٹینینٹ نے ہو کر دووانے کی طرف دیکھا، عمران نے اس پر پھلانگ ماری، حمزہ بیٹے نکلیں۔ رحمان صاحب نے نہیں ڈانٹا، عمران اور ریٹینینٹ آتش پر دھیر ہو گئے تھے، عمران نے دابے اُتارے، دیوالر والا ہاتھ بڑھ رکھا تھا اور دنی بایں بازو سے اس کے دوسرے ہاتھ کو ناقابل استعمال بنائے رکھنے کی کوشش بھی جاری تھی۔

رحمان صاحب اس کی مدد کو چھپے۔ اور دوسرے ہی لمحے میں دیوالر ان کے پیچے میں تھا۔ اتنے میں ایک طرزی آفیسر بھی آواز میں دیتا ہوا اندر گھس آیا۔  
 تنقوڑی دیر بعد پیٹے آئے والا ریٹینینٹ جھک کر دیوں سمیت نظر آیا۔

عمران نو ہار دیا، فیسر کو انگ لے جا کر آہستہ سے بولا، ”اے وائی سی کے سپرد کرنا ہے۔۔۔“

”بہت بہتر جناب۔۔۔ دیے میں وائی سی ہی کی طرف سے آیا ہوں۔“  
 جسے ریٹینینٹ کے دوسرے دس ساتھی بھی گڑنا کر لے گئے جو باہر حرکت میں ہو گئے تھے۔

عمران کے بازو کے زخم سے خون بہہ رہا تھا! اور بیگم رتھان بکھلائے ہوئے انداز میں بیچ رہی تھیں۔ اسے ڈاکٹر کو فون کرو۔ یہ سب کہا ہو رہا ہے۔  
 "ان کی کیا قسم سے ماں باپ کا لکڑی جھنڈا ہو رہا ہے؟" قرین نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔  
 "کیا بلبرجیٹر کو اردو میں کیا قسم کہتے ہیں؟" عمران نے غصے سے جھریں سے کہا۔  
 "جو اس بندہ کو تم لوگ۔" عمران۔ تم میرے ساتھ چلو۔ رحمان صاحب غصے سے اپنے ساتھ غصے خانے میں لائے اور بازو کی چٹی کھولنے لگے پھر آواز ملازم کو آواز دے کر فرسٹ فلڈ کاجس لائے کہ کہا۔ پھر عمران سے بولے "میرا حکم نمواہ عوام اس معاملے میں کوہ پڑا جب کہ خود حکمران خراج بھی پہلے ہی سے غناط تھا۔  
 "بالکل۔ بالکل۔" اپنے حکمران کو اس سے الگ ہی رکھیں۔ میں جی عرض کرنے والا تھا۔"

"لیکن تم۔۔۔"

"ارے میں جیادہ کیا۔۔۔"

"مطلب یہ کہ تم بدستور دشمنیوں میں مبتلا رہو گے"

"آخر کون۔۔۔"

"مارٹھا کی زیر خورانی۔"

"ارے صاحب تو کہا میں نے"

"وہ بڑی جوبانا نشروالتر کہاں غائب ہو گئی؟"

"یقین کیجئے۔ ڈیڑی۔"

"مجھے یقین دلانے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا پتہ تم ہی سے پوچھا جائے"

"کاہنہ کہہ دو نہیں دیکھئے دل کی گئی تھی"

"بھلا تب کیسے۔ میں اس کا پتہ کیسے بنا سکتا گا"

"اگر وہ خود ہی مجھ نہیں تھی تو وہ پشیمون کیسے ہو گئی؟"  
 "لوگ غلط سمجھنے میں ڈیڑی! میرے کسی بھی عورت سے ایسے تعلقات نہیں رہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے والی کو تسلی کر سکے۔"  
 "جو موت۔ مجھے اس کا پتہ چاہئے۔"  
 "وہ اب آج میں بعد نماز عشاء، خطبہ پڑھ کر دوں گا، شاید کوئی مولیٰ خواب میں اس کا پتہ بتا جائے۔"  
 "میں کتنا جوں خاموش رہوں؟"  
 "فرسٹ ایڈکس آگیا تھا، اور یہ مکان صاحب بازو کا زخم دیکھ رہے تھے۔"  
 "ذرا سی حقائق میں سے تنگ آگیا ہوں؟ وہ بڑے بڑے؟ وہ بارہ آپریشن کرنا پڑے شاید زخم چھٹ گیا ہے، اور اس میں کچھ مواد بھی معلوم ہوتا ہے؟"  
 "عمران کچھ نہ بولا۔"

ڈاکٹر تنگ تو ہو گئی لیکن رحمان صاحب نے لاہور بری میں اگر رسول مرحوم کو ذرا کیا پھر فون رکھا ہی تھا کہ کھٹنی بھی۔ انہوں نے ریسور اٹھا دیا اور رات کو اس میں بوسے، تیس رحمان اسپتیک۔ اوہ۔۔۔ پیشانی پر ٹپکیں پڑ گئیں۔  
 "ستے رہے اور ہوں ہوں کرتے رہے پھر بولے۔" غصہ کیا۔ کوئی بات نہیں۔  
 "ریسیور کے کردہ عمران کی طرف مڑے اور بولے۔" حکمران صاحب سے جوابت علی ہے کہ میرا حکمران معاملات سے دستکس ہو جائے۔"  
 "منایت معقول مشورہ ہے۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "لیکن میرے وارنٹ کا کیا ہو گا؟"

"میری دانست میں اس کا کیس سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک عورت نے ہرے ملاک جوئی دوسری نے روپوشی کی، ہم اس پر شبہ کر رہے ہیں اور ایک

ایسے آدمی کو جانتے ہیں جو اس کا ہنہ یقینی طور پر جانتا ہوگا۔

”اور اس آدمی کا ڈاکٹر کٹر جنرل صاحب سے کیا رشتہ ہے؟“

”کچھ بھی نہیں!“ رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے ”مجھے دورہ برابر بھی پروا نہ ہوگی، اگر تم بہ بیسے کے گرفتار کئے جاؤ۔“

”تب تو پھر مرنے کو بہت جگہ نہیں ہیں؟“

”لہذا ہی مرضی۔“ رحمان صاحب نے لا پرواہی سے شافروں کو منہیں

دی، لیکن سول سرجن کے معائنے کے بعد۔“

”اس کی بھی کیا ضرورت ہے؟“

”ہوگا اس نہیں؟“

”سول سرجن کے علم میں لانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں یہاں آیا تھا۔“

کیا رحمان صاحب کی بدنامی نہ ہوگی کہ انہوں نے ایک ہاتھ آئے ہوئے طنز کو منسلک کر لیا؟

”نہ ٹھکر نہ کرو۔“ وہ ہاتھ جھٹک کر بولے، ”اور اب خاموش بیٹھو۔“

کچھ دیر بعد سول سرجن بھی آ پہنچا، لیکن اس نے تیس گھنٹہ نہیں کی طرف بڑھا تھا کہ کوئی کب ملے تھی اور یہاں آپریشن کب ہوا تھا۔

”بہتر ہے کہ آپ انٹینس سیٹل میں داخل کرا دیں۔“ سول سرجن نے

رحمان صاحب سے کہا۔

”بعض دشواریوں کی بنا پر ممکن نہیں۔“ رحمان صاحب نے جواب دیا۔

”تو پھر یہیں دیکھا جائے گا۔“

رحمان صاحب نے عمران کے فلیٹ کا پتہ بتا کر کہا، ”میری دانت میں

تو وہی مناسب ہوگا۔“

”جہاں آپ فرمائیں۔“ وہاں پہنچانے کے بعد مجھے مطلع کر دیکھئے گا۔“

”شکریہ!“ رحمان صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور

ان کے رخصت ہو جانے کے بعد عمران سے بولے، ”تم میرے لئے ہمیشہ دشواریاں

پارہتے رہو گے۔ میں مجبور ہوں لی اصل نہیں یہاں نہیں رکھ سکتا۔“

عمران کچھ نہ بولا۔

پھر جب بیک رحمان کو یہ معلوم ہوا کہ عمران واپس بھی جا رہے تو انہوں نے

میری سرپرستی، محال اور رحمان صاحب انہیں اپنی بیچ سچھانے کے سلسلے میں خاصے

توجہ نظر آنے لگے۔

بمشکل تمام حالات قابو میں آئے، اور عمران کو وہاں سے رخصت کر دیا گیا

فلیٹ میں پہنچ کر عمران نے بلک زبیر کو پھر فون کیا اور اسے ہدایت کی

کہ اسے ماتحت اس کے فلیٹ کی نگرانی کریں۔

ہوشت اور سلیمان میں جھڑپ ہو گئی، سلیمان کہہ رہا تھا کہ آخر اس نے

اس حادثہ کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی؟ جو رت کہہ رہا تھا کہ وہ صرف

بہاوی کی سہ لہذا اس معاملہ سے کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے۔ یہ تو

فٹن دشمن کا معاملہ تھا۔ جس کے لئے اس جیسے سوردار کی ضرورت تھی۔

”سلے جب جی چاہے کشتی زور کر دیکھ لے۔“ سلیمان نے اسے لٹکا دیا۔

اور جب عمران نے نہ سائے گا زور دے انگریزی میں کیا تو ہو رت آپس سے باہر

گیا۔ کہنے لگا، ”زور نہ چڑھو ڈرو گا۔ جب میری کوئی بہن ہی نہیں تھی تو یہ مجھے

کسے کہہ رہا ہے۔۔۔ نہیں باس تم ذرا دیر عرصت و آبرو کا معاملہ ہے

یہ کوئی بہن ہوئی تو دوسری بات تھی۔ میں بالکل بخفا نہ ہوتا۔“

بمشکل تمام یہ معاملہ بھی دفع ہوا۔ اور عمران نے جو رت سے کہا کہ وہ نیچے سول

مرحمن اور نامرغوں کا انتظار کرے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر جوت یا خود اس نے اس کا استقبال نہ کیا تو اس کے ماتحت انہیں غلیب میں برگزیدہ داخل ہونے دیں گے۔ جوت کو نتیجہ بھیج کر وہ بیٹھا ہی تھا کہ فن کی گھنٹی بجی — دوسری طرف سے ڈاکٹر وعاگو پہل رہا تھا۔

”کیا تم میرا حیران — میں نے ہسپتال میں قرن کیا تھا! معدوم ہوا کہ تم وہاں نہیں ہو۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تمہارا زخم ٹھیک — دیر ہو گا — پھر کریں چلے آئے“ جی اگلا کیا تھا؟ ”حیران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے!“ ڈاکٹر کی آواز عجز آئی ہوئی سی تھی۔ ”جس کے میں نے پچھلے دنوں تو اب کانٹے کو دوڑتا ہو گا — جس مارتھا کو کہیں نہ بھلا سکوں گا — کئی اچھی بڑی تھی۔ تمہیں کس قدر چاہتے تھی — جانتے ہو کہ میں؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”محض اس لئے کہ تمہارے گھر والے تمہاری پروا نہیں کرتے۔ اس کی عین کا عرک در اصل جذبہ ہی ہوتا تھا — کیا میں تمہارے غلیب میں آسکتا ہوں؟“

”تم سے اس کی باتیں کر کے جی بھلا کروں گا۔“

”آجاؤ۔ ڈاکٹر — میں بھی بہت غم میں ہوں ڈاکٹر!“ حیران نے کہا اور وہ دروازے سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

لیکن اس کے آنے سے قبل ہی سول مرحمن اپنے دو اسٹنٹوں اور ایک نرس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا، آلات جراثیمی کو پکانے کے لئے اسٹو وریاں دکھ دیاں گئیں قبول صورت اور کم حرفتی، اتنی تو ویسی ہی لیکن بارہا بھی انگریزی ہی بولنے کی کوشش کرتی تھی۔

پھر جب حیران آپریشن کے لئے ڈری میز پر لیٹ رہا تھا، میلان نے ڈاکٹر وعاگو

کی آمد کی اطلاع دی۔

”انہیں نشست کے کمرے میں بٹھاؤ“ حیران نے کہا۔

آپریشن شروع ہوا۔ اٹھارے ملاکیس نہیں تھا اس لئے زیادہ دیر نہیں لگی۔

”آپ مکمل طور پر آرام کیجئے۔ کم از کم دو دن“ سول مرحمن نے حیران سے کہا۔ اس واقعہ کو اگر زیادہ جیش نہ دی جائے تو سبتر ہو گا۔

ٹھیک اسی وقت نشست کے کمرے سے کسی سکرپٹینے کی آواز آئی۔

وہ سب ادھر بیٹھے حیران بھی کچھ تھا، نشست کے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر وعاگو جینا پڑا اعداد رفت کے دروازے کی طرف صباگ رہا ہے وہ دروازے سے گذر کر باہر سے بیٹھا اور اسی طرح دوڑتا ہوا اپنے طے کرنے لگا۔ حیران دیر ویر جہاں تھے وہیں رہے۔

انہوں نے کھڑکی سے دیکھا کہ وعاگو بالکل اسی انداز میں شریک پر بھی دوڑا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کی کار وہیں کھڑی تھی۔



حیران کھڑکی سے سر نکال کر حینقا پکڑو — پکڑو —!“

”اے جناب — آپ براہ کرم بیٹھ — سول مرحمن نے اس کا دابنا بازو پکڑ کر خود ایکہ کی طرف گھبشتہ ہونے کہا۔ یہ کون تھا۔ کیوں بھگا اس طرح!“

”ایک مظلوم آدمی۔“ حیران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”مقصود حاصل ہو چکا تھا۔ کھڑکی سے سر نکال کر چیخنے کا مطلب یہی تھا کہ اس کے ماتحت ڈاکٹر وعاگو کی طرف صرف متوجہ ہو جائیں بلکہ ان میں سے کوئی اس کا تعاقب بھی کرے۔“

سول سرجن اسے بیدارم میں لایا اور خود ایک کرسی پر بیٹھا ہوا بڑبڑایا  
 ”یاد نہیں پڑتا کہ اسے کہاں دیکھا تھا“  
 ”اے آپ شہر کی اس مشہور زینبی سنی کو نہیں جانتے! عمران کاؤ  
 ”نکے سے ٹایک دکاتا تھا کہ ایک بڑا اکڑو کا کھڑا تھا“  
 سول سرجن نے بڑا سائنہ بنا کر سر کو جھٹکا دیا اور زخماؤں میں بیٹھ گیا  
 ”ہم۔ مگر جناب۔ سر، ایک توفیق باب ہو رہی ہے“  
 ”تو ہم پرستوں کے جنگل میں اور کیا ہو گا“  
 ”مجھے خود بھی بہت ہے۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا  
 ”اگر تیار رہے لوگوں کو میں اس میں یقین نہیں رکھتا کہ زیادہ تر صیانی  
 اگر ان کی وجہ زہنی ہوتی ہے۔ اور انہیں بعض ایسی قوت ارادی کی مدد سے یا خود کو  
 دوسروں کی قوت ارادی کے حوالے کر کے دھوکا دیا جاسکتا ہے“  
 ”وہ تو ثابت کر دیتا ہے جناب۔“  
 ”زبانی یا عمل پر۔“  
 ”زبانی ہی سہی۔ لیکن یہ بھی مشکل کام ہے۔“  
 ”کیا آپ نے اس کا کوئی ٹیس کاغذ دیکھا ہے“ سول سرجن نے پوچھا۔  
 ”مجھے ہی دیکھ لیجئے! اندوق کی آزمائش کر جا رہی ہے کہ نیچے دیکھ جاتا تھا  
 اب دیکھئے کہ بازو پر ہوا اور۔۔۔ کی گولی کا زخم لے بیٹھا ہوں“  
 ”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آپ کے ہاتھ میں بھی ہوا اور ہوتا تو بات  
 بھی تھی!“ سول سرجن ہنس کر بولا۔ ”اب جناب میں پھر عرض کروں گا کہ براہ کرم  
 احتیاط برتنے ورنہ زحمت میں پڑ جائیے گا۔ کم از کم ایک ہفتہ اور آرام کیجئے!“  
 یقیناً۔ یقیناً۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

”آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا!“ سول سرجن نے چاروں طرف دیکھتے  
 ہوئے پوچھا۔  
 ”وہ تو میں خود ہی کرتا ہوں۔ جی ہاں!“ عمران کے چہرے پر حقائق گہر گئی  
 ”بیک صاحب کہاں ہیں۔“  
 ”انہوں نے تو نہ آنے کی قسم کھا رکھی ہے۔“  
 ”مانیکے میں ہیں۔“  
 ”جی ابھی تو مانیکے میں بھی نہیں ہیں۔“  
 ”ابھی دی نہیں ہوئی سر!“ قریس نے ہنس کر کہا۔  
 ”نمبر۔ نمبر۔“ قریس نے ان کی دیکھ بھال کر دی!“ سول سرجن اٹھتا ہوا بولا  
 ”اوسے۔ سر!“ قریس نے کہا۔  
 سول سرجن کے بدلنے کے بعد عمران بڑی دیر تک حیالات میں کھویا رہا۔  
 ناظر و ناگاہوں بھاگا تھا اس طرح اس پر کیا گذری ہوگی؟ کیا اس کے  
 تحت اس کا اشارہ سمجھ کر دعا گو کا تقاب کر سکے ہوں گے؟  
 دستاؤں کی گنگنی بھی اور قریس سے اٹھ کر قریس کی طرف بھٹی۔  
 ”یہ قریس اور اٹھا دو۔“ عمران نے اس سے کہا۔  
 قریس پر ایک زبرد تھا۔ نہ جلد کیوں اس وقت اس نے ایکس ٹو والے  
 مخصوص دن پر رابطہ نہیں قائم کیا تھا۔  
 ”ہلو۔“ عمران نے مانتہ میں کہا، کیوں؟ اس نمبر پر کہیں؟“  
 ”میں نے کہا۔۔۔ لیکن ہے۔۔۔“  
 ”کچھ نہیں۔“ مختار رہو۔ اگر کوئی ضروری بات ہو تو۔“  
 دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور عمران دوسرے کمرے میں جانے

کے لئے ہنگام سے اترنے لگا۔

”دیکھئے۔ جناب!“ نرس اٹھتی ہوئی بولی یہ زیادتی ہے؟  
 ”ایک منٹ!“ عمران اٹھا کر بولے میں ابھی آیا۔ تم یہیں بٹھرو۔“  
 وہ ایک لمحے فون ولے کرے میں آیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کھنٹی بجی۔  
 دوسری طرف سے بلیک زیرو بول رہا تھا۔ صفحہ کے اطلاع دی ہے کہ  
 کچھ دیر پہلے ڈاکٹر دعا کو آپ کے طبیعت سے جتنا ہوا بردہا تھا اور ایک طرف  
 دو ڈاکٹر لگے تھے۔ صفحہ اور چوہان اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔  
 ”تمہیں کس سے اطلاع ملی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔  
 ”ساجنٹ نعمانی سے؟“

”کیا اس کی کاراب بھی طبیعت کے سامنے موجود ہے؟“  
 ”جی ہاں!“ دوسری طرف سے جواب ملا۔ تنزیہ اور دعا اس کی دیکھ  
 بھال کر رہے ہیں۔  
 ”متوڑے متوڑے وقفے سے مجھ سے رابطہ قائم کرو۔“ عمران نے کہا اور  
 سلسلہ منقطع کر دیا۔

کوسے میں واپس آیا تو نرس بولی تم کبھی جناب! آپ کتنی جلدی ڈاکٹر کی  
 دیا بات بھول گئے؟

”سب یاد ہیں“ عمران احتجاجاً انداز میں بولا۔

”پھر آپ ان پر عمل کیوں نہیں کرتے۔“

”آپ کب تک رہیں گی یہاں!“ عمران نے مفوم سے میں پوچھا۔

”جب تک سوال مرحلہ صاحب چاہیں گے۔ نرس نے جواب دیا۔

یہ ایک نو عمر اور شوخ قسم کی لڑکی تھی۔ آنکھوں سے چھپنا شینکا تھا۔ جب

بات کرتی تو آنکھوں میں کچھ اسی قسم کی چمک پیدا ہو جاتی جیسے مخاطب کا منہ  
 ڈا رہی ہو۔

عمران مسہری پر لیٹ گیا کچھ دیر بعد اس نے نرس سے کہا ”رٹیلو پر کمرشل  
 برنس منٹا جا رہا تو مجھے کرنی اعتراض نہ ہوگا۔ حالانکہ آئندہ رات سنبھلنے کے  
 لئے میں مجھے خواہ مخواہ قاتل بنانا شروع کروں گا اور جہاں دیکھو کو بھی سنبھلنا پڑے گا۔“

”سنبھل کرنا پڑتا ہے؟“ نرس نے حیرت سے کہا۔

”اور کیا لگانا نہ سوتو وہ آشتی رات بھی نہیں سناتے؟“

”کیا تھا اور نور جہاں آپ کو پسند نہیں؟“

”وہ تو بہت پسند ہیں لیکن گاتی کہہ رہی ہیں!“ عمران نے غصے سے کہا

”ارے واہ۔۔۔ بھلا آپ کو کیوں برا لگتا ہے؟“

”موجودہ صورت عورتوں کو گاتے دیکھ کر جید غصہ آتا ہے مجھے۔“

”آئی کیوں؟“

”پتہ نہیں! احمد میری سمجھ میں بھی نہیں آتا؟“

نرس نے منہ کر ڈیڑھ کھول دیا۔ ذرا دیر بعد آواز آئی یہ گرم سالہ ہانڈیوں

نرسنت ہے۔۔۔ سووی داؤد علی، بنگلہ کیسی کا گرم سالہ سرسبز بوتلوں میں غریبے

۔۔۔ اور اس کے بعد نہ چھڑا سکر گئے دامن۔۔۔۔۔“

”لامعلولہ لاوتو۔“ عمران کا فون میں انگلیاں ٹھوس کر چٹخا، تقریباً چھ

بجے یہ عورت دامن پکڑے ہوئے ہے۔۔۔ پچھائی نہیں چھوڑتی کسی طرح۔۔۔

بہت آپ تو عورت ہی دسے دسے۔۔۔ ہر گلوں میں۔۔۔ شادی یا اسکے موتیوں پر۔۔۔

پار۔۔۔ جہاں دیکھو دامن پکڑے کھڑی ہے۔۔۔ کہاں جاؤں میرے مہربود۔۔۔

عمران دونوں ہاتھوں سے منہ چپا کر سسکیاں لینے لگا۔

رنگ بڑی ہے۔

عرن نے سہانہ کر آواز دی۔

”جے وہ آدمی۔۔۔ عرن نے سلمان کی طرف نکل اٹھا کہ چور وازے میں ہکا بکا کھڑا تھا۔

عرن نے تھوڑا دیر میں ٹپکس چھپا لیں۔

”یہ میرا دوست ہے۔۔۔ ایس سی ٹی ایس سی آگن۔ لیکن سے اپنے فن سے ہمارے۔۔۔ فن کی خدمت کے لئے بہت سی ایس سی ڈگریوں برسات مار کر جو بہت شہری کر رہا ہے۔

”کہا تو رہی کتا ہے خال۔۔۔ ایک بار تو منگ کی دال کے لئے کھلا دیئے تھے مجھے۔۔۔ تب تک کئی تر کے سالن بچا کر چکا ہے۔ آجے

”دونوں سی ہندی ہوئی ہے جس میں ساری ترکاریاں جینگن اور گوہر سمیت بیڑی ہیں۔“

”جی دیوانی مانڈیا۔۔۔ میمان نے جڑی شائستگی سے جواب دیا۔

”وہ تو کوئی نئی چیز نہیں!“ ترس بولی۔

”ادھر گرفتوں میں مسور کی دال۔“

”تہ نہیں۔“

”اگر یہ چاول میں شورہ لگا دیتا ہے“ عرن نے غصے سے کہا۔

”جے کہ جرمی میں یہ دس چھاپک ڈوشا بجاتی ہے۔“

”کی وقت۔۔۔ سائیس کے ڈاکٹر ہیں۔“

”بالکل بالکل۔۔۔ شوقیہ کھا بھکا ہے۔۔۔ یہاں کھانا پکانے کے بعد

بستی میں کلاسہ بھی لیتا ہے۔۔۔ وہاں پارٹ ٹائم پکچر لگا جاتا ہے۔

”نہیں۔۔۔ وہ سنس جڑی۔“ آپ غلاف کر رہے ہیں!

”ترس پوچھلا کہ اس کی طرف جھپٹی تیر۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا۔“

اسے میں رہ پڑے نہ کئے دیتی ہوں۔“

”نہیں۔“ عرن گلوگر آواز میں بولا۔ ”استقامت بھی تو ہو رہے ہیں۔“

میرا پسندیدہ استقامت تو ہر سہائی نہیں۔“

”کون سا۔“

”انبالہ سویت ریٹ والا۔۔۔ دستر حلوہ والا۔۔۔ فیروز قلات والا۔۔۔

شیم بس ملان والا۔۔۔ سنشور جیٹی حلوہ والا۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ جلیبی۔۔۔ جلیبی۔۔۔ والا بھی تو کچھ تھا!“

”ترس ہنسی رہی۔۔۔ اور جب عرن چپ ہوا تو وہ بولی۔ آپ تو بہت دلچسپ آدمی ہیں!“

”ہوں نہیں بلکہ کبھی تھا۔ جب سے یہ جیٹی باڈی کا رہنا ہے دن کو کبھی ہنسی نہیں آتی۔“

”کیوں دن کو کیوں؟“

”مات کو انتہائی درجہ دشمنی میں بھی وہ مجھے نظر نہیں آتا۔“

”آپ کہتے کیا ہیں۔“

”گرباں کھا کر آرام کرنا ہوں۔“

”میں گایاں کھیلتی۔“

”مجھے کہ تو آپ سبایاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔“

”دشادی کیوں نہیں ہوتی۔“

”میرٹک پاس کے بغیر کیجئے ہر جاتی عرن دیکھ کے انداز میں بولا۔

”تو وہ ایم ایس سی ٹی ایس سی صاحب کون ہیں جن کی نیم پلیٹ دروازے



”کہیں ہے۔“ عمران نے سلیمان کو دکھایا۔

”ان کا کھانا بھی بچے کا۔“ سلیمان نے دانت دیئے۔

”ان کا... نہیں ان کے لئے بھی۔“ عمران نے مسافرانہ لہجہ میں کہا۔  
 ”انگریزی میں سائنس پڑھنے کی وجہ سے تیری آواز کو دور رکھنی۔“ خیر مولوی  
 ”تفضل علی سے مدد لیں گے؟“  
 ”پکاؤں کیا؟“

”یہ علت بگڑی ہے۔“ عمران نے قوس کی طرف دیکھ کر کہا: ”تانا بچے ہی  
 پڑا ہے کہ یہ پکائے کیا۔ یہاں اس کی ساری سائنس دھڑی رہ جاتی ہے اسی طرف  
 سے ایک شک شادی نہیں کی تھی کہ جیسی جیسی بھاتی پر سوار ہو کر یہ کیا پکاؤں؟  
 کاغذ لگا کر کے کی۔ لیکن یہ کم غلت تو بیوی سے بھی بدتر نکلا۔  
 ایک بیگ وہ جو اس کتے کو تنہا چھوڑا۔ سلیمان کو اتار دیا کہ فون  
 والی میز منہری کے قریب کھسکا لائے۔

فون پر کسی نے فیڈ بک نہیں کئے۔ اور ماؤتھ پیس میں لڑا۔ پٹ می آؤں ٹوڈا  
 سی ایس... خفینکس۔“ غصہ ڈیڑھ ایک خاموش رہا پھر لولا۔ ہو کر ٹل اڈوڈوڈو  
 لیکن وہ میٹھ ہوئی سی آواز میں بولا تھا۔ ویسی ہی جیسی ایس ٹو کا رول ادا کرتے وقت  
 حلق سے نکالتا تھا۔

”ہوں؟“ وہ کنارہ پر آس آوی نے کیا بتایا۔ میں اس حبل و حقیقت کے  
 منتقل ہو چکا ہوں جو کہ وہ پہلے تھامی تحریک میں دیا گیا ہے؟  
 ”ابھی اس نے کچھ بھی نہیں بتایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔  
 ”مخرب میں کتنے آدمی تھے؟“  
 ”وس! لیکن وہ کچھ نہیں جانتے! ہمزہ نہیں۔ وس! یہی تو کس کو روک رہی ہیں؟“

”کی تھی جس جنگ کی نشان دہی انہوں نے کی تھی وہاں چھاپہ مارا گیا لیکن عمارت  
 مل۔ مالک مکان نے بتایا کہ عرصہ سے خالی پڑی ہے اور متنازعہ ہے  
 اس دوسرے دو بارے میں اسی عمارت کے سسٹیم میں مقدمہ بازی بھی ہو  
 رہی ہے۔ لیکن وہ اس مزدوری پر نہیں آمادہ کرنے والوں کی نشان دہی نہیں کر  
 سکتے۔ بیان کے مطابق وہ ہیں گئے۔“

”وہ تینوں انہیں کہاں ملے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”اے وہ دراصل عمارت کا مرکز والے مزدور ہیں! ان کے ایک اڑے  
 سسٹیم پر لگا ہوا تھا۔“

”کیا وہ ان تینوں کے علیے بھی نہیں تھا کئے؟“

”اس سے زیادہ نہیں کہ وہ تینوں بچان تھے اور ان کی گھٹی اور چٹھی  
 کو چھین چھین۔ تینوں نے کہاں تسم کے کاسٹ پیمن رکھے تھے۔“

”لیفٹیننٹ کے بارے میں کیا کہنا ہے؟“

”وہ انہیں اسی عمارت میں پہلے سے موجود تھا۔“

”دیکھا! اسے تم دانش منزل بھراؤ۔“

”بہت بہتر۔ اور کچھ؟“

”بہت شکر ہے۔“ عمران نے سادہ منتقل کر دیا۔ لیکن وہ صوبہ رہا تھا  
 اس آواز بدل کر گھٹو کرنے کی وجہ سے پوچھے گی! لہذا وہ سلیمان سے بھی  
 جس سوتی آواز میں گفتگو کرنے لگا۔

”آپ کی داد کو یک بیگ کیا ہو گیا؟“ نرس نے پوچھا۔

”تھک گئی ہے۔“ عمران غڑبڑایا۔

”بیک۔“ اس طرح کلا بیٹھتے نہیں دیکھا۔

”بیان تبیں ہر چیز عجیب لے گی“

پھر وہ سرے کمر سے نکل کر دو لمبے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔ اور اس نے  
 اٹھنے لگا۔  
 ”مٹھریٹے میں دیکھے یعنی ہوں ایک ہی فون پر دو گھر سے ہیں۔“

نرس ہولی۔

”نہیں۔ شکریہ۔“ عمران نے مسہری سے تھلا ٹک لگائی اور  
 نرس بے اختیار پیچ اٹھی۔ اس کے اسطرح نہیں۔ پھر گس جاکس کے آب  
 حرم کشا ہوا، کمرے میں آیا، تون پہ درسی طرف جھک رہا تھا۔  
 ”کیا خبر ہے؟“

”ڈاکٹر وہاں گودا رہا، مہیناں پیچا رہا، اب وہ اسی طرح روڑتا ہوا نکلتا ہے  
 کے چور ہے، کب آیا تھا اور وہاں جاؤں گے، باز رہنے کے حوصلے میں بھلا نہ  
 لگاؤ ہی نہ لگاؤ کیا تو ہو کوشش تھا؟“  
 ”ہوں، نہال نہ لگاؤ، ہر شے آئے پر وہ کیا بیان دیتا ہے؟“

”مہینت بہتر خواب۔“

”عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔“

”کمرے میں واپس آیا تو سبب ان نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر ایک روم  
 کوئی بڑی اس کی منتظر ہے۔“

”پھر وہیں معلوم ہوتی ہے؟“ نرس نے ہر انتہائی جیسے میں کہا

”دارے باپ روم عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔“

”کیوں کیا بات ہے۔“

”کچھ نہیں۔“

”آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ یہیں بیٹھے مسہری پر دوسرے یا تو یہیں  
 بیٹھے۔ یا میں کہے جاتی ہوں کہ مرہٹے کے لئے نعل و حرکت منع ہے۔  
 طمان سرج میں بڑگا، کون ہو سکتی ہے، بہر حال وہ مردہ کسی آواز میں ہو۔  
 یہ نہیں دے۔“

”اور پھر اس پر یوں بڑگی کہ بھگد کر ان کی سگھوں میں تھوں اور آکر بکرہ  
 یں، ڈاکٹر غلطی بہت سی معمولی قسم کے ایک سب ہیں۔ اس امر کی ایک۔  
 کہ فریب سے جانتے وقت یقین طور پر پہچان لینے۔  
 ”تو کہو، آتی ہو؟“ اس نے بھلائے کوئے جیسے ہیں کہا۔  
 ”تعبیں دیکھئے۔ مہاری خبریت معلوم کرنے۔“ جولانے معلوم جیسے ہیں

”ہوں۔“ اور گریاض کو تو مہاری خبریت معلوم ہو گئی تو۔“

”مک۔ مکن ہے کہ وہ مجھے گمراہ کر سکیں؟“

”مطلعی۔ غلط کوئی مدد کر سکتے گا۔“

”کچھ ہی ہوا، علم کے ہے، بتاؤں تو نہیں جی سکتا۔“

”اے علامہ دت ہو جاؤ یہاں سے جلدی۔ ورنہ اگر کسی کمرے

میں اطلاع ہو گئی تو۔۔۔“

”کچھ بھی حرم تو نہیں جازوں گی۔ یہیں قیام کروں گی۔ اس نیت میں  
 کے۔ م۔ میں اس سے نہیں کرتی کہ تم ڈاکٹر کے پیکر میں گویاں کھانے پھر۔  
 تو اس کے لئے اس رت بیتاں۔ میں سب کچھ معلوم کر چکی ہوں۔“  
 ”تو کہو، آتی ہو؟“ اس نے بھلائے کوئے جیسے ہیں کہا۔  
 ”تو کہو، آتی ہو؟“ اس نے بھلائے کوئے جیسے ہیں کہا۔

”ان کچھ سننے ہی ہلا تھا کہ کسی نے یا رست گھنٹی بجائی، سب ان۔ مہاراج

اور واپسی اطلاع دی کہ کیٹن فیاض ڈرائنگ روم میں اس کا منتظر ہے۔  
 ”اب بتاؤ۔“ ”عمران نے جو لیا سے پوچھا۔



جولیا شرارت آمیز انداز میں مسکائی اور بولی ”تم فکر نہ کرو۔ مجھے اس مسئلہ  
 میں ایسی گوسے کوئی بات نہیں ملتی تھی۔ مندر سے اطلاع مل گئی کہ کیٹن فیاض کو  
 سے پوچھ کر سن جاتا ہے۔ میں نے اس وقت رہ پڑی جو مناسب سمجھی تھی۔  
 لیکن اب۔۔۔“

”لیکن اب کیا۔۔۔“

”تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ یہیں بلاؤ اسے۔“  
 ”اچھا بات ہے۔“ ”عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ اور سیما کی کواٹل  
 کیا کہ وہ فیاض کو گھبرا لائے۔

جول چند لمبے لمحے سوچتی رہی اور پھر فیاض کے آگے سے قبل ہی کچھ  
 کی طرف چلی گئی! فیاض آیا اور نرس کو گھورتا ہوا ایاب کرسی کے ساتھ  
 ٹپک گیا۔ وہ اب بھی نرس کی کٹاف دیکھ جاتا تھا۔

”میں نے کہا کہ عمران کھٹاکر کر لواتے یہ زخیاں ہے کہ تم میری عیادت  
 آئے ہو!“

”آں۔۔۔ فیاض جو ٹپک ٹپک اٹھوڑا مسکرایا پھر بولا۔ ”ابھی  
 قبل میں ایک پورچین لڑکی آئی تھی۔“

”دیکھو۔۔۔“ ”عمران نے نرس کی کٹاف اشارہ کر کے کہا۔ یہ بھی میں تو

ہی، لیکن قائد پورچین نہیں ہیں۔۔۔“

”عمران میں سجدی کے سے کہہ رہا ہوں کہ جولیا کا پتہ بتا دو۔ ورنہ بڑے  
 خسارے میں رہ رہے۔“

”سپ کے لئے شائے لاؤ۔۔۔“ ”عمران نے سیما سے کہا۔

سیما کین کی طرف چلا گیا۔ فیاض قہر آلود نظروں سے عمران کو کھو رہا تھا  
 ”بہتر ہوتا کہ آپ بیٹھ کر گفتگو کرتے۔“ ”نرس نے عمران کو گواہ  
 فیاض کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہی تھی۔

”اؤ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ!“ ”عمران ٹیکے سے ٹپک لگا کر نیم دراز  
 ہو گیا۔

فیاض نے سگریٹ سلگائی اور عمران کو پھر گھورنے لگا! لیکن عمران نے  
 اس کی طرف دیکھا تک نہیں!

”تم مہینال سے کوئی کہیں چلے گئے تھے؟“ ”فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا  
 ”عمران نے غصہ مناسی لی اور بولا۔ ”فرشتان کا راستہ ادھر ہی سے گزرتا ہے

”خیر۔۔۔ خیر۔“ ”فیاض سر ملو کر بولا۔ ”لیکن وہ کیسا سنگار نہ تھا!“

”شبابا۔۔۔“ ”عمران اسے تعجب آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ پوری

روح باخبر ہو! لیکن کیا کل نہا، رے باس سے تم کو وزارت خارجہ کے احکامات  
 میں پہچانتے؟“

”مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو ماہ تھا۔۔۔“

”بسب۔۔۔ باس۔۔۔“ ”عمران ہاتھ دکھا کر بولا۔ وہ معاملہ بھی مختصر بسب۔۔۔“

عمران کا منہ جبر سے کھل گیا اور وہ جملہ بھی پورا نہ کر سکا۔ کہہ رہا تھا۔

”نرس دیکھتی تھی اصل شکل میں کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔“

نیاض تو بکھلا کراڑ ہی گیا۔

مدد ملو۔ ابویا پڑھتے ہیں کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ سب کیا ہے۔

قیام جس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار صاف بڑے جا سکتے تھے اس سے مصاحف کو بتا کر ابوہریرہؓ: ”جی ہاں۔ جی ہاں۔ اس دن آپ بڑے غصے میں تھیں۔“

”وہ تو اس وقت بھی تھی“ جولیا اٹھلائی۔ لیکن۔۔۔“

مدتشریف رکھئے! ” فیاض خالی کرسی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر تعجب سے

محکمات شوالہ اولی -

”شکر ہے۔ جو لیا پڑے دلاؤ نیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔“

عمران احتفانہ انداز میں ٹیکس جھپکا تا رہا۔ پھر دفعتاً انہیں ان کے حال پر پہنچو کر درس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔۔۔ اس نے فرس سے کہا۔ ہمارے ملک میں گھسیاروں کو کھڑکے میں قید کیا جاتا ہے۔۔۔ اور وہ کم عمریوں پر سخت قسم

کے مضامین کی نگہ باں لادوئے چلے جلتے ہیں۔۔۔ ابھی حال ہی میں دوسری جانب کے ایک بچے سے اس کے نصاب کے متعلق پوچھ بیٹھا تھا۔ ۱۰۰ اس نے بتایا کہ وہ

اگر وہ انگریزی، سوشل اسٹڈی، ارتھ سائنس، ایچ ایچ ایس، اسلامیات، آئیٹ  
ایڈ کرافٹ اور ایٹمی مین وغیرہ وغیرہ پڑھتا ہے۔ ذرا سوچو تو کیا سنہ سو کا

اُس کا۔ کیا وہ بچپن ہی سے ذہنی یعنی میں نہیں مبتلا ہو جائے گا۔ کیا اس کے  
اور بالواسی اس کی زندگی کے اجزاء لازم نہیں بن جائیں گی۔ کیا اس کی تخلیق

4-11-19

”آپ شاید کمرشل سروس کا تذکرہ کر رہے تھے؟“ نرس نے اُسے ٹوکا۔  
 ”وہی ہے۔ وہی ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا، ”ابھی تک آپ لوگ گانا سن

ہے تھے اب اشتہارات سے۔ قوم کی تعلیم پر زبردستی صرف کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔  
 دیا جاتے ہیں کہ ملک میں ایک بھی ان پڑھ نظر نہ آئے۔ سب کے سب فٹنی فاضل

ہر جانیس۔ اس نے ماہرین تبلیغ کی خدمات حاصل کی ہیں جو قوم کے لئے بہت سی کام کی جیسے ہیں اور اپنے بچوں کو حصول علم کے لئے علم ٹاؤن سمندریہ بارہمچ دیتے

اوصرحو یا فیاض سے کہہ رہی تھی یہ آخر میاں اس نرس کی کیا ضرورت تھی؟

عمر ماضی تفصیل بات ہے، "فیاض سرطا" کہ بڑے خلوص سے بولا تھا۔  
دو گونہ حضرت تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے زبردستی ان کے سر منڈا دی ہے!"

”میں نے —“ فیاض نے حیرت سے کہا اور پھر غصیلے انداز میں عمران کی طرف مڑا۔ عمران نے ان کی گفتگو سن کر محسوس کیا کہ اس لئے متحور بھی سجدہ سنجیدہ نظر آنے

”کیوں؟ کیا بکواسس کر ڈالی تم نے۔“ فیاض غرہ بیاہ۔

”یہ چھر کیا کہتا۔۔۔“ عوان اردو میں گھگھیا نے لگا۔ ”جو گئی تھی سر پر سوار اور  
وہ رکنے لگی تھی کہ یہاں نرس کی کیا ضرورت۔ میں نے مرعوب کرنے کے لئے غبار

”نہیج۔ نہیج۔ کوئی بات نہیں ہے۔ فیاض گروں! اگر اکرہ کرہ ہو۔“

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ ترس کے ریسرور اٹھا کر کچر سنا۔ اور عمران سے  
 کوئی یہ کسی کیسٹن ریاض کے لئے ہے؟

1999-2000

”اور لائیے۔“ فیاض نے ریسور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

تھوڑی دیر تک کچھ سنت اور ہل ہل کرتا رہا پھر ریسور نکھ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ اسے کوئی اہم اطلاع ملی ہے۔ لیکن جب فیاض نے یہاں سے جدا ہو کر دھاگوں کے ذرا کا تہ کر چھوڑ دیا تو اسے جڑی مل گئی ہوئی۔

”پڑائی بات ہوئی مافی ڈیٹر۔“ عمران مقدم میں بیٹھ کر بولا یہاں میرا آپریشن ہوا ہے وہ آیا اور ڈورٹنگ روم میں میڈیکل سکریننگ کرانے لگا۔ پھر سوتے اس کی میڈیکل سٹینٹس لیں اور ان لوگوں کی باریاں ہے کہ وہ سرک پر دوڑتا چلا گیا۔ لیکن اس کی گاڑی شاید اب بھی نیچے موجود ہے۔“

”وہ کیوں چھینا تھا۔“  
عمران ٹھنڈی سانس لے کر کہا: ”دونوں طرف تھی آگ بڑا بڑا ہوئی۔“  
”اور میرا آپریشن ہوا اور اس کی سینیٹیکل۔۔۔ والا ماشا اللہ۔“  
فیاض نہ جلتے کہوں خاموش رہ گیا۔ وہ نہ چہرے پر تو نہ زبانی کے

فطر اگئے تھے۔

”میں آپ سے کسی مسئلے پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ جو لیا کی طرف دھاگوں کر بولا۔

”مزور۔ مزور۔“ جو لیا اٹھتی ہوئی بولی ”یہاں تو جہت جیڑ ہے چلنے ڈورٹنگ روم میں چلیں۔“

عمران نے جلدی جلدی چلی گئیں جیڑ میں اور نرس کی طرف متوجہ ہو کر ”آخر میں کیوں موضوع بحث بن گئی ہوں جناب؟“ نرس نے شکایت

بیچے میں پوچھا۔

”اُدھ تم کچھ خیال نہ کرنا۔ یہاں میرے علاوہ ہر شخص پاگل ہے۔“

”یہ بڑی کون ہے؟“

”بڑی ہے۔“

”اس نے بھی یہاں میری موجودگی پر اعتراض کیا تھا۔“

”سب جانتا ہے۔“

نرس خاموش ہو گئی۔ اتنے میں سلیمان نے آکر پرائیویٹ فون پر کسی کال کی اطلاع دی سلیمان اس معاملے میں مہبت خطا کرتا تھا۔ اگر کیپٹن فیاض جیسا کوئی آدمی فلیٹ میں موجود ہوتا تو وہ پرائیویٹ فون کا سسٹم بدل دیتا تھا اس تبدیلی شدہ سسٹم کے تحت فون پر گھنٹی بجنے کی بجائے باورچی خانے میں لگے ہوئے ہند سے ہلکی سی آواز نکلتی۔

اس وقت بھی یہی ہوا تھا عمران نے اس سے کہا کہ وہ ٹھکر دے۔ اسکا مطلب یہی تھا کہ وہ کال ریسور نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ بعد میں ٹیپ کیا ہوا پیغام سنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض اور جو لیا واپس آگئے۔ جو لیا کے جوتوں پر نا تھا۔ سی مسکراہٹ تھی۔ عمران نے اس کی نظر سجا کر فیاض کو آنکھ ماری اور فیاض بھی مسکرا دے لگا۔

جو لیا ٹوٹی چوڑی آدو میں سلیمان کو ڈانٹ رہی تھی کہ اس نے ابھی تک چائے کیوں تیار نہیں کی۔

فیاض بالکل خاموش تھا جو لیا ہی جبکہ رہی تھی۔ اس نے نرس سے پوچھ چاڑ کی اور نرس نے اگھڑی اگھڑی میں ہلکا کر کہا: ”میں انگریزی سمجھ تو لیتی ہوں لیکن بول نہیں سکتی۔“

”میرا خیال ہے کہ اب یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔“ جو لیلے نے کہا۔  
 ”میں سولہ برس کے حکم کی پابند ہوں۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہے۔“ جو لیلے نے عران سے پوچھا۔

”یہی جو تم کو یہی ہو۔“ عران نے شائے سکڑے۔

”اپنی قسمت پرنا کر بیٹھے۔“ فیاض نے فارسی میں کہا۔

”فارسی میں مشکل ہے۔“ عران نے فارسی ہی میں جواب دیا اور جو لیلے  
 انگریزی میں پوچھ بیٹھا یہ تمہارے پھر نے بھائی لاکیا نام ہے۔“

”میرا کوئی چھوٹا بھائی نہیں ہے۔“

”اب بتاؤ۔“ عران نے فیاض کو مخاطب کیا

”یہ کیا کس ہے۔“ فیاض جھینپ کر بولا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولے  
 ”جوتے کہا۔“ اچھا حسن فطر و اطراب اجازت دیجئے۔“

”دار سے واہ۔ کیسے ممکن ہے۔“ میٹھے چائے رہی ہے۔“

”نہیں انہیں اب جانے ہی وہ عران بول رہا۔“ اگر چائے کے سگند  
 سوسے بھی کھل دیتے تو ہمارے ٹھہر میں ٹھکرائی کتے پھری گئے۔“

”میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔“ فیاض نے انتہا میں گراہ دوہیں بولا۔

”عران پھر ترس کی طرف دیکھنے لگا تھا جو شاید بال سے اٹھ جانا چاہتی تھی۔  
 ”تم تو رامیر سے ساؤتھسٹ باورچی کی خبر لے لو۔“ عران کے اس سے

کہا اور وہ ہنستی ہوئی اٹھ گئی۔

”میں سچ کہتی ہوں۔“ اگر یہ ترس تو ٹھہری دیر اور یہاں رہی تو میں اس  
 پوری عمارت کو اٹل پلٹ کر رکھ دوں گی۔“ جو لیلے نے کہا۔

”محوریت ہو۔“ یابل ڈوڑر۔“ عران نے جیت سے کہا۔

”میں بڑی دیر سے بدوشٹ کر رہوں۔“ فیاض بولا۔ ”تم مستقل طور پر  
 مس مشن وارٹی کو چین کے جا رہے ہو۔“

”عران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں جو لیا اب کیا کر گزری ہے اب  
 فیاض اسے جہانسی پر چڑھا دینا چاہتا تھا اور کہاں اب یہ خوش نصیب! وہ

تو سمجھتا تھا کہ جو لیا پر اس کی نظر پڑے گی یہاں تجارت شروع ہو جائے گی۔  
 ”خمرے کی فضا پر خاموشی مسلط تھی۔ اتنے میں جانے آگئی لیکن ترس نہیں  
 آتی تھی۔“ بیسان ظرائی و حکیتا مبرا قریب آیا۔

”عران بڑی الجھن میں تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کہیں جو لیا یہیں رہ پڑنے  
 پر تامل جائے ایسی صورت میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔“

”جانے کے دوران میں اس نے فیاض سے کہا یا ان محترمہ کا وارنٹ کہاں ہے۔“  
 ”دارنٹ۔“ کیا باب رہے ہو؟ فیاض نے غصے سے پوچھا۔

”مارنگھی کی رہنمائی کے سلسلے میں۔“

”کہاں ہے جہنمی۔“ اسے میں صحت پوچھ کر کھانچتا تھا۔“

”مجبور۔“ عران بیٹھی بولنے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑ کر رہ گیا۔

”کیا قصہ تھا۔“ جو لیلے نے بال میں چھپ چلائے ہونٹ پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ فیاض جلدی سے بولا۔ ”میں نے ان سے آپ کے ہاں سے

میں پوچھا یہ حضرت پتہ نہیں کیا سمجھ میٹھے۔“ وارنٹ۔“ لاجل و لاؤقہ۔“

”بھلا کس میں وہ انگریزی جملے کے ختم ہو عربی ہی بول گیا تھا۔“

”عران نے حیلوں سانس لی و بیسان سے ترس کے شوق پوچھا۔“ اس نے

”کہا کہ وہ باورچی خانے میں ہی چلنے پڑے گی۔“

”چلنے کی گز فیاض زحمت ہو گیا۔“ اور جو لیلے نے تماشا دیکھتے ہوئے غمزہ

کر دیئے۔ کچھ کہے بغیر ہنسی ہی چلی گئی۔ پھر بولی: ”سچ میں نہیں آتا اس  
 گتے کو سپر فٹ کس نے بنا دیا ہے؟“  
 ”اے تم میرے ملنے میرے کسی دوست کی توہین نہیں کر سکتیں؟“  
 ”تو ہمارے سارے دوست تم سے زیادہ گمے ہیں۔“  
 ”تم بھی دشمن تو نہیں۔“

”مجھ سے کچھ رہا تھا کہ میں نے مار تھا کے کسے میں کوئی غیر معمول بات  
 تو نہیں دیکھی تھی۔ بالکل اس انداز میں گفتگو کرتا رہا تھا جیسے اسے تمہارے  
 خاندان کی عورتوں پر شبہ ہو! خصوصیت سے تمہارے متعلق۔ کہ وہ صراحی  
 کی طرف تو نہیں گئی تھی۔“

”اُسے پوچھنا ہی چاہئے۔ فرض ٹھہرا۔“  
 ”اور تم اسے اپنا دوست کہہ رہے ہو؟“  
 ”تو مجھ رحمان صاحب کو باپ بھی نہ کہوں جنہوں نے میری گرفتاری کی  
 ”نیاریاں مکمل کر رکھی تھیں۔“

”اچھا،“ جو لیا نے حیرت سے کہا۔ ”پھر۔“  
 ”دو دفعہ خارجہ سے چٹکا رہ پڑی۔ سیدے ہو گئے۔“  
 ”دو عالم کو کیا قصہ تھا۔“  
 ”ہی جو تم سن چکی ہو۔ اس سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا۔“  
 ”نہ کی گھنٹی بجی۔“

رحمان نے ہاتھ بڑھا کر بیسوار اٹھایا۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب بول  
 رہے تھے۔  
 ”پریشان کیا رہا؟“

”ٹھیک ہے جناب!“ رحمان نے جواب دیا۔  
 ”اگر تو فلیٹ سے باہر نکلے تو اچھا نہ ہوگا۔“  
 ”جی۔ نہیں نکلوں گا۔“  
 ”تم بجے دھوکہ نہیں دے سکو گے؟“  
 ”میں جانتا ہوں کہ آپ کا حکم اس وقت میرے فلیٹ میں بہت دلچسپی لے  
 رہے۔“

”ہوں۔ بس!“ دوسری طرف سے رحمان صاحب غلغلے اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔  
 رحمان نے ٹھنڈی سانس لی۔ ریسپر کر ڈیل پر ڈالی دیا اور جلیب کی طرف دیکھ کر  
 باب ٹھنڈی سانس لی۔

”دکون تھا؟“ جو لیا نے پوچھا۔  
 ”دوسری دنیا کا باپ۔“  
 ”یعنی تمہارا باپ۔“ جو لیا مسکاکر انداز میں ہنس پڑی۔  
 ”رحمان بابری سے سر ہاتا ہوا لیٹ گیا۔“  
 ”یہ زخم کب ٹھیک ہوگا؟“ جو لیا نے پوچھا۔  
 ”دست بھر رہا۔“

”وہ بڑا بچے ہمیشہ دار ہے لی۔ جو لیا نے چہیتے ہوئے زہر تلخ بھیج میں کہا۔  
 ”کے لئے تم تین بجے رات کو لی کھانے گئے تھے۔“  
 ”تم اتنی جگہ دو دیکو ہو جو لیا۔ میں اس معصوم لڑکی کے لئے سپر بچ  
 ہوں۔“

”منہم ہو۔ منہم۔“ ”جو لیا ایک دم بھڑک اٹھی۔“ ”تم۔“ ”چھوٹے ہو۔ سو  
 بھڑکی جھوٹے۔“ ”تم اسے اپنا آدکا بنا چاہتے تھے۔“ ”او۔ بس۔“

”گو گریں مادیوں گا۔“

”تمہیں باسے تم دخل نہ دو۔“ جو زف غریباً یہ نطق احرام مجھے عورت کے سامنے پھیر رہے۔ داروازاں گا۔

”تمہیں سنا۔“ دیکھ جو زف میں اس کی پرہیزگاریوں کا کہ زخمی ہوں۔“ جو زف پہلے رنگ بھٹ گیا اور سلطان نے صحبت کر لہری کاٹنے والا چھڑا ایک سے نکال لیا۔

”خبردار۔“ اوسلمان۔ ”ناہنجار۔“

”داروازاں گاسلے کو۔“ آپ نہ بولے۔“

عمران نے آگے بڑھ کر ماتھے ہاتھ سے لے دھکا دیا اور وہ میز سے جا نکلا۔

”کھال کھینچ لوں گا یہ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔“

سلیمان چھڑا اصلی میں دبا لے کھڑا ہوتا۔

عمران نے ترس کو اشارہ کیا کہ وہ بھی کمرے میں جائے۔

جب وہ چل گئی تو عمران نے سلیمان کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے کہا

”موقع عمل بھی دیکھا کر۔“

”بس صاحب جانیے۔“ مجھے زیادہ بورن کیجئے۔ سارے کو اگر کھانے میں

حال گڑھ نہ دیا تو کچھ بھی نہ کیا۔“

”لوں۔“ اب قاعدے کی بات کی تو نے۔ اگر یہ دیکھ کر مقابل تم ہے تو

ہے تو ہمیشہ پیٹ پیٹ چھپو سے گریز کرو۔ اچال گڑھ۔ اب تو نے ظاہر کی ہے

یہ نہانت۔ بس اب جمل جو ہے ڈنڈی میں۔“

میں سے سمجھا کہ میرزا کا وہیں آیا۔ یہاں ترس اور جو یا ایک دوسرے سے کچھ

کھنے کی کوشش میں مشغول نظر آئیں۔

”چلو میری! کیا میں اپنی اسکیس میں جوتے دیکھ کر مخموم نہیں رہ سکتا!

جو یا گرا سامنے بندے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر ایک ایک یوں آئی

اس ترس کو نصیحت کرو۔ اس کی موجودگی غلط ضروری نہیں ہے۔“

”یہ سون سرجن کی طرف سے مجھ پر مسلط کی گئی ہے۔“ سون سرجن نہیں بلکہ جس

صاحب کی طرف سے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی۔“

”پھر میری دیکھ بھال کون کرے گا۔“

”دیکھ بھال۔“ دیکھ بھال۔ سلیمان۔ ”جو زف کافی ہیں۔“

”وہ تو مرنے والے ہیں اسی ناہنجار جس کی تکسل سامنے رہے گی۔“ کیوں۔“

عمران نے بے بسی سے کہا۔

جو یا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باورچی خانے سے مختلف قسم کی آوازوں کا دن

سامنے پڑا۔ ”میدان اور جو زف کی آوازیں۔“ دوسری سی سنوائی چینیوں بھی

ساتھ دے رہی تھیں۔ عمران بوجھ کر ٹھٹھکیٹھا۔



پھر وہ باورچی خانے کی طرف جھٹ۔ جو یا جھپے تھی۔

باورچی خانے میں خاصی انتہری نظر آئی۔ جو زف سلیمان پر چڑھا بیٹھا

سے اس کی توضیح کر رہا تھا! سلیمان کے صے سے آجوری گالیاں جھیل رہی تھیں

ترس و گڑھ ہی پیچھے جا رہی تھی۔

”اے اے۔“ مردود۔ ”عمران دھڑکیا کیا ہو رہا ہے۔“ چھوڑا ہے۔



جو زوت پشت کے کمرے میں بیٹھا دھوپ رہا تھا، عزان کو دیکھ کر اس نے سر  
 اٹھایا اسے گھر نہ مارا لیکن کچھ بولا نہیں! —  
 ”ابو سراسرہ! عزان! ایک ہفتہ تک تم پر اس گھر کا کھانا پانی حرام ہے۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”بس میری مرضی۔ اس کے خلاف ہوا تو کھال تار دھن گا! بجے۔ یہاں  
 کا پانی بھی نہ پینا ایک ہفتے تک!“  
 ”اچھا۔“ اس نے غصیل آواز میں کہا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔  
 بو کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس قسم کی جھڑپیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔  
 عزان چہرہ بگاہ میں واپس آیا۔  
 ”یہ تم نے کیوں اپنی مٹی پر لید کر رکھی ہے؟“ جو لیلے اس سے کہا  
 ”بھرا دہن باہر ہی جھڑپیں چکا ہوں۔ اب کوئی نئی بات کہو۔“  
 ”یہ لیلیٹ تفصیل کہ دوکان معلوم ہوتا ہے؟“  
 ”بہر حال کچھ معلوم ہوتا ہے۔ جو بالکل کچھ نہ معلوم ہوئے سے بہتر ہے۔“  
 ”ہیں اب یہیں رہیں گی؟“  
 ”بس پھر دیکھنا کہ یہ لیلیٹ آئندہ کیا معلوم ہوگا؟“  
 ”میں سبیلے گی۔ کہہ رہی ہوں۔“  
 ”میں کب غیر سبیلے ہوں۔“  
 ”اگہ۔ براہ کرم آپ لیٹ جائیے خواب!“ ترس لے کہا۔  
 ”تھک رہا۔“ عزان مسہری پر دوا نہ ہوتا تھا بولا۔ لیکن وہ پراثریوٹ فون سے  
 فسکڑ چپ رہا کارڈ پر ایک زیرو کا پیغام سننے کے لئے بے چین تھا! سمجھ میں نہیں آیا  
 تھا کہ کس طرح یہ خواہش پوری کرے۔

اتنے میں سیان نے آکر کہا: ”صاحب! آہے گئے کی چھٹی دیجئے۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”جہاں گڑھ بنے جا رہے ہیں۔“  
 ”بے کیوں شامت! آئی ہے۔“  
 ”نہیں صاحب میں تو نہیں مانوں گا۔“  
 ”اچھی بات ہے۔ دھن ہو جاؤ۔“  
 سیان کے جانے کے بعد عزان نے جو لیلے پر چھا: ”تم کب جاؤ گی؟“  
 ”لیکن میرے جلنے کے بعد جو زوت تو موجود ہی رہے گا۔“ جو لیلے نے زہر بے  
 جے میں کہا۔ اور معنی نیرنگوں سے ترس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس کا مطلب سمجھ  
 نہ تھی اور اس کے کان کی بویرا تک سرخ ہو گئی تھیں۔  
 عزان کھلا کر بولا: ”اس کم بخت کو کبھی نکال باہر کر دوں گا۔“  
 ”میں یہیں رہوں گی۔“  
 ”مگر وہ کھشال کے مزاج کے خلاف ہوا تو۔“  
 ”میری بچی نہ لگے گی کوئی بھی وحیل نہیں ہو سکتا!“ جو لیلے جھلا کر بولی۔  
 ”تھاری مرضی!“ عزان نے بے بسی سے کہا۔ اگر سے ذرا برا بھی مونی مل  
 جاتا تو وہ پلٹے بغیر ہی فون پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اسے پھوٹن سے آگاہ کرتے  
 گئے کہتا کہ وہ ایس ٹوی آغا میں جویا کو گناہ کرے اور اس سے کہے کہ وہ عزان  
 کی مدد سے چلی جائے۔  
 ”کیا سوچتے تھے۔“ جو لیلے چھڑا۔  
 ”یہ سوچ رہا ہوں کہ شادی ہی کر لینے میں عافیت ہے۔“  
 ”صرف سوچ ہی سوچ کر کیوں رہ جاتے ہو۔“

”کوئی مسئول ہڈ کی نہیں مل سکی“

”دیکھیں ہڈ کی چاہیے؟“

”میری پسند کی نمبر سب طرف ہے۔ جھڑا ایسی ہڈ کی ہونی چاہئے۔۔۔“

جھڑا پر ابرو نے سے پہلے ہی جوفت احاطت طلب کر کے کرے میں گس آیا۔

”اب میں کیا کروں باس؟“ اس نے جوابی لے کر کہا۔ ”یقیناً تین توہیں بھی گھر“

”میں دیکھی ہیں۔ بیٹوں یا نہ بیٹوں۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے؟ جو سید نے جیت سے بکس بھیکا نہیں۔“

”میرے علاوہ یہاں اور سب پاگل ہیں!“ عمران چڑخا اور پھر جوفت سے

بولتا پیو۔ ”شراب پر کوئی باندھی نہیں ہے!“

”تھینکس باس!“ اس نے ایٹریاں بھائی اور ڈرائنگ روم کی طرف

مڑ گیا۔

اسی وقت فن کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسورٹاٹھا! دوسری طرف سے

کوئی بیڑی نکلا۔ مشر عمران، مشر عمران کی ڈانک لگائے جا رہا تھا!

”عمران، پیکنگ!“ عمران نے ناک میوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ شاید وہ

آواز پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ڈو ڈرائنگ۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”جو ڈو ڈو ڈو ڈو۔“

”اؤکے۔“ بولے۔ ”ابھی تمہارے باپ سے تمہارا غیر معلوم کیا تھا! کیسے

ہو؟ تمہارے باپ نے تباہ کردہ بارہ آپریشن ہوا ہے۔“ سمیت لاپرواہ ہو تم۔

آرام کرو۔“

”شکریہ! میں آرام ہی کر رہا ہوں۔“

”کھانا قے مل چاہتی ہے۔“

”ارے باپ رے!“ عمران نے کوس اور جو سب کی طرف دیکھتے ہوئے اردو

میں کہا۔

”کیا کہا۔“ وہ براؤ۔

”کچھ نہیں بھیک اُنے والی تھی۔“

”کھانا بھی شیک ہے۔ تم اپنی رالش لگا کا عمل وقوع بنانا۔ کھانا وہیں اُنے

لے۔ وہ تمہیں سمجھتے ہیں کہ نہ لگے ہے۔“

عمران نے اپنے غلیظ کا عمل وقوع سمجھانے لگا!

پھر وہ ریسورٹ کر کے لایے اغاڑ میں کراہا جیسے دم ہی تو نکل رہا ہو۔

”کیوں کیا بات۔“ انہیں نے پوچھا کہ پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“

”نعم میں بھیکت تو نہیں۔“

”نہیں۔“

”کوئی آ رہا ہے کیا۔“ ہولینے پوچھا۔ ”نم کی کو گھر کا پتہ بتا رہے تھے“

”کھانا ڈو ڈرائنگ سراج پر کی کے لئے آ رہی ہے۔“

”کیوں آ رہی ہے۔“ میراخیل کے کہ تمہاری اس سے ملاقات محض اتفاقاً تھی!“

”حق تو اتفاقاً ہی۔“ لیکن دوسرے اتفاقات بھی پیش آ سکتے ہیں۔“

”میں نہیں کچھ کسکتی کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو!“

”میں تو آرام کر رہا ہوں۔“ عمران نے جڑی محض سمجھتے کہا۔

جو سب خاموش ہو کر اسے گھورنے لگی۔

”نم آرام نہیں کر رہے بلکہ آہستہ آہستہ جہنم میں جا رہے ہو!“ وہ کچھ دیر بعد



”میں آج بہت منور ہوں“ استاد نے کہا: ”تو تم کی جہاں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے؟“

”میں اس طرح کی گئی اور استاد نے ایک ٹھنڈی ماس لی۔ پھر اس طرح چونکے جیسے کوئی خاص بات یاد آتی ہو۔ ادھر ادھر دیکھ کر گنگے جگے اور اہستہ سے بولے: ”یہ دوسری کب آئی۔“

”آئی جاتی ہی رہتی ہیں!“ عمران نے لاپرواہی سے کہہ پھر بولا: ”مگر آپ منور کیوں ہیں۔ میرے خیال سے تو قوم جس شیک خفاک ہی ہے؟“

”نہیں جناب! یہ بے پرواگی۔“ یہ ڈسے ڈسایاں... میں عنقریب چ کرنے چلا جاؤں گا۔“

”ہوا کیا؟“ کوئی خاص حادثہ۔“

”جی ہاں۔ کل رات میں مٹھی خوشو دیکھنے چلا گیا تھا۔ وہ بڑی مٹی کی پیمبل شروع ہو چکا تھا۔ ہلے کیا فوہ ہے۔ ڈاکٹر فوہی آپ نے۔ سارے لوٹھا کر چوڑی دار پاجامہ بنادیتے ہیں۔“

”چوڑی دار پاجامہ نہیں استاد۔ اُسے جہن کہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”چلے جہن ہی سہی... ہاں تو پیمبل شروع ہو چکا تھا۔ وہ بڑی کیوں کہ بائیں جگہ جی کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا... میرے پاس والی ڈاکٹر جہن میں چمک رہی تھی۔“

”جیہاں رہا معلوم ہوا جیسے میں اسے پہلے ہی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ لہذا انہوں نے دیکھ کر بھاگنے کی بجائے انہیں چھوڑ دیا۔ دیکھتا رہا۔ ایک بیک وہ اپنی ساخی سے بولی

”کیونکہ نہایت با۔ بار بار گولی کی طرح گھر گھر لگتا ہے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تم ادھر جاؤ۔ یہ بات آئی اونچی اونچی کی گئی تھی کہ میں بھی سن سکوں۔“ انہوں نے

”جہن میں۔ دوسری ڈاکٹر جی تیز نکلی۔ میری طرف متہ کر کے ہٹنے لگی اور میں

کارڈ پر نظر پڑے ہی اس نے ٹھنڈی ماس لی۔ کارڈ پر تحریر تھا: ”ماہنامہ“

”قتیل ادب استاد محبوب ترانے عالم۔“

”جلاؤ۔“ عمران کراہا

”دوست! یہی سچ میں نظر آئے کہ عمران انہیں چھوڑ کر دیکھنے کا ترانہ کی بجائے پتھن، جیکٹ اور ڈرائی میں تھے۔ گاندھی سے چنے کا تھپک ٹپک رہتا تھا۔ ہاتھ میں بین کا ممبر۔ جس میں ”مرداں کر“ پنا کوک“ کی تصویریں لگاتے تھے۔

”نہایت گولی لگ گئی ہے؟“ انہوں نے بولکھنے میں پوچھا۔

”ٹھیک سنبھلے استاد۔“ نشریہ کیے۔“

”لیکن استاد نشریہ کہاں رکھتے۔ وہ تو کلبیوں سے کس کو دیکھے جا رہے تھے۔“

”میں نے کہا استاد۔“

”جی۔ جی ا!“ استاد چونک کر بولے۔ آج میں انعامش سیرکان کا مقرر مصدوب ہوں۔“

”عمران نے اس طرح سر ہلایا جیسے پوری بات سمجھ میں آگئی ہو۔ اکثر استاد پر بڑے بڑے بڑے ناما توں الفاظ لہنے کا دورہ پڑتا تھا اور وہ محل استعمال کی پروا نہ کرتے۔

”جہن کان اس قسم کے الفاظ دھکا دھکا چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھی نئے الفاظ بھی دھکا دھکا اس قسم کے دورے عمران اسی وقت پڑتے تھے جب اس کے پاس کوئی عورت بھی موجود ہو۔“

”گولی کیسے لگی۔“

”ہاں لگ گئی کس طرح؟“ عمران نے ٹھنڈی ماس لے کر کہا: ”آپ سنبھلیے کبھی گزرا ہی ہے؟“

”رات کو کھٹوں کی دوسرے مزید نہیں آتی۔“

”یہاں کھٹوں کے دوسرے کی دوسرے مزید نہیں آتی۔“

طرح گھر کرنے لگی جبہ بھاڑ ہی تو کھانے لگی۔ پھر کہنے لگی۔ نو دیکھ لو اچھی طرح تاکہ میں سے غلط تو دیکھ سکے۔ عمران مجاہد نورم ہی نکل گیا۔ ارے باپ۔ ارے باپ۔ مجھے آپ سے جھڑپی ہے استاد! عمران نے تنبیہ کی سے کہا۔

اتنے میں ترس چھو پائیں آگئی اور استاد بولے۔ انسانی تنبیہ کی بہت بات ہو سکتی منافکت بہت ضروری ہے۔ غالب، ذوق، داغ و حیدر نے ستر ہائی انھیں کی تھیل میں کوئی گز نہیں اٹھا بھی تھی لیکن تقریبی ضابطہ کی اشتراکیت مشرقی اعراب کی سند نہیں۔

”واللہ آپ نے تو شری میں صنعت متول اچھا نہ پیدا کر دی استاد۔“  
عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”میں غالب کو بھی نکال سکتا ہوں۔“

”بلیک۔ بلیک۔ استاد دینا کو لک تو منادو۔“

استاد نے جو تبرا اٹھا کر منہ سے لگایا اور شروع ہو گئے۔

پتی۔ ای۔ سی۔ ایچ کے حسین۔

میرے چنے نہیں

بولے مجاہد الدین

پاٹر ایک آنے کے تین

چنا کو لک۔۔۔

”سناتے رہیے۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ میں ابھی آیا ہوں۔

دو چار بیویٹ فن والے کرے میں آیا اور دروازہ بند کر کے ٹیپ رہا۔ چلا سوچ اسی کر دیا۔ لیکن آزاد کا جرم نہیں بڑھایا۔ جیک ریو کی آواز سنائی دی تو اٹھ کر دھڑ دھڑا کر آیا۔ اس نے بتایا کہ آپ کا منشی ملازم پھر نکال کر اس پر جھٹایا تھا۔

باتا عہدہ رپورٹ درج کر لی ہے۔ آؤ ورائیڈ آئی۔۔۔ پھر آواز آئی۔

”جوزف کو شادی دیکھئے۔“ ورنہ انھوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

عمران انتظار کرتا رہا۔ شاید کوئی اور پیغام بھی ہو۔ لیکن عرت نیت کے سرکھنے کی

آواز آتی رہی۔ اس نے ٹیپ بھارتیہ کر دیا۔ کرے میں وہ پس آیا۔ استاد اسی

پر شش و طروش کے ساتھ چالو تھے۔ ترس پھس رہی تھی ابھی ابھی وہ بھی جھونپو

بٹا کر دانت نکال رہے۔



آپ کچھ پریشان سے نظر آ رہے ہیں؟ ترس نے کہا۔

”ہاں۔ نہیں تو اس عوان چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

استاد ابھی تک چنے بیچ رہے تھے۔ بشکل تمام سلسلہ ختم ہوا۔ عمران خاموش کھڑا

کچھ سوچ رہا تھا۔

دکھتا اس نے استاد سے کہا۔ آپ ایک عہدہ سا گرم سوٹ سلا لیجئے؟

استاد نے دانت نکال دیئے۔ پھر کچھ سوچ کر گردن اٹھائی اور بولے۔ ”پانچ

سوٹ کی طرح کھائے۔ وہ ابھی کھا رہے ہیں۔ میرے دادا ج تھے کھلو کے“

مدیر کھلو کہاں ہے جناب؟ ترس نے پوچھا۔

”کھنڈو والے بار سے کھنڈو کو کہتے ہیں؟“ عمران بولا۔

”میرے والد کرنا تھے۔“ استاد ان کی گفتگو پر توجہ دینے بغیر بولے۔

”حقیقت مجاہد سب جانتے ہیں؟“

”ہاں نے کہا تھا سوٹ سلا لیجئے۔“

”کیوں؟“

”ہیش کراؤں گا! استاد تہیں؟“ عمران میرے تلو اٹھا کر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھنا بولا۔ میرا یہ پیرچہ لکھتے وقت لکھتی میں نے جانا۔ وہ ناپ کے کر سوٹ سی دیں گے۔ جس دن کہیں جا کر کٹائی دے دینا۔ اس کے بعد سوٹ میں منگو اکوں گا۔  
”مجھے کٹنا اور کڑا پڑے گا۔“ استاد نے اکثر کر پوچھا۔

”دیکھ کر دیکھو۔ اسی رقم کے چنے چھوڑ دینا چھوڑے۔“

”داناؤں!۔“ نرس نے ہنسی منہ کر کے ہونے کہا اور استاد اسے صرف دیکھ کر دھڑکے۔  
”نہیں یہی پہچاننا ارض تھا؟“ استاد نے کہا۔ ایک بار جیل صاحب نے کہا تھا کہ تم حرفت بیابیس روپے جمع کرو لیں تمہاری شادی کروادوں گا۔

”پچھلے سوٹ سلواؤ۔ شادی بھی بعد میں ہوتی ہے گی۔ اب جاؤ۔“

”یعنی کہ باہل اچھی چلا جاؤں۔“

”یقیناً۔“ ویرنہ ہوتی چلا بیٹے۔

استاد چلے گئے۔ اب عمران نے جوزف کو آواز دی۔ وہ آیا اور اڑیاں

بجا کر اٹھیں شہن ہو گیا۔

عمران نے مرہی میں کہا: تم نے ڈاکٹر دعا کو پھر نکال لیا تھا؟

”یہی ہے!۔“ جوزف کا منہ سیرت سے پھیل گیا۔ پھر وہ ہنسنے لگا۔

”نفاق کرتے ہو باس۔“

”میں سنجیدہ ہوں۔ اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی ہے کہ وہ مجھ سے

مٹے آیا تھا۔ میرے ملازم جوزف نے پھر نکال کر اسے پرکھ کر نے کی کوشش کی تھی۔“

”جھوٹ ہے وہ حرامی، میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں تھا اس کی طرف۔“

”لیکن پولیس کو کیسے یقین ملاؤ گے۔“ مرگ پر بھی بہتر سے لوگوں نے اُسے

جس نے نکل کر سب گئے دیکھا ہو گا۔

”میں کیا بتاؤں باس! پتہ نہیں افسر ولد انتخاباٹ نے جھوٹ کیوں بولا؟“

”اُسے جہنم میں جھونکو۔ یہ بتاؤ! اگر پولیس یہاں آگئی تو۔“

”میں کیا بتاؤں باس! اگر تم دھو جاؤں گا۔“

عمران نے فن پر ٹیک زبرد کے ٹیڈ ڈرائیل کئے اور ماڈ تھپیں میں بولا۔ عمران

ہینکینگ۔ جوزف دانا معاملہ معلوم ہوا۔ تم ایک بندہ دین فدا بھیج دو۔

”سیور دیکھ کر کس نے جوزف سے کہا یہ تہیں اچھی رانا تھوڑا مل دینے عمل میں جانا ہے؟“

”جہت اچھا باس! لیکن اگر وہ گرفتار نہ آئے ہیں تو۔“

”نہیں اس کی نوبت نہیں آئے گی۔“ عمران نے کہا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کیا حق

ہو گیا دانا معاملہ ٹیٹ جالے کے بعد اپنے آدمی دہاں سے پٹالے ہوں گے۔ رہ گیا

ان صاحب کا کوئی آدمی تو اسے اس کے علاوہ اور کسی سے سروکار نہیں ہو سکتا وہ

اس لئے ہو گا کہ وہ اس کی نگرانی کرے، اس کے متعلق ساری اطلاعات دکان صاحب

استاد تارے۔

”جاؤ۔ تیاری کرو۔“ اُس نے کچھ دیر بعد جوزف سے کہا۔

”فون کی گھنٹی بجی! اس نے سیور رٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔“ مسٹر عمران!۔“

”عمران اسپینک۔“

”میں دعا کو ہوں۔“

”بڑی اچھی بات ہے۔“ حرمیٹے۔

”کیا تمہیں معلوم ہوا۔“

”کیا معلوم ہوا۔“

”میرے متعلق۔“

”بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ آپ جیتے ہوئے بھاگے تھے۔ میں نے سوچا کوئی خاص بات نہیں کیونکہ میری کرسیوں میں بھی کھلی بیٹھت ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ عمران بخیر کیل سے گفتگو کر۔ میں جبری خشکلات میں پڑ گیا ہوں مجھے اس پر مجبور کرنا پڑا تھا کہ میں وہ ڈرامہ اسٹیج کروں۔“

”میں بالکل نہیں سمجھا ڈاکٹر۔“

”مجھے تمہارے دیگر ملازم کے خلاف رپورٹ درج کرانی پڑی ہے۔“

”کیسی رپورٹ؟“

”یہی کہ وہ مجھ پر بھڑکے کہ وہ ڈرامہ تھا۔“

”وہ مافی گڈنس۔! عمران متیزانہ انداز میں چہانہ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پولیس اسے گرفتار کر لے گی۔“

”اوہ۔۔۔ سنو تو سہی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے شارع عام پر گولی مار دی جاتی۔ اس نے یہی دھمکی دی تھی۔!۔“

”کس نے؟“

”اوہ۔۔۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔“

”ارے تو سمجھتیے نا جلدی سے۔۔۔“

”میں نے تو سہی کسی نامعلوم آدمی کا تذکرہ کیا تھا۔ یاد ہے؟“

”اچھا طرح یاد ہے۔“

”لوں پر اسی آدمی کی طرف سے مجھے دھمکی ملی کہ اگر میں نے تمہارے سلسلے میں وہی کچھ کرنا جس کے لئے کہا جا رہا ہے تو مجھے شارع عام پر گولی مار دی جائے گی۔“

”سمجھا۔!۔“

”تو اب میری طرف سے دل صاف ہو گیا نا۔“

”بالکل بالکل۔“

”ٹھیک۔۔۔ مجھے تو سہی بے اندازہ محبت ہو گئی ہے۔ کیونکہ تم مار تھلکے مجھ پر تھے۔ مار تھلکے۔۔۔ تم نہیں سمجھتے کہ وہ میرے لئے کیا تھی۔“

”وہ تو شکیک ہے۔ لیکن یہ بتائیے کہ میں کیا کروں۔ وہ لوگ یقینی طور پر خلاف کو گزرتا کر گریں گے۔ جو فوج جو میرا ڈی گارڈ ہے۔ میں خود زخمی ہوں۔“

”حکومت کی صورت میں تمہاری کمران کا اعتبار کم کر دیں گا۔“

”اوہ۔۔۔ خانا اسی لئے وہ لوگ جو فوج کو تمہارے پاس سے بٹا دینا چاہتے ہیں تاکہ میدان صاف ہو جائے اور کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں بے دخل کر گزریں۔“

”اچھی بات ہے جناب۔! عمران نے فحشٹی سانس لی۔ تو پھر اب میں بھی اپنا حق حکمواد گھول۔“

”میری سہی میں نہیں آتا کر کیا کیا جائے۔ دعا گو نے کہا اور دوسری طرف سے مسئلہ منقطع ہو گیا۔“

”پھر کچھ دیر بعد ایک بند گاڑی آئی اور بونٹ کر لے گئی۔“

”کس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف پڑے جا سکتے تھے۔“

”وہ جی کہاں گیا؟ اس نے عمران سے پوچھا۔“

”وہ فگر نہ کرو۔ تمہیں میرے لئے کیا نہیں بیکانا پڑے گا۔“

”اگر بیکانا میں پڑے تو کیا؟“ کرس نے لاہر وانی سے شانوں کو جنبش دی۔

”اوہ۔۔۔ شکر ہے۔! عمران نے بڑے غصے سے کہا۔“

”ایک بات یاد چوں! آپ جتنا تو نہیں مانیں گے؟“

”تھکی نہیں۔ ضرور پوچھو۔!۔“

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے آپ مجھے یہاں سے۔“  
 ”اے۔۔۔ وہ کچھ نہیں!“ عمران عمامہ خزاہہ چھینپ کر بولا۔  
 ”اس غیر ملکی لڑکی سے کہا تھا کہ آپ کسی لڑکی کے لئے تین ہفتے رات کو گل کھانے  
 گئے تھے۔“

”لڑکیوں کی باتوں کا کیا اعتبار۔۔۔ وہ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں۔“  
 ”گو لیکنے لگی تھی۔“  
 ”یہی تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ اندھیرے میں کسی قسم کا ہنگامہ نہ تھا۔ دریافت  
 حال کے لئے میں بھی بارنگا نہیں گولی چھد گئی بازو کو۔“  
 ”اندھیرے میں لگی تھی؟“  
 ”اور کیا۔“

”تب تو وہ کسی دوسرے کے لئے بھی برکتی تھی۔“  
 ”یقیناً۔۔۔ یقیناً۔۔۔ وہ اکتلے ہوئے پیچھے میں بولا۔  
 ”سیمان واپس آیا تو عمران نے اسے جوت کے نعل بجانے کی اطلاع دی۔  
 ”وہ سمجھتا تھا کہ ضرور انتقام لو گئے۔“ عمران نے کہا۔  
 ”آپ نے جھگا دیا اُسے۔“ سیمان گریسا سمنہ بنا کر بولا ”میر بھی شان  
 لایا تھا نہیں اگر اس کی درگت دینا دول؟“  
 ”یقیناً۔۔۔ یقیناً۔۔۔ لیکن تم مجھے وہیے بھی کسی شان کے بیٹے ہرگز معلوم نہیں رہتے۔  
 ”سیمان گریسا سمنہ بندے ہوئے دوسری طرف جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ کال  
 بل بچ اٹھی۔“

”دیکھ۔۔۔ اب کون ہے؟“ عمران ہنسنی پر اُتھا مار کر کرا۔  
 ”سیمان باہر چلا گیا۔ چمر سیدائے پائیں واپس آیا اور بولا ”ایک پولیس پکڑ رہے؟“

”بلاؤ!“ عمران کراہ کر بولا ”مگر دیکھ لیا ہے ان لوگوں نے؟“  
 پولیس آگیا جس کے ساتھ دو کانسیبل بھی تھے اندر داخل ہوا۔۔۔ اور بیٹھنے سے  
 قبل ہی جوت کے متعلق سوال کر دیا۔  
 ”اُدھ۔۔۔ وہ تو اس وقت موجود نہیں ہے“ عمران نے کہا یہ فریضے۔ کیا  
 نام ہے؟“

”پولیس بیٹہ کو درمیں اُس کی ضرورت ہے؟“  
 ”ایک ہفتے کے بعد ہی ملاقات ہوئے گی۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”کچھ دیر پہلے ایک ہفتے کی بھیڑی لے کر گیا ہے۔“  
 ”کہاں؟“  
 ”میں نے پوچھا ہی نہیں کہ وہ ایک ہفتے کی بھیڑی کیوں لے رہا ہے اور کب  
 لے گا؟“

”رہتا کہاں ہے؟“  
 ”جیسی۔۔۔“  
 ”بہتے کہاں رہتا تھا؟ سب انکڑ کے بچے ہیں بھلا بیٹ تھی۔“  
 ”علوہ سرخ رسانی کے سر پر شیشہ کیس لیا جس کی بھلی سکوت بھی بتا  
 لیں گے کوئٹہ، انہی کی وساطت سے تجھ تک وہ پہنچا تھا۔“  
 ”جوت کی بات ہے کہ آپ اپنے ملازمین سے اس طرح بے خبر رہتے ہیں!“  
 ”اچھا کون پڑے ان پکڑوں میں۔ میں تو ن سے کہہ چکا ہی نہیں۔ پوچھتا ہوں  
 بے ہی ممکن پڑا ہے۔ اچھی پچھلے دنوں یہ نامعلوم جیسے سیمان کہتے ہیں حسانی دیکھ  
 ت کو گھر واپس آیا میں نے پوچھا کہاں تھا، کہنے ملا کہ تم مرا نے میں۔۔۔ اے۔۔۔



میں وہاں گیا کہ رہا تھا! کہنے لگا زبان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے یہ کہہ کر کہ بخت  
نے سامنے کپڑے اتار دیئے اور ناچنے لگا۔ مطلب یہ کہ وہاں شراب کے نشے  
میں نکلا ہو کر ناچتا رہا تھا۔۔۔

”اے آپ جی بہک رہے ہیں جناب! میں جوزف کے متعلق پوچھ رہا تھا!“

”اس نے ڈاکٹر دعا گو یہ سچا کہہ کر تان ساٹھا۔“

”چھر آمان بیا تھیا“ عمران متیر انداز ہن پچھل ٹرا“ یہ آپ کی فرما رہے ہیں۔“  
”کیا یہ غلط ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔ اوہ۔ تو کیا دعا کر اسی نے اس طرح بھاگتا تھا یہاں سے؟“  
 ”اس کا جواب آپ ہی دے سکیں گے؟ سب ایک طرف خشک پتے میں کہا۔

”بھئی اس وقت یہاں سول مہرجن صاحب بھی موجود تھے!“ عمران نے کچھ کہتے ہوئے کہا: ”اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان سے بھی پوچھ لے کر لیجئے گا۔“

”یقیناً انہیں کھوں گا۔ اگر وہ موجود تھے۔“

”ہم جیوں نے کوشش کی تھی کہ دعا گو کے اس طرح بھاگنے کی وجہ معلوم کریں  
لیکن کامیاب نہیں ہوئی تھی۔“

”جو زف اس وقت کہاں تھا؟“

مد علی را شنگ و دم سیریس قضا و

وہاں گئے۔ وہاں پر تھا کہ

6. 11. 20

سب اس پر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر لڑائی آپ بچے کو کر دے دیکھے  
کہ آپ اُس کے جرم سے ناواقف تھے، اُسے ایک ہتھکنڈی عیسیٰ دی ہے اور اس کی موجود

جائے قیام ہے واقف نہیں۔۔۔

”محبت اچھا جواب ہے“۔ گلشن نے کہا اور میز سے پیٹہ اٹھا کر اس پر کچھ لکھنے لگا۔  
کچھ دیر بعد اس کے آگے جب تک کر دیکھا اور بولا: ”ارے آپ تو پورا بیان ہی لکھنے  
بیٹھ گئے۔“

”میرے دوست میں یہی مناسب رہے گا! عمران نے کہا: اب آپ اس کی تصدیق مولیٰ مرحوم سے بھی کرا سکیں گے۔“

عمران نے تم ایک جانب ٹالتے ہوئے کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا انکی طرف سے ایک بار پھر اسے بڑھا اور تہہ کر کے عجیب میں رکھتا ہوا ہولاہ بول کر اس کو دیا اور پھر وہ

جہاں تو میں ضرور مطلع کیجئے گا۔“

تقنات تقنیہ ۱۹۴۴ء میں ملکہ کے دور

اس کے جانے کے بعد کے بعد فرس نے کہا: "مجھے یقین نہیں کہ ایک آرام  
رہے گی۔"

مرفیضہ: تقریر

مریضین تو مجھے بھی نہیں ہے۔۔۔ بے بی!“ عمران کراہ کر لپٹتا ہوا ہوللا۔

کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ نرس پیچ سیلیمان کا ہاتھ جھلے کہیں  
رہ چلا گئی تھی۔

عراق سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرح فیڈ سے کھسکائے۔ اسکی موجودگی ہے۔

۱۔ بیان کر علی جامہ سینا تا قریب قریب نام لکھ کر تھا سو اس کے زیر پر تھا۔

معاملات اچھے حار سے ہوتے۔ وہ کوڑا ہوتا، وہ شہنشاہ جسم، نہ بڑا کڑا، نہ چھوٹا کڑا۔

رکھا تھا احم نے ڈاکٹر دھارم سنگھ کو فوض حاکم کے روئے کار کے بارے میں

جیو ریا تھا۔ بس کے دائرہ دھاتی پر بورک کے مڑھی تلے سے پر وپیلیہ سے لی اسلیم بنانی

عالم باطنی کے لئے جو فیضیہ چاق و چوبند باقوی کارڈ کی خدمت سے عمران کو

کرمے۔ اور اصل مقصد کہ نقابی عمران کا قتل۔ وہ سویتا رہا اور پورہ ہوتا رہا۔ پھر

مہال آیا کہ اس کے باب کا متعین کردہ ایک آدمی بھی غفلت کے اس پاس ہی سرحد پر گلا ہو سکتا ہے کہ رات کو بھی نگراں جاری رہے۔ ایسی صورت میں وہ کیا کر سکے گا۔  
 مگر کسی دربار میں پھر کسے میں داپس آنے کی کھینچ ہی دالی تھی کہ عمران اعظمی اسے گھورتا ہوا سخت پیسے میں بولا یہ میں کہتا ہوں۔ کیا تمہارے وہ دل کا پانی باقی ہی رہ گیا ہے؟  
 فرس ہکا بکا رہ گئی!

”جی۔ میں نہیں بھی۔“

”ارے تم یہاں کیلے رہو گی دوسروؤں کے ساتھ۔“

”م۔ میری ڈیوٹی ہے جناب۔“

”جہنم کی ڈیوٹی۔ آخر شرافت بھی تو کئی چیز ہے۔ چلو بھی رہا تھا رات کو بات نہیں۔ لیکن یہ ترس کا پیشہ۔ لاجل ولاقہ۔“

”آپ پتہ نہیں کسی بائیں کرسے ہیں۔“

”بائیں کر رہا ہوں۔ ارے نون کے آئندہ دو رہا ہوں۔ یہ جی ہے تو کم درگت ہو بیٹیاں انعاموں کی ہر چہ کی کئی چیز ہی ہیں۔ زمین نہیں بیٹھی۔ آسمان نہیں ٹوٹ پڑتا۔“  
 مگر جبکہ عمران نے چلنے نہ چاہی تو دوسرے کے انداز میں کچھ ایسا نہ بولا کہ ترس بھی کھڑی ہو رہا ہو۔ ”تو شاید نون پر کسی کے ٹھٹھا نیل کر کے پھینکے کہ وہ اس میں کسی قیمت پر نہیں ڈر سکے گی خواہ کچھ ہو جائے۔ خواہ استغنیٰ ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔“

”اور پھر اپنا فلک بیک سنبھالنی کھٹ کھٹ کرتی پہل ہی لگی تھی۔“  
 عمران اب چپت کیا اس طرح چپت کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔  
 کلاک نے رات کے بارہ بجائے اور منہ پر سے لمحات ہٹا کر اٹھ بیٹھا۔ سیماں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا۔

اب عمران ٹورینگ لٹک لٹک کے سلسلے نظر آیا۔ لباس تبدیل کر رہا تھا۔ بائیں ہاتھ

میں شدید تکلیف کے باوجود بھی اس نے کسی دیکھی طرح چرچے کا جبکہ پہنا اپنیوں کی جیب میں یہی طور ڈال کر آئیے پر انور دلی نظر آتا ہوا چرخ یا یہ اچھا قبلہ والد صاحب اب دیکھو گا کہ آپ کے شکاری کتنے کس طرح ہوسکتے ہیں۔



وہ لباس تبدیل کر رہا تھا لیکن گھڑی پر نظر ڈال کر پھر کچھ دیر تک وہیں غاموش کھڑا رہا۔

ٹھیک صابروہ نے دو عمارت کے حقیقی زیٹے کے کہہ کر بچے جا رہا تھا لیکن عقبی زیٹے استعمال کرنے کا یہ مطلب بزرگ نہیں تھا کہ وہ انہیں محض کہتے تھا اس میں وہی بیٹے نے اتنے احمق مت بن سکتے تھے کہ انہیں نظر انداز کر دیتے۔ اسی کے انداز کے کے مطابق عمران کرنے والے حقیقی گل میں بھی ہو سکتے تھے۔

چیلے زینہ پر رک کر وہ بائیں جانب والی دروازے سے ٹھیک گیا اگلی سسٹن ان ٹری تھی۔۔۔ غمزدن اور دیران۔ اس وقت تو کتے بھی نہیں بھونک رہے تھے۔ عمران نے ٹیڈی ڈرائل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ بجکر چھپس منٹ ہوئے تھے وہ اُسی طرح دیوار سے پیٹا کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد کسی ذنی گلائی کے انجن کی آواز سنائی دی اور ایک بڑا سا ٹرک ٹرین کے دروازے کے قریب ہی آگیا۔ اسکا پچھلا حصہ دروازے سے صرف دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر رہا ہو گا۔ اگلی سیٹ سے دعا دی تو اسے تھے اور کوئی چیز نیچے گاری گئی تھی۔۔۔ اور پھر جب دوبارہ انجن اشارت کرنے کی آواز آئی تو عمران ٹری پھرتی سے آگے بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے ہی وہ ٹرک کے پچھلے حصے میں تھا۔

ٹھنڈا گوشت تھا تو میں چپک کر رہ گیا! گوشت کا یہ ٹرک بردات عقبی گل وال گوشت کی دوکان کے نیلے گوشت آنا داکرتا تھا... عمران کو حمل تھا کہ وہ روزانہ ایک غصہ من وقت پر وہاں پہنچتا ہے۔

وہ بڑی سردرات تھی... اور پھر کھل نھا اور نیچے ٹھنڈے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے۔ عمران کو ایسا غصہ کہ سہمہا تھا جسے اس کی سانبیں تک سمجھ نہ کر رہ جاتی تھیں۔

ٹرک شہر کی سسٹان سڑکوں پر دوڑتا رہا۔ عمران نہیں جانتا تھا کہ وہ اب کہاں رکے گا۔ ویسے گوشت کی خاصی بڑی مقدار اب بھی ٹرک میں موجود تھی جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اب بھی کئی دکانوں پر رکے گا۔

بہر حال کچھ دیر بعد اس کا خیال صحیح نکلا۔ جیسے ہی ایک نئی سٹی لگی میں مڑنے کے لئے رتا رہا، وہ جی ہونی وہ نیچے کود پڑا۔

ٹرک گلی میں داخل ہو کر ایک جگہ ٹرک گیا تھا۔ عمران سڑک ہی پر کھڑا رہا۔ جگہ سے اس نے اندازہ لگا دیا کہ وہ آتش منزل یہاں سے تقریباً سات میل دور ہو گی۔ پھر اب کیا کیا جائے۔ ٹرک سسٹان پڑی تھی۔ اس وقت یہاں ٹیکسی ملنا بھی محال تھا۔

سردی سے دانت بچھنے لگے تھے اور دانت اس وقت بچھتے ہیں جب اعصاب قابو ہیں نہ ہوں ظاہر ہے ایسی صورت میں وہ کس طرح کارآمد ہو سکتا ہے۔ کالعدم ٹیکس اس کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

انتے میں ایک چائے دان نظر آیا جو سمار اور برتنوں کی چھائی میں لٹکائے گلی میں غلجہ ہو رہا تھا۔

”مشمش۔ اے چائے“ وہ نے عمران نے اسے آواز دی۔

وہ مڑا اور مردہ سی جال چلتا ہوا قریب آیا۔ غالباً اسے اب ٹیکس کی توقع نہیں تھی اور وہ لحاف کے خیال میں مگن تھا۔

”ایک کپ چائے۔“ عمران نے کہا۔ اور اس نے سمار زمین پر رکھ رکھا جان سے کپ اور سمار نکالا۔ پھر سمار کو ٹرفی کھول کر چائے انڈیل اور کپ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا: ”نچھٹ ہے جناب! شاہا جیجی دہوہ مگر یہ سردی! رات نہیں کھائے پھٹوڑی ہے؟“

”کس۔۔۔ سردی ہی تو۔“ عمران نے جھلجھلکے بغیر پانی سفینال لی۔ پھر وہ تین گھنٹے کے بولا: ”یہاں کہیں آس پاس فون بھی ہوگا؟“

”جی کیوں نہیں بہت ہیں۔“

”لیکن اتنی رات کئے۔ شاید ہی کوئی فون کر سکے دے؟“ عمران نے کہا۔

”ہو سکتا ہے جناب؟“ وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر ضرورتی چیز خانہ ہے تو... اُسکا دفتر مگر کھلا رہتا ہے؟“

”اؤہ۔۔۔ ہاں! اب عمران کو بھی یاد آیا کہ یہاں ایک زچہ خانہ بھی ہے۔ اس نے جلدی سے چائے تھم کی اور اسے جیسے دوتا ہوا بتایا: ”ہوئی دست مل پڑا۔“

زچہ خانہ کا دفتر کھلا ہوا تھا۔ فون کر کے بھی احاطہ نہ مل سکی۔ کلرک کے گفتگو کرنے وقت بھی اس نے ایس ٹریک کی سی پیس پھنسی آواز بن نکالی تھیں اور اب بلیک نیرو سے فون پر بھی اسی آواز بن گفتگو کر رہا تھا۔ محض اس نے کلرک کے سامنے اپنا نام نہ لیا پڑے۔ وہ بلیک نیرو سے کہہ رہا تھا۔ ”نظام کو رکھ کر وہ خانہ کے سامنے دین بھیجیو۔ نہیں تم خود ہی ڈیڑھ گھنٹہ تو بہتر ہے۔“ فون۔ تیز دھناری سے آؤ۔

رہیو یہ رکھ کر اس نے کلرک سے کہا: ”اگر میں یہاں بیٹھ کر اپنی گاڑی کا انتظار کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟“

”جی نہیں۔“ قطعی نہیں۔“ کلرک نے کہا۔

مشکور۔ "عمران نے بیٹھے ہوئے حبیب سے جو کلمہ کا پکیٹ نکالا اور اُسے  
 بھی پیش کیا جو زبردستی کی ہستی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔  
 تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔  
 بلیک زیرو پھر بھی سی سپاہ رنگ کی دینی رہا تھا، عمران نے ایک بار پھر کلرک کا  
 شکریہ ادا کیا اور دین میں جا بیٹھا اور وہ حرکت میں آگئی۔  
 "آپ کے زخم کا کیا حال ہے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔  
 "آج ہی وہ بارہ آپریشن ہو چکا۔"  
 "اور آپ اس طرح...؟"  
 "اوندہ۔ کیا فرق پڑتا ہے؟" عمران نے کہا چند لمحوں میں ہمارے ربا پھر بولا، "اُس  
 حمل یغینٹ نے کیا تیار کیا۔"  
 "وہ تو کچھ بولتا ہی نہیں، گونگا ہو گیا ہے۔"  
 "اگے سے جو رقم نکلتی ہے۔"  
 "اگر آپ نے حکم دیا تو ہاتھ...؟"  
 "تشریف رکھ کر لے۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔  
 بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔  
 تقریباً دیننگ خاموشی نہ رہی۔ پھر اس نے کہا، "مصدقہ اطلاع دی تھی کہ کئی  
 مشتبہ آدمی آپ کے عیث سے آس پاس دیکھے گئے ہیں، اس کا خیال ہے کہ عمران  
 کرنے والے باقاعدہ طور پر ڈیوٹی شیاں بدلی رہے ہیں۔"  
 "مجھے علم ہے۔"  
 "کون ہیں وہ؟"  
 "کیا خبر دینا ہے۔"

"کیوں؟"  
 "بالکل کسی وجہ کے سے انداز میں پوچھا تھا تم نے۔ کون ہیں وہ۔ ارے  
 ان کے علاوہ اور کون ہوں گے جو کچھ پرکھنا چاہتے کر چکے ہیں۔ اور پھر ایک  
 زبردست قبیلہ صاحب کا متنبی کر رہے ہیں جو کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ سرے  
 پریشانی کے بعد میں صرف آرام کروں؟"  
 "درمیری داستان میں میں ان کا خیال درست ہے؟"  
 "در شانہ تم باپ کے مسئلے سے عروم ہو چکے ہو۔"  
 "جی ہاں۔ یہی بات۔" اس نے کہا اور منہ پڑا۔  
 "اسی لئے منہ بھی رہے ہو۔"  
 کچھ دیر تک پھر خاموشی رہی۔ دین تیزی سے شہر کی جانب جاری تھی۔ سڑکیں  
 انسان بڑی تھیں، کبھی کبھی ایک آدمی ٹرک قریب سے گذر جاتا۔  
 "میں نے جویا کو فون پر نہ ٹالنا شروع کر دی تھی، بلیک زیرو نے کہا۔ لیکن وہ رو  
 رہی تھی۔ پچھلیاں صاف سنی تھیں میں نے۔ وہ پوچھ رہی تھی کہ کیا وہ اپنا ہی بھی  
 رشتہ کر چکی ہے اس کے علاوہ بات۔ میں نے کہا کہ یہ بات ہے۔ ارے جناب  
 تو متعجب رہتے ہو، آدھ تھی۔ میں کہا کہ اُس صورت میں اُسے کوئی مار دی  
 مٹے گی۔"  
 عمران کچھ نہ بولا۔  
 کچھ دیر بعد دین دانش منزل کی کپا ڈیٹس داخل ہوا، چاروں طرف  
 دیر سے کی سکران تھی۔  
 "اب تم جا سکتے ہو۔" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔  
 "وہ ساؤنڈ پروف کرے میں بند ہے۔"

”اگر راور کوں ہے؟“

”کوئی جیس نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ اب جاؤ۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے غمنا چاہئے۔ آپ کا بازو بھی رخمی ہے۔“

”مشکر! سب ٹھیک ہے؛“ عمران نے خشک جیسے میں کہا۔ پھر وہ اپنے

کھانا دبا گیا یا نہیں۔

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”شاید اسی طرح اگلے دن سے؟“

”اُس نے جھٹلاتے ہوئے جیسے میں کہا۔ اور اگلے بڑھ گیا۔

عمار ت میں داخل ہو کر اُس کے رشتہ کی اور ایک ایسے کر کے میں آیا۔

جہاں میکہ آپ کا سامان دہشتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک صحت مند بوٹھے کی شکل اختیار کر چکا تھا! موٹھس اتنی گھنی نہیں کہ وہ نہ چپ گیا تھا۔ آنکھوں پر ایسی جببک لگائی جس سے آنکھوں کی ساخت دیکھنے والے کی سمجھ میں نہ آ سکے۔

پھر وہ کہیں میں آیا۔ یہاں ڈالوں میں پکڑے کھانے کی چیزیں موجود تھیں۔ چلو کا چر لہا کھول کر وہ ایک اندے سے فرنی کئے۔ خشک روٹی کے کچھ ٹوٹے سینکے اور سب کچھ ٹرائی پر رکھ کر ساؤنڈ پر روت کر کے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹرائی باہر ہی رہنے دی۔ اور وہ دروازہ کھول کر اسے آہستگی اندر داخل ہوا۔ قیدی سامنے والے صوفے پر سیر کر رہے پڑا اونکھ رہا تھا۔ عمران پھر دایرہ اور ٹرائی بھی اندر دھکیل لے گیا۔ اس بار اس طرح دروازہ بند کیا کہ اُس کے علاوہ

اور کوئی نہ کھول سکے۔

اب وہ چند آواز میں کھارا اور قیدی اچھل پڑا۔

”کچھ کھائینے۔ جناب۔“ عمران نے بڑے ادب سے کہا

”قیدی کچھ نہ بولا۔ صرف اسے گھورتا رہا۔“

”فی الحال۔“ جو کچھ حاضر ہے کھائے۔ صبح جو کچھ آپ فرمائیں گے خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔“

قیدی اُسے گھورتا ہی رہا۔ اس کی آنکھوں سے بے یقینی مترشح تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے یہ پڑتاؤ اس کے لئے غیر متوقع رہا ہو۔

پھر عمران ٹرائی اس کے قریب لیت چلا گیا۔ خود ہی اندے کے سبب بڑھ بندے اور ساروٹین کے بین کھن کر ایک بڑی سی ٹیٹ میں محال دیئے۔

”کھائے تا۔“ عمران نے نرم جیسے میں کہا۔

”تم۔۔۔ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ قیدی نے غصہ طری میر

بند کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔

حسب اس کے کھانا شروع کر دیا تو وہ بول نہ پجے جی! افسوس ہے کہ اس وقت

آپ کے لئے نرم دلی نہ تھا کہ سکوں گا۔“

”کوئی بات نہیں۔“ قیدی نے کہا اور ساروٹین پر بوٹ پڑا۔

عمران اسے غلکار آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد قیدی نے سر اٹھا کر کہا۔ ”غصی میں تمہیں نے غصہ لگائی کہاں ہوتے ہیں؟“

”غصی!۔“ عمران نے حیرت سے دہرایا۔

”دیکھو! کیا تمہارا تعلق غصی سے نہیں ہے؟“

”جی نہیں۔ تعجب نہیں۔ یہ تو کچھ بد معاش قسم کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔“  
”کوئی لوگ تھپڑی لے پوچھا

”دوسری لوگ جنہوں نے تجھے یہاں رہتے پر مجبور کر رکھا ہے۔“ عمران نے  
دروناک لہجے میں کہا۔ میں بھی قیدی ہوں۔ یہاں قید کبے جیسے حالوں کی دیکھ  
بھال کرنا ہوں۔“

”کیا نکل جھانسنے کی کوئی صورت نہیں؟“  
”آپ محنت کیا ڈنڈ میں نکل سکتے ہیں۔ کیا ڈنڈ سے باہر قدم رکھا اور کسی  
جانب سے ایک گولی آئی اور کھوڑی میں سوراخ ہو گیا؟“

”یہ کیسے معلوم کرنا نہیں؟“  
”دوسری لوگ کہتے ہیں! عمران نے غصہ کی سانسیں لے کر کہا۔“ کہتے ہیں کبھی  
کیا ڈنڈ سے باہر قدم نکال کر دیکھو۔“

”مگر تمہیں پکڑا کیوں تھا؟“  
”صاحب! اچھا صلا سڑک پر چلا حیار ہا تھا۔ وہ آدمیوں نے آکڑا لایا۔ کبے کہا  
کہ تم میری جیب کاٹ کر لے گئے ہو۔ دو مہرے نے میری جیب میں ہاتھ ڈال  
کر ایک برس مکالا مجبور نہیں تھا۔ پھر زبردستی کھینٹتے ہوئے میرے قتلے  
اور قتلے کی بجائے یہاں لاپسنا یا۔ میرے بچے، نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے  
عمران خاموش ہو کر سسکیاں لینے لگا۔

”ادھو۔ چپ رہو۔ چپ رہو! قیدی نے اسے دلا س دیا۔

”کب تک چپ رہوں۔ کہاں تک چپ رہوں؟“

”واقعی تم پر برا ظلم ہوا ہے۔ اس وقت اس عمارت میں کتنے آدمی ہیں؟“  
”کوئی بھی نہیں۔“

”دکال ہے! قیدی نے حیرت سے کہا۔ اور اس کے باوجود بھی تم خود کو قیدی  
کہتے ہو۔“

”مجبور ہوں۔ اگر کیا ڈنڈ کے باہر کسی اندکیسی داخل کی گولی!“  
”چھوڑو۔“ قیدی ہاتھ ہلا کر دوا بد بخیرہ کئے بغیر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایسا  
ہی جانتا ہے؟“

”تجربے کی محنت نہیں رکھتا جناب۔ وہ لوگ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں کہ  
کے کہیں گے کہ گزریں گے؟“  
”تم باہر جانا چاہتے ہو۔“

”کیوں نہیں۔ میرے بال بچے۔“  
”میری مدد کرو۔ میں تمہیں باہر لے چلوں گا۔“  
”میں تیار ہوں جناب۔“

”یہاں کوئی گاڑی بھی ہوگی۔“  
”تمہیں تین گاڑیاں ہیں گراج میں اور ان کی نیکیاں بھی بھری ہوئی؟“  
”سزا بخشنے تو مقفل ہوں گے۔ قیدی بڑبڑایا۔“ ”ادھ۔ پر وہ نہیں...“  
”جن کو غیر مقفل کر سوں گا۔ بس تم جلدی سے تیار ہو جاؤ!“  
”تیار کیسی جناب۔ کیا میں نے کوئی دولت اکٹھی کر رکھی ہے بس یونہی  
چلوں گا۔ لیکن گولی۔“

”چلو اٹھو۔ تجھے باہر لے چلو۔“ اجنبی کہا نا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

”صحن۔ صاحب پھر سوچا بیٹھے۔“

”بڑے بزدل ہو۔ بڑے مبالغہ۔ اتنی عمر گزار چکے گے باوجود بھی زندگی  
آنا بیا رہا اور کھو۔ صرف وہی لوگ اس طرح مار لئے جاتے۔ ہر موت سے



”اطمینان سے بتاؤں گا“ قیدی نے کہا۔

”آؤ۔“ وہ سہرا آؤی راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹتا ہوا ہوا۔

وہ دونوں جھوپڑے میں داخل ہوئے۔ اور عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہاں

کچھ خجکات کا کوئی رکھالا رہتا ہے۔ کچھ اسی تسک ساکان وہاں نظر آیا تھا۔

جھوپڑے کا کین صورت سے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پیشانی پر

نفلوں کے نشانات تھے۔ جسم کی بناوٹ تیار ہی تھی کہ کوئی غنت کا عادی ہے

نفلوں سے سخت گیری بھی عیاں تھی۔ قیدی کو مسلسل گھورے جا رہا تھا۔

قیدی نے جلدی جلدی اپنی داستان دہرائی اور پھر اشتباہ نظروں سے

گزر کر طرف دیکھا چند لمحے گھورنا رہا۔۔۔ پھر بولا: ”کیا تم مجھے اس عمارت تک

لے آؤ گے؟“

”میں۔۔۔ حق نہیں جناب۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے نہ تو وہاں

ہے۔۔۔“ اس نے قید سے میرے ہوش بجاتے اور نہ وہاں سے رہائی کے وقت۔۔۔

”تم۔۔۔“ وہ قیدی کی طرف مڑا۔

”میرا خیال ہے اب شاید میں بھی وہاں تک نہ پہنچ سکوں“

”بھول۔ اچھا۔“ اس نے غریب سانس لی اور بولا: ”میں خود اس سلسلے میں کچھ

دکھ سکوں گا۔ ہاں۔ تم نے وہ گاڑی کہاں چھوڑی ہے؟“

”مڑک پر۔“

”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں!“

”قیدی عمران کی طرف دیکھ کر بولا: ”چلو!“

”مجھ پر رحم کرو۔“ عمران ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑایا ”مجھ میں اب چلنے کی سکت

نہیں رہ گئی!“

اندھیرے کے سوا اور کچھ نہ دکھائی دیا۔

”آؤ۔“ قیدی نے دروازہ کھول کر نیچے اتار دیا ہوا بولہ تھوڑی دیر آرام کر رہا۔

”وہ تو سہرا لیا بھی ہو سکتا ہے۔“ عمران نے سوچا۔

”وہ بھی نیچے اترا یا۔“

”قیدی کچھ رہا تھا اب اس گاڑی میں سفر کرنا مناسب نہ ہو گا۔“

”کیوں؟“ عمران نے پوچھا ”بھولے ہوئے ہیں میں۔“

”عقل کے صاف ہو جائے۔ اگر فی الحال کچھ نہ کر لیں تو تم یہ کچھ

ہو کہ بچے کی رہیں گے؟“

عمران کچھ نہ بولا۔ قیدی اس کا ہاتھ بازو پکڑے اسے آگے بڑھا رہا تھا۔

”ایک دیر لے رہے ہیں رستے اور یہ راستہ جس پر چل رہے تھے۔ ہمارا بیٹا سکو گے!“

”میں تھا اور اس کی دونوں جانب چھاؤں کے سلسلے تھے۔“

”نیچے دیکھ کر چلنا“ قیدی اس سے کہہ رہا تھا ”درت باخیز تیر توڑ دیوڑکے“

”در میں تھا چھاؤں“ عمران نے جھپٹائی ”آواز میں جواب دیا۔“

”نقربا پندہ یا جس منٹ تک چلتے۔ چلتے کے بعد وہ ایک جھوپڑے کے

سامنے نہ گئے۔ اندر روشنی تھی! قیدی نے کسی کا نام لے کر نکارا۔ دروازے

پر سے ٹپٹپٹایا گیا اور کوئی سامنے آید۔ روشنی اس کی پشت پر تھی اس کے لئے چہرہ

دکھائی نہ دیا۔

”تو کوں ہے؟“ اس نے غرائی ہوئی کسی آواز میں پوچھا۔

”سکس تھی نہ تھی۔“ قیدی نے جواب دیا۔

”دقت قیدی کے چہرے پر ٹپٹپٹ کی روشنی پڑی اور کہا گیا: ”ٹھیک ہے

وہ ہر کوں ہے؟“



بھرنی پڑی کے کہیں نے اسے تیز نظروں سے گھورا لیکن کچھ نہ نہیں تبدیلی نے  
عمران سے کہا: ”اچھا تم میں سے تنگ کر دو“

وہ چلے گئے اور عمران ان کے قدموں کی دھڑکتی ہوئی چابیوں سے تیز نظروں  
سے بھرنی پڑے کا جائزہ لے رہے رہے۔ اسے اطمینان تھا کہ کار کے خبر سے وہ کچھ  
بھی معلوم نہ کر سکیں گے کیونکہ حاش منزل سے تعلق رکھنے والی ساری ہی گاڑیوں  
کے نمبر چل تھے اور ان کا اندراج کہیں بھی نہیں تھا۔

ہر ذات کو یہ چاہئے تھا کہ موت سے فائدہ اٹھا کر عمران بھرنی پڑے کی تلاش ہی کی  
ڈان لیکن اس نے اسے مناسب نہ سمجھا اس کے سوچا ممکن ہے اس پاپس کوئی  
اور بھی موجود ہو۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا بیٹھا بھی نہیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس آئے۔ شاید تیز چلے گئے؛ کیونکہ دونوں ہی دایہ  
رہے تھے۔

”اوہ ہو۔ تم اب تک کھڑے ہو؟“ قیدی نے عمران سے کہا۔ ”میں رات میں  
بسر کرتی پڑے گی۔“ جس نے قیدی کے ہاتھ سے گھر بیچا دیں گے  
”تم کہاں رہتے ہو؟“ وہ سر سے آدمی نے پوچھا۔

عمران نے آدمی کے کسی بھی معلوم ہمارے کا نام بتایا۔ لیکن وہ عکس  
کر رہا تھا کہ غائب اب بھی اسے شبی کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔

پہاں کے بستر پر وہ لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد اچانک کچھ چراغ بھی بجھا دیا۔ عمران اس  
دم سادے چارہ۔ کچھ دیر بعد چراغ بھی بجھا دیا۔ لیکن اس کے حواس غمزدہ پوری  
طرح بیدار تھے۔ قیدی نے اسے مخاطب کر کے پوچھا بھی تھا کہ کیا وہ سو گیا ہیں؟  
کے خڑائے پر دستور جاری رہے!

پھر کچھ ہی دیر بعد اس نے دونوں کی کھسک سے لیکن باتیں سمجھیں۔

وہ کان اُدھر ہی لگائے رہا۔ اب وہ صرف ایک ہی اور دفعہ قسم کی آزمائش رہا تھا جو  
اس بھرنی پڑے کے کہیں ہی کی ہو سکتی تھی۔ انہماکیا یہی تھا جسے ٹرانسپیر کی بنیاد  
نشر کیا جا رہا ہو لیکن جو کچھ بھی کیا جا رہا تھا معمول قسم کے کوڑو و گڑباز میں کہا جا رہا تھا۔  
اس نے مغفوم سمجھ میں نہ آ سکا!

عمران خود کو کسی نے وقت سے تیار کرنے لگا۔  
”اوہو ریشہ آل نہ کہہ کر وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ اور دونوں میں پھر سرگوشیاں  
ہونے لگیں۔“

عمران نے پہلوں کی جیب میں پڑا ہڑاڑ اور ڈھولکا... اور پھر اس طرح  
پڑاڑنے لگا جیسے بعض لوگ سوئے میں پڑ جاتے ہیں۔  
قیدی نے اسے آزمائشی اور جواب دہا کر بیٹھنے لگا۔

”بھائی! یہ سوئے ہوئے کہا۔ عمران کے غور سے پھر شروع ہو گئے تھے۔  
”حیرت ہے“ کچھ دیر بعد اُس آدمی نے کہا۔ ”ابھی بالکل سفید ہے۔ لیکن  
سر کے بال۔“ شاید سر میں ایک بھی سفید بال نہ تھے۔

اب تو عمران کو یقین ہو گیا کہ تعلق کھٹنے میں دیر نہ لگے گی۔ اس نے داخل منزل  
کی ہو کچھ بھی کیا تھا بہت جلدی میں کیا تھا؛ جیسے بدستے وقت صرف یہ بات ذہن  
میں تھی کہ وہ قیدی کی جہادیاں حاصل کر کے اس سے اس کے متعلق کچھ نہ  
معلوم کرنے کا اور اس کے ساتھ نکل جانے کی تجویز تو اس سے گفتگو کرتے وقت  
ان لوگوں کے کسی نہ کسی ٹھکانے سے بھی واقف ہو جانے کا۔ اگر یہ اس کی پہلی  
جہاد سے ذہن میں ہوتی تو میک اپ کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہو جاتا۔

بہر حال اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب تو بچاؤ کی کوئی صورت پیدا کرنی تھی۔ ہر ممکن

تھا کہ طرہ اسٹیٹ پر زور رکھے جانے والے پیغام میں بھی اس نے اسی کے متعلق کسی کو  
 کچھ بتایا ہو اور اپنے شبہات کا بھی اظہار کر دیا ہو۔  
 قوری طور پر کوئی تدبیر نہ بن چکی اور تنہا تقدیر یہ دستور خروٹے لیٹا رہا۔  
 اور پھر اسے پردہ کا بھی حق۔ وہ تو بے خطر آگ میں کود پڑنے کا قائل تھا اور یہ بعد  
 میں سوچنا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ اور فی الحال کچھ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا  
 ہونا تھا کیونکہ جس مقصد کے حصول کے لئے یہ ملک وود کی حق اس کا اچھی دودرو۔  
 ایک چتر نہیں تھا۔

دفترا وہ انہیں پڑا۔ غائبانہ کے قریب ہی فائربس تھا اور ایک کرنل اس  
 سچ اندھیرے میں گونجی تھی۔ پھر پھر پھر کے کمپن کی گرج سنائی دی۔ ٹمبر ماروڑے  
 تم اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا اور دھماکہ کی ہوشیاری میں بھی سوراخ ہو جائے گا۔  
 عمران اپنے صحن سے ڈی ڈی سی آواز میں کانٹنے لگا۔ ویسے جیسے بدحواس  
 بھی نکل آیا تھا۔ اب پوری بات اس کی سمجھ میں آئی۔ قیدی ہلاک کر دیا تھا۔  
 غائبانہ اسٹیٹ پر اس نے صرف پیغام نشر نہیں کیا تھا بلکہ اس کا جوابی بیڈا ووسل میں  
 کی تھا جس کے مطابق قیدی کو کھلانے ہی لگا دیا تھا اور خود اس کا مسئلہ ابھی شائد  
 زیرِ مرقع تھا۔

”دہنڈاؤ کم کون ہو۔“ اندھیرے میں پھر آواز گونجی۔

”م۔ میں۔ یہی کہیں۔“ عمران بھلا ہوا۔

”ہاں۔ تم۔“

”جی ہاں۔۔۔ تقدق حسین خیر انبلاوی ہوں!“

”بکواس نہ کرو۔“ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔“

”یقین نہ ہو تو وہ شعر سن لیجئے جو ابھی ابھی سونامی۔ زبان کا شعر ہے۔“

کل افکار میں بیٹھے تھے تم  
 ”ہاں ہاں کوئی بات بناؤ۔“

”شاید تم بھی اسی طرح مڑنا چاہتے ہو۔“ وہ غریبا۔

عمران پناہ آواز نہ دیا۔ پھر ان کے اس کا کام تمام کر دینا۔ لیکن اس نے  
 اتنی حسرت اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ پھر تارکیوں میں جھٹکتا رہ جاتا۔ پہلے ایک  
 آدمی ہاتھ لگا جس کے توسط سے مجرم باجرسوں تک پہنچنے کی توقع تھی لیکن اب شاید  
 اس کی لاش ہی وہاں اندھیرے میں موجود تھی۔ اور اب دوسرا آدمی یعنی اس قیدی  
 کا قاتل گرفت میں تھا اور وہ یقینی طور پر کوئی اہم آدمی تھا ورنہ اس اقدام کی جرأت  
 بزرگوں نہ کرتا۔

”بتاؤ تم کون ہو۔ اور اسے کس عمارت میں قید کیا گیا تھا؟ وہ پھر دباڑا۔“

”میں اپنا نام اور تھیں آپ کو بتا چکا ہوں۔“ اس نے لاشعری شیش کر دیا۔  
 رہ گئی وہ عمارت تو وہ اس جھوپڑے سے بہر حال بہتر تھی۔ شاہین شاہین تو نہیں  
 سنی پڑتی تھی؟

”شاید تم سچ ہی مڑنا چاہتے ہو۔“

”مجھے اندھیرے میں ڈارنا۔“ عمران گھٹکیا یا یہ چراغ جلاؤ تو بہتر ہے۔

”اندھیرے میں مرتے وقت دم گھٹنے لگا ہے اور بڑی الجھن ہوئی ہے۔“

”کیوں شامت آئی ہے؟“

”اندھیرے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ چراغ جلاؤ۔ پھر کوچہ میں پھر گئے

”ہاں۔“

”اچھا ٹھہرو۔“

عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ انہیں جیب میں ڈال لیا تھا۔۔۔ اور اہستہ آہستہ

اٹھ رہا تھا۔

اُدھر جیسے ہی اس نے دیاسلانی گھینپی اور روشنی ہوئی عمران نے اپنے زور کی پروا کئے بغیر اس پر جھلٹا لگا دیا۔ مقابلہ اس کے لئے فطرتاً ہی نہیں تھا۔ اس لئے اسے سنبھالنے کی مہلت نہ مل سکی۔ روٹھ کر گر کر اور عمران اسے دبوچ بیٹھا۔

چراغ جل نہیں سکا تھا۔ دیاسلانی اس کے ہاتھ ہی میں جکڑ گئی تھی۔ اور اب وہ عمران کے نیچے دبایا ہوا اسے اچھال بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُدھر عمران کی کوشش فیل کر کسی طرح وہ آسانی سے قابو میں آجائے۔ ایسی جدوجہد کے دوران میں اُس کے سر کے بال عمران کی گرفت میں آئے۔ اس نے انہیں سختی سے مٹتی میں جکڑ لیا اور دھڑا دھڑا اس کا سر زمین سے ٹکراتے لگا۔ گھٹکی گھٹکی سی جھینپ اندھیرے میں گونجتی رہی اور وہ آہستہ آہستہ سُست ہوتا گیا۔ پھر بالکل ہی بیچس و حرکت ہو گیا۔

عمران نے اس پر چڑھے چڑھے ہی ٹٹول کر دیاسلانی کی ڈیرہ تلاش کی اور ایک تینل جلا کر اس کا جائزہ لیا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔

حسب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ وہ واقعی بیوقوف ہے تو عمران اسے چھوڑ کر بھاگ گیا، اور چراغ روشن کر کے قیدی پر نظر ڈالی جو زمین پر اوندھا پڑا تھا گولی اس کی کندھ پر پڑی گئی تھی۔

اُس پاس خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ مختصر سی تلاشی کے بعد عمران نے عدد و دائرہ عمل والا ٹرانسمیٹر برآمد کر لیا جو بیٹری سے چلتا تھا۔

پھر اس نے یہی مشابہ سمجھا کہ بیہوش آدمی کو چھوڑے سے شام کی تلاشی کے دوران میں ایک ٹاپرچ بھی ہاتھ لگ تھی۔

اُس نے بیہوش آدمی کے ہاتھ اور سر پر باندھے خود اس کے بازو کا زخم کھری طرح دیکھ رہا تھا۔ اس کے باوجود بھی اس نے کسی نہ کسی طرح بیہوش آدمی کو پشت پر لاد کر قیدی جھانپوں میں پیچھا دیا اور خود بھی ایک جانب دھک رہا۔ اُسے یقین تھا کہ کوئی دکانی وہاں حشد آئے گا۔ چونکہ وہاں سے برآمد ہونے والا ٹرانسمیٹر بیٹری میں مل کے اندر باندھے ہی کارآمد ہو سکتا تھا اس لئے اس پر جیسے جیسے وہ بے پیغام کامیابی مطلب ہو سکتا تھا کہ اس کے قریب ہی کے کسی آدمی کو حالات سے مطلع کیا ہے۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی۔ اُدھر اس کا قیدی بھی کسمانے لگا۔ حلق سے آوازیں بھی نکالی تھیں۔ شاید وہ پوری طرح ہوش میں آچکا تھا۔ عمران نے اُس کے شانے پر رپڑ اور کی نال رکھ کر تھوڑا سا زور دھرت کرتے ہوئے کہا میسج چاہ پڑے رہو بیٹھے... اگر ملکی سی آواز بھی نکالی تو سائیکسٹر لگا ہوا گھنٹوں نہیں جیسے کے لئے خاموش کر دے گا۔

پھر وہ ساکت ہی ہو گیا۔ عمران چھوڑے سے نکلے وقت دو کبل لانا نہیں بھولا تھا۔ ایک خود اس کے استعمال میں تھا اور دوسرا اس نے اپنے قبضے میں ڈال دیا تھا۔

دوبیں کہاں ہوں؟ قیدی نے کچھ دیر بعد مصلحت سے آوازیں پوچھا۔  
”بھوپڑے سے تھوڑے ہی فاصلے پر جھانپوں میں؟“  
”کیوں؟“

”مجھے ان لوگوں کا انتظار ہے جنہیں تو نے ٹرانسمیٹر پر پیغام بھیجا تھا؟“  
”دکانی نہیں آئے گا۔ سبجے صرف حکم ملا تھا کہ اسے گولی مار کر قہر میں ڈالنا۔ کہوں؟“

”اچھا فرض کر دو تم نے مجھے گرفتار کر لیا۔ پھر؟“

”میں کچھ نہیں جانتا“

”تم آؤ گھر رہنا، مگر کے کرتے کیا؟“

”اُن کے دوسرے حکم کا منتظر رہتا“

”مکن کے۔!“

”میں نہیں جانتا“

”پچھے دی میں نے تمہارے ہی جیسے ایک قصّہ آدمی کے دونوں کان کاٹ دیئے تھے!“ عمران نے بڑے غصے سے کہا۔

”قیدی کچھ نہ بولا۔“



عمران بھی خوفزدہ ویرانک کچھ سوچتا رہا... پھر قیدی کے چہرے پر روشنی ڈالتا ہوا بولا، ”بنا منہ کھولو“

”لگ۔۔۔ کیوں؟“

”جلدی کرنا، عمران غریب۔“

قیدی نے ہمدی سے منہ کھول دیا اور عمران اس میں اپنا رد مال ٹھونسنے لگا اُس کا جسم متحرک تھا لیکن ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا تھا کیونکہ وہ بڑی طرح جکڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ پیر بانڈھے گئے تھے اور وہ بائیں کمرٹ پٹا پہن تھا۔

اب عمران پھر پیر پیر کے طرف متوجہ ہوا۔ وہاں سے برآمد ہونے والا ٹرانسمیٹر وہیں چھوڑ آیا تھا۔ پیٹ کے بل لیٹتا ہوا چھوٹیڑے میں بیچا۔ یہاں حالات بدستور تھے۔ ٹرانسمیٹر بائیں ہاتھ میں سنبال کر پھر اسی طرح واپس ہوا۔ دہننے ہاتھ

میں دیوار اور تھا۔

”قیدی کو جیسا چھوڑ کر گیا تھا اسی پوزیشن میں ملا۔ عمران نے اس کے چہرے پر ماریچ کی روشنی ڈالی اور اُس نے چند صبا کر آنکھیں بند کر لیں۔“

پھر عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔ ”سائیں سائیں“ کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

”کچھ دیر بعد کسی آدمی کی آواز ابھری یہ سکس غزنی ایٹ۔ سکس غزنی ایٹ ایٹ از سید کمار ٹر... سکس غزنی ایٹ... دسپ پانڈ... سکس غزنی ایٹ... ایٹ از سید کوارڈر۔!“

عمران نے پھر سوئچ آف کر دیا اور قیدی کے منہ سے رد مال کھینچتا ہوا بولا ”کیا یہ کال تمہارے لئے تھی؟“

”وہ کچھ نہ بولا... اور عمران نے اس کی ناک پر ہاتھ رکھ کر کسی قدمہ دبا ڈالا۔“

”یہ کیا کر رہے ہو۔“ قیدی کی گراہ کر چیخا۔

”وہاں وہاںے بڑا آواز کہاں سے نکلتی ہے۔“ عمران چہرہ کارہ اب اگر تم نے پورے میں دیر لگائی تو فکس کر دینے والے ٹین دباؤں گا۔ اور تم بولتے ہی چلے جاؤ گے۔“

”ذرا میرے ہاتھ کھول دو، پھر بتاؤں؟“ قیدی کسی ٹھٹھکنے سننے کی طرح غریبا۔ ”میں تو تمہیں دو ہاتھ بھی بنا سکتا ہوں۔ لیکن... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

”ہاں وہ کال میرے ہی لئے تھی پھر!“

”میں ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر لے جا ہوں۔ تم اپنے سید کو رٹے لگاتو کرو گے اور انہیں بناؤ گے کہ تم نے اپنے ساتھی کو مار ڈالا۔ اور مجھے عملیے بس

کر چکے ہوتے

”تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے“

عمران نے ریوڑ والوں کے دستے سے اُس کے گھٹنے پر ضرب لگائی اور منہ پر ہاتھ جما دیا۔

وہ چلنے لگایا لیکن کراہ کی آواز نہ نکلی سکی۔ کیونکہ منہ پر بھی عمران کی گرفت مضبوط تھی۔ اُس نے دوسرے گھٹنے پر بھی ضرب لگائی۔ پھر توبے تکان اُس کے دونوں گھٹنوں اور پٹلیوں کی ٹہریوں پر قیامت توڑنا رہا۔

کچھ دیر بعد جب اس نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹایا تو وہ دہل دہل سی سسکیاں لے رہا تھا۔ شاید اس پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

عمران نے تینوں کی جیب سے چیونٹوں کا پیکٹ نکالا۔ اور اُس میں سے ایک میں نکال کر منہ میں ڈال دیا۔

”چیونٹوں سے شوق کرو گے؟“ اس نے جبکہ کراس کے کان میں کہا۔ اس نے غریب الوطنی میں اس سے زیادہ خاطر نہ کر سکا گا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ چہرے میں وحشت ہوئی تھا۔ عمران نے ٹرانسٹیٹ کا سوچچ آن کر دیا لیکن آواز نہ کراجم نہیں چڑھایا۔ سکس تھری ایٹ کی پکاد بڑا برہم رہی تھی۔

اس بابا سکس نے سوچچ آن کے ٹرانسٹیٹ کو قیدی کے چہرے کے قریب رکھ دیا۔

رہبریم ڈانبل وال ٹھٹری دیکھ چار بج رہے تھے۔ جو کچھ بھی کرنا تھا۔ اجاہ پھیلنے سے قبل ہی کر گزرتا تھا۔ اب سوچچ آن کا قیدی کو اتنی سیدھی سی سے نماز نہ چاہئے تھا۔ اب تو اس کے بھی امکانات تھے کہ زبان بند رکھنے کے لئے

وہ ہوش میں آجائے گے یا جھجھکی ہوئی ہو کہ بے ہوش ہی پوز کرنا تھا۔

ٹھٹری دیر بعد اُسے دو تین پھینکیں آئیں اور وہ آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔  
”مجھے بتاؤ۔ تمہاری پول جھونڈے میں کہاں رکھی ہے؟“ عمران نے ہمدانہ بے یمن میں کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تم اُس کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟“  
”ہاں۔ آں۔۔۔“ وہ کراہا۔ ٹھٹری کے صندوق میں۔

عمران تیزی سے جھانپوں کے باہر نکل گیا اور پھر واپسی میں دو منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے۔ برہنہ کی آدھی پول تھی۔

کارک نکال کر اس کے ہنٹوں سے لگادی اور اس وقت تک نہیں مٹھائی جب تک کہ قیدی نے اپنے سر کو جھٹکا نہیں دیا۔

”اب تم حواس میں رہ کر غفلت کی کاشت دے سکو گے۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

قیدی کچھ نہ بولا۔ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔  
”کیا نہیں یاد ہے۔ میں نے کی کہا تھا؟“

”ہاں۔“ آواز کسی زنجی پھیرنے کی غراہٹ سے مشابہ تھی۔  
”میں ٹرانسٹیٹ کا سوچچ آن کر لے جا رہا ہوں۔ کالی چوٹے پر تم وہی ہو گے جو میں کہہ چکا ہوں! جیسے“

قیدی کچھ نہ بولا۔ عمران نے ٹرانسٹیٹ کا سوچچ آن کر دیا۔  
کچھ دیر بعد پھر سکس تھری ایٹ کی پکاد ہوئی اور قیدی ٹھٹری والی آواز

میں بولا۔ ایٹ اور سکس تھری ایٹ۔ میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا

برہنہ قیدی ہے۔۔۔ اور۔۔۔  
”موتو اُسے وہیں رکھو۔ کچھ دیر بعد انتظام کیا جائے گا۔“ اور لہٹ لہٹا۔

آواز پھر نہیں آئی۔ عمران نے سوچ آف کر کے پوچھا۔ ”اور پوچھے۔“  
 ”خیر۔“ اس نے غصیل سی آواز ملتی سے نکالی۔ عمران نے پھر قہقہے سے  
 کے ہونٹوں سے لگا دی۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر عمران نے کہا: ”غائب اب کوئی قبر سے قیدی  
 کے لئے آئے گا۔“

وہ خاموش رہی۔

وہ کیا وہ سب نہیں پہچانتے ہیں؟ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”غائب تو یہ بتاؤ۔“ مچانسی کا چھندہ پسند کر دے۔ یا سرکاری گواہ بننا  
 وہ میں موت سے نہیں ڈرتا؟

”شادی سے پہلے میں بھی نہیں ڈرتا تھا؟“ عمران نے کہا۔ ”لیکن شادی کے

بعد سے نہ موت سے ڈرتے لگا جس بیاہ عقیقت تیرے کے ہدایت نامے  
 بھی پڑھنے لگا ہوں۔ وہیے میرا خیال ہے کہ تم مچانسی کا چھندہ نہیں پسند کر دے گا  
 وہ چھپ کر نہ چلا۔“

”میں بھی کیوں نہ تمہاری کھوپڑی میں گولی مار دوں؟“ عقلمندی پر

بعد عمران نے کہا۔

”جیسے جاؤ۔“ مجھے کسی بات کی بھی پرواہ نہیں ہے۔“

”اگر مجھ میں مشورہ ہو جاؤں۔“ عمران ڈیڑھایا۔ اس بار تمہارے دانہ

کی مضبوطی آزمائوں گا؟

”نہی۔“ نہیں۔ ”تیدی بوکھلائے ہوئے انسان میں بولا۔ تم ایسا

نہیں کر سکتے۔“

”مجھے کوئی روکے گا؟“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا چاہتے ہو؟“

”ہیڈ کوارٹر کا پتہ بتاؤ؟“

”میں نہیں جانتا۔“ یقین کر دے۔ ”ہیشہ ڈرائیور ہی پر ان سے

تشکر ہوتی ہے؟“

”عمر جنگلات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

”وہاں میں ہوں؟“

”مگر تم تو میرے کیمے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”اس ملازمت سے قبل ہی سے میرا ان سے تعلق رہا ہے۔ ان کی ہدایت پر

میں نے یہ ملازمت اختیار کی تھی؟“

”ان کے ساتھ کس طرح پڑے تھے؟“

”مجھے کہاں ہے؟“

”میں متناہی پسند کروں گا؟“

”میں ایک مقامی فرم میں کیشرف تھا۔ ایک بار نہ جانے کیسے پچاس ہزار کا گھنٹہ

برگیا جس کی ایک پانی بھی میری ذات پر صرف نہیں ہوئی تھی۔ آخر میرے اُسے

چیک کر لیا۔ مجھے حیل سمجھا دینے کی دھمکی دی۔ ان دنوں میں سید شریف یا دوسرے

مغفلوں میں بڑھتا ڈر گیا۔ پھر آڈیٹر نے تجویز پیش کی کہ میں ایک گروہ کے لئے

کام کروں جو اس کا کلنگ کرتا ہے اس طرح یہ کی پوری کر دی جائے گی۔ میں تیار ہو

گیا تھا۔ پھر حسب اچھی طرح دہل میں جنس چکا تو معلوم ہوا کہ اس گروہ نہیں بلکہ

غیر ملکی ایجنٹ تھے اور میں ملک و قوم سے غلامی کا شریک ہو رہا ہوں۔ لیکن اب

کیا ہو سکتا تھا۔ پوری طرح ان کی گرفت میں تھا؟“

”یہ لڑکھارہ کہاں ہے“

”یقین کرو دوست — میرے رشتوں کو بھی علم نہیں — ذرا تو مل اُدھر بڑھانا —“

”ہزور — ہزور —“ عمران نے بول اس کے ہونٹوں سے لگا دی۔

دو تین گھنٹے کے کراس نے سر کو جھکا دیا اور عمران نے بول شبلی۔

”تمہارے دوستے کیا کام ہے“

”عمر شنگلات کے ایک آفیسر کے کچھ بیانات ملتے ہیں۔ جنہیں میں کوڈو رڈز

میں بذریعہ ٹرانسمیٹر میٹھ کو اڑتے ہوئے دیکھا تھا“

”کیا بھی کسی غیر ملکی سے بھی سابقہ پڑا ہے“

”کبھی نہیں۔“

”ہاں آدمی جسے تم نے گولی مار دی ہے۔ کون تھا؟“

”عمر شنگلات کا وہی آفیسر جس کے بیانات میٹھ کو اڑتے ہوئے دیکھا تھا“

”اور میٹھ کو اڑنے کے بیانات اُس تک — کیوں؟“

”ہاں —“

”کیا تم جانتے ہو کہ اس نے لیفٹیننٹ بن کر ایک آدمی کے اخراج کا پروگرام

تیار کیا تھا“

”اس نے پروگرام نہیں بنایا تھا بلکہ یہ پروگرام میرے توسط سے اسے میٹھ کو اڑ

کی طرف سے ملا تھا“

”کوڈو رڈز کی ٹریننگ تمہیں کہاں سے ملی تھی؟“

”اُمی اسٹریٹس سے — مجھے چھ ماہ کی کاکس کرنے کی دھمکی دی تھی“

”وہ اب کہاں مل سکے گا“

”اسی فرم میں“

”نام بتاؤ —“

”تم پہلے یہ بتاؤ کہ اب میرا کیا حشر ہو گا“

”مقتل ہی سے کام لینے کا وعدہ کرو تو قصاری گردن بچانے کا وعدہ میں

بھی کروں گا“

”میں تیار ہوں“

”ہوں؟“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا — ”کیا مجھے یہاں تک کر میٹھ کو اڑنے کے

سے آدمی کا انتظار کرنا چاہئے“

”مفضل ہے“ قیدی نے کہا یہ کوئی نہیں آئے گا“

”پھر تم مجھے اُن تک کس طرح پہنچاتے —“

”وہ جواب میں کہہ سکتے ہی والا تھا کہ عمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اُس

کسی قسم کی آواز نہ سنی تھی — کوئی جھڑپوں کے باہر چل رہا تھا۔“

عمران نے جھانک کر دیکھا — تارلک کی چھاؤں میں ایک ملازمہ وہی نظر آیا۔ جو

پہلے سے کی طرف جا رہا تھا۔“

عمران نے آخری بار تجھو پڑنے کا پروانہ نہیں بکھایا تھا۔

اُس نے اُس آدمی کو جھو پڑنے میں داخل ہونے دیکھا اور خود بھی تیزی سے

پہرہ تنگ کیا؛ دیوار اور کمرستہ مضبوطی سے اس کی منہ میں جکڑا ہوا تھا۔

پھر پڑنے تک پہنچنے میں وہ نہیں لگی۔ اُس نے دروازے سے جھانکا۔ آنے

لے کی پشت اس کی طرف تھی۔ اور وہ قیدی کی لاش پہ جکڑا ہوا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ میدان ہونے لگا عمران تیزی سے پیچھے ہٹ کر چھ ماہ میں پہ

پٹ گیا۔

”خار یا فرام —“ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

”خار؟“ وہ اُسے گھورتی ہوئی طرانی۔

”تہا — آئی ہو —“

”اں — قیدی کہاں ہے۔ اے بیہوش کر کے گاڑی تک پہنچا دو۔“

”وہ۔ وہاں جھاڑیوں میں پڑا ہے۔ یہاں رکھنا سب نہیں سمجھا تھا۔“

”اُسے یہاں لاؤ۔“

”بہت بہتر — تم میٹھا جاؤ۔“ عمران نے اسٹول کی طرف اشارہ کیا اور

گود بائیں نکل گیا۔

”وہ جھاڑیوں میں واپس آیا۔ اور قیدی سے بولا، ”کوئی عورت آئی ہے۔“

قیدی کو یہاں سے لے جانے کے لئے۔ وہ تہیں صورت سے تہیں بیچا تھی۔ اس لئے

اس نے خود کو بحیثیت سکس تھرٹی ایٹ پیش کیا ہے اور تہیں قیدی کی صورت

پس اُس کے سامنے جاؤں گا۔“

”اس سے خائفہ!“ اُس نے اہستہ سے کہا۔ ”میرا دعویٰ ہے کہ تم اس طرح

بیٹھ کر مار ڈالتا کہ ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔“

عمران چنلے اس پر غور کرتا رہا پھر بولا، ”پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”میں اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں! انہیں نے مجھے فریب دے کر جھانسا

تھا۔ عرصے خواہش تھی کہ کسی طرح ان کا پھر عرق ہو اور اس میں میرا نمایاں

حصہ ہو۔ ایسے اپنی جگہ ہی پر رہنے دو۔ اور مجھ سے رابطہ قائم رکھو۔ اس طرح ان

کو ہوں کو ان کے ہلوں سے نکالا جا سکے گا۔ اس عورت کو جہاں چاہو لے جاؤ

جسے چوچھا جائے گا کہ وہ دونوں کا کوئی عورت یہاں سرے سے آئی ہی نہیں۔

”اب بڑھا آدمی تھا جو قیدی کو میٹھا مار ڈالنے کے حوالے سے لگ گیا۔“

وہ جھڑپ کے برابر آچکا تھا۔ پھر اس نے اہستہ سے آواز دی، ”سکس

تھرٹی ایٹ۔ تم کہاں ہو؟“

لیکن یہ آواز؟ عمران کو کھڑی ہوا سے باتیں کر لے لگی۔ یہ تو کسی عورت

کی انتہائی سرلی آواز تھی۔ اُس نے پھر سکس تھرٹی ایٹ کو پکارا۔ آواز اتنی بلند

تھی کہ جھاڑیوں تک ضرور پہنچی ہوگی جہاں سکس تھرٹی ایٹ رسیوں سے جکڑ

پڑا تھا۔

دفعتاً عمران نے حلق سے مبرا کی ہوئی سی آواز نکالی، ”اندھ چلو۔ اندھ چلو۔“

”تم کہاں ہو۔“ پھر پوچھا گیا۔

”اندھ چلو۔“ عمران نے پھر اسی لہجے میں کہا۔

اور وہ جھڑپ سے میں چلی گئی۔

ان لوگوں کے حرفی کار کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمران نے سوچا کہ وہ سکس

تھرٹی ایٹ سے ذاتی طور پر شاید ہی واقف ہو۔ ہو سکتا ہے کبھی اس کی شکل تک

نہ دیکھی ہو۔

جیسے ہی وہ جھڑپ سے داخل ہوا۔ وہ چونک کر مڑی۔

دراز قد اور خوش شکل عورت تھی۔ ہاتھ پر خالص مضبوط معلوم ہوتے

تھے عمر بھی زیادہ نہیں تھی۔ بشکل کپیس یا کپیس کی رہی ہوگی۔ جیکٹ اور

چست پتلون میں بندوس تھی۔

”قیدی کہاں ہے؟“ اُس نے پوچھا۔ اور عمران نے اطمینان کی سانس لی۔

وہ حقیقتاً سکس تھرٹی ایٹ کے واقف نہیں تھی۔

دیورائیڈ ٹیٹی؟ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”ناہین بیون فور۔“ خار بیٹھ کر اڑ پڑا۔“



”عجوزہ معقول ہے۔ لیکن... اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم جہاں ہی ساتھ دو گے۔  
”دفی! محل میں کسی طرح بھی یقین نہ دلا سکوں گا۔“

”ابھی بات ہے۔ سنی اعمال میں بھی تو کچھ کر رہا ہوں مجھے کرنے دے؟“  
”عمران نے اُسے اٹھا کر پیٹھ پر لٹا دیا اور جوتے پہنے اور اُسے لے آیا۔ عورت اٹھتی  
ہوئی بولی: ”اُسے گاڑی تک پہنچا دو۔“

”اُس کے دوام۔“ ”عمران دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ قیدی اُس کی  
پشت پر لہرا ہوا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ سڑک پر آئے۔ خود عورت ہی نے دھنیا کی تھلی  
لیکن عمران اس راستے سے نہیں آیا تھا۔ کافی وقت صرف ہوا تھا یہاں تک  
پہنچنے میں۔ گاڑی ایک چوٹی سی وہی تھی۔ عمران نے عورت سے کہا کہ وہ ڈرائیور  
کی سیٹ پر بیٹھے وہ بچھلا دروازہ کھول چکا تھا۔ قیدی زمین پر تھا۔ عورت اگل  
سیٹ پر جا بیٹھی۔ عمران نے جدیدی اس کے ہاتھ پر کھول دیئے اور اس طرح  
دروازہ بند کیا کہ آواز پیدا ہو۔

قیدی آواز نہ چکا تھا۔ اب عمران تیزی سے آگے بھٹتا اور ڈرائیور کی سیٹ  
کے برابر والدہ دوسرا دروازہ کھول کر عورت کے پاس بیٹھ گیا۔

”کیا مطلب۔“ عورت نے چونک کر کہا۔

”بچلو۔“

”تم۔“ ”اُس نے سیرت سے کہا۔ مجھ سے یہ نہیں کہا گیا۔“

”دیکھو ہنس۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا یہ جو چیز تمہاری کمر میں  
چھپ رہی ہے پتیلیاں کیسی کیسی کے ریو اور کی نال ہے۔ لہذا جلد ہر کھول چپ

چاپ چل چلو۔ ورنہ... یہ خالی بھی نہیں ہے۔“



پھر اس نے سکس حقارتی اہیت کو آواز دے کر کہا: ”اُس لاش کو اٹھا لاؤ  
میرے جاؤں گا۔“

”موت۔ تم۔ کون ہو۔“ عورت ہلکائی۔

”ایسا وقت نہ ضائع کرو۔ خاموشش بیٹھو!“ عمران غریبا۔

ریو اور کی نال بدستور عورت کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔

حقوڑی دیر بعد دین کے پچھلے دروازے کے کھینے اور۔ پھر بند ہونے  
اور آئی۔

”گٹ۔“ ”عمران بلند آواز میں بولا اب اپنا نام بھی بتانے جاؤ۔“

”رجن چودھری۔“ ”باہر سے آواز آئی۔

”گٹ گٹ گٹ۔“ ”بے بی۔“ عمران نے ریو اور کی نال سے وہاں ڈال  
رہا۔

انجن اٹارٹ ہوا۔ اور دہن چل پڑی۔

عمران اسے قلعے سڑکوں پر گاڑی موڑنے کی ہدایت دیتا ہوا یہاں اشارش  
کر لایا۔ اور اسی طرح کوسے ریو اور لگائے ہوئے تھے، اترنے کا حکم دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ساؤنڈ پروف کوسے میں پہنچ چکی تھی۔ لیکن اس کے چہرے  
کے ذرہ برابر بھی خوف نہیں تھا ہر سوراخ تھا۔

”میٹھ جاؤ۔“ عمران نے حکماً نہ بولے میں کہا اور وہ بڑے پروڈاکر انداز میں  
باقی سورت کی طرف بڑھی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ میں بھلا کا یہ جبرہ بھی فضول ہی نہ ثابت ہو۔

”اُب بناؤ۔“ عمران نے کہا۔

”کیا تباؤں یہ وہ خوبصیلے انداز میں غرائی۔“

”تم کس کے لئے کام کر رہی ہو۔“

”کیا مطلب۔“

”تمہیں کس نے بھیجا تھا۔“

”تمہارا دامخہ صبح ہے یا چھین۔“ اس نے آنکھیں نکال کر کہا۔

”بھیجا ہے یا تم زبردستی پکڑ لائے ہو۔ میں ایک سسٹان سڑک سے گز رہی تھی تہا

ہا تھا اٹھا کر گاڑی رکوانی۔ پھر قریب آئے اور دہرا لوز نکال لیا۔ تمہارے ساتھ تین

آدمی اور بھی تھے انہوں نے ایک لاکش اٹھا رکھی تھی۔ ہش انہوں نے میری

ویں میں رکھ دی اور تم دہرا لوز کے زور سے میرے قریب جیڑ گئے۔ اور دہرا لوز

کرتے پر مجبور کرتے ہوئے کہ یہاں تک لائے۔ پتہ نہیں کہ کیا چاہتے ہو۔“

عمران نے ششدری سا سانس لی اور اتفاقاً انداز میں مزید نے نگار سفید تھی فارسی

تو کبھی کی چہرے سے الگ ہو چکی تھی اور وہ اب اپنی اصلی صورت میں اس کے

سامنے موجود تھا۔

”میں کہتی ہوں مجھے جانے دو۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔“ وہ دانت

پیس کر بولی۔

”یہ وہی کس کی ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میری ہے۔ اور کس کی ہوتی۔“

”کیا کام کرتی ہو۔“

”کوئی اس جبرہ کرو۔ بالکل اچھا معلوم ہوتے ہو۔“ عروذ خاتون نے گفتگو کرتے

کاسلیتہ نہیں ہے تمہیں۔“

”کوئی معزز خاتون ہی یہ کی بھی پوری کرادے گی۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ پھر

بھی اپنے سوال کا جواب مزید چاہوں گا۔“

”کیا میں کوئی ٹریڈی عورت ہوں کہ کام کاج کرتی چھروں۔“

”یہ بات بھی معقول ہے۔“ عمران سر ہلکا ہوا۔

”میں پھر کتنی جہل مجھے جلنے دو۔“

”معزز خاتون کی بے حد عزت کرتا ہوں اس لئے کالی اعزاز و اکرام کے ساتھ

واپس کروں گا۔“ مطلبی رہو۔ یہ تباؤ کہ ہلاک لوگوں کے چکر میں کیسے پھنس گئیں۔“

”کون لوگوں کے؟“

”مجھے صاحب سسٹن کر تم کو یہ بھلا دینا پڑے کہ تم ایک معززہ خاتون ہو۔“

”تم تعینا نہیں ہیں ہو۔“

”معزز خواتین کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اکثر سبک جاتا ہوں۔ تم میں کچھ

دکھو۔“

”شاید تمہاری شامت ہی اُٹھی ہے۔“ کیا تم نے کبھی سمیر رضی الدین کا

نام سنا ہے؟“

”خالیابادہ جو بہت مشہور سوشل ورکر ہیں۔“ عماری بہادر رضی الدین

کی بیک صاحبہ۔“

”میں سمیر رضی الدین ہوں!“

”گڑ۔ تب تو مشکل آسانی ہو گئی۔ میں رضی صاحب کو فون کر کے یہیں

بلانے لیتا ہوں۔“

”کلب۔“ کیا جگہ اس کر رہے ہو؟“

میں یہ قطعی نہیں جانتا چاہتا کہ تمہیں کس سلسلے میں بلیک میل کیا گیا ہے  
بلیک میل کا نام اور پتہ بتاؤ۔

”میں تو یہ نہیں جانتی۔“

”اچھا اُسی کا نام اور پتہ بتاؤ جس کے سلسلے میں بلیک میل کی جاتی رہی ہو؟“  
”کیا مطلب۔“ اُس نے پھر اُٹھیں نکالیں۔

”کسی بوڑھے کی جوان بیوی جیسا کہ اُس سلسلے میں بلیک میل کی جاسکتی ہے؟“  
”نہ نے بڑے جیسے ہی سے بڑھا۔“

”بدلتی ہوئی۔“ عورت اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

عمران کے ہاتھوں پر طنز بیسی مسکراہٹ تھی اور وہ اس کی آنکھوں میں  
بے جا رہا تھا۔ آخر کار اس نے کہا: ”اسی دل گروے کی ہو تو بلیک میل کیوں  
لتی رہی ہو۔“

وہ پھر جھپٹ گئی۔ ”اب اُس کی نظریں فرش پر تھیں۔“

عمران نے کچھ دیر بعد کہا یہ ہو سکتا ہے اس بلیک میلنگ میں اُسی کا  
بہو جس کے لئے تم بلیک میل کی جا رہی ہو۔

”وہ ناممکن ہے!“ عورت کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

”کیا عروسی کی تیاری؟“

”تسے مطلب؟“ عورت بہت زیادہ جھپٹ گئی۔

”تسائیس سال۔“ عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا کرتی  
”اُنہوں نے مجھے... ب... بلیک میل کیا تھا؟ وہ کچھ دیر بعد بولی کہ تم کو قریب کی عمر کہلاتی ہے۔ اس لئے اگر تم بھی اپنے یا کسی دوسرے کے

”بہت پرانی کہانی ہے۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”خوش فہمی میں مبتلا ہو تو بہت بڑی بات نہیں۔ خیر۔ میں تو ترسے  
”پھر مجھے کیا کہنا چاہئے۔ تم یہی پہچاننا چاہتے ہو؟“ عورت حیدر کس۔ ”چنانچہ چاہتا ہوں کیا تم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن ہو۔“

میں اپنا اطمینان کر لینا چاہتا ہوں عزم۔۔۔ عمران نے ٹھنڈی سانس  
لے کر کہا: ”پچھلے دنوں ایک صاحبہ نے خود کو براہم منسٹر کی بیوی ظاہر کر کے  
مجھ سے ساٹھے بارہ آنے اینٹھ لئے تھے۔!“

”ہم۔۔۔ میں۔۔۔ تمہیں تعین دلاتی ہوں؟“

”اگر وہ خود آکر تصدیق کرو گی تو کیا برائی ہے۔“ میرے خیال سے نرسل  
ور کر رہنے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ آپ بارہ بجے رات کے بعد شہر میں وہی  
لئے پھر جب کہ خان بہادری صاحب کے پاس کئی بڑی شاندار کاریں بھی موجود  
ہیں۔ شاید وہی آپ سے پوچھ سکیں کہ وہیں کھینچتے پھر نے کی ضرورت کیوں  
ہمیشہ آئی؟“

وہ خاموش ہو گئی۔ ”نیکے خدا تعالیٰ کسی قدر جیسے پڑھئے تھے کچھ دیر پہلے  
کی دیدہ دلیری دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔“

”اب میں نے مشرقت رکھنے عزم کیا۔ عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا  
میں دوسرے کمرے میں جا کر خان بہادری کو فون کروں گا۔“ مشرط اثر کشی  
میں دیکھ لوں گا۔“

”شہر۔۔۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

”جلدی مجھے جو کچھ کہنا ہو۔“ میرے پاس وقت نہیں ہے۔“

عورت تھوک نکل کر رہ گئی۔

عمران استغیا مہیا انداز میں اسے دیکھتا رہا۔

”انہوں نے مجھے... ب... بلیک میل کیا تھا؟ وہ کچھ دیر بعد بولی کہ تم کو قریب کی عمر کہلاتی ہے۔ اس لئے اگر تم بھی اپنے یا کسی دوسرے کے

”بہت پرانی کہانی ہے۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”خوش فہمی میں مبتلا ہو تو بہت بڑی بات نہیں۔ خیر۔ میں تو ترسے

”پھر مجھے کیا کہنا چاہئے۔ تم یہی پہچاننا چاہتے ہو؟“ عورت حیدر کس۔ ”چنانچہ چاہتا ہوں کیا تم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن ہو۔“

وہ پھر سست نظر آنے لگی۔ نفوس فرخ پر بھی پہلی نقیبیں اور پھر بے  
کے آواز پر چاٹے جذباتی کش مکش نمایاں تھیں۔

درمیان خیال ہے کہ کوئی بھی شریف، انفس انسانی خوشی سے وطن دشمنی کو شمار  
نہیں بنا سکتا۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ جسے آدمی میں کسی مجبوری ہی  
کے تحت اس طرح اپنی روح تک فروخت کر دیتے پر آمادہ ہوتے ہوں گے! عورت  
سے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

عمران کہتا رہا: "اس بیٹی کو کیا کہو؟ جو ان کی عزت کا سودا کر بیٹھے۔"  
وہ خاموش رہا۔ خدا کے لئے خاموش رہو؟ وہ رو پڑی۔

عمران خاموش ہو گیا اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے  
سسکیاں لیتی رہی۔

کچھ دیر بعد اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا: "تم کون ہو؟"  
"تم خود ہی اندازہ لگاؤ کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟"

دوسری آئی، ڈی سے تعلق ہے تمہارا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"پھر اب میرا کیا ہو گا۔"

"ہاں یہ مسئلہ قابل غور ہے۔ سمیہ رضی.... جیسی عجب وطن سوشل

دور کا منتقل ہے۔"

"کہا مجھے کورٹ میں پیش ہونا پڑے گا۔"

"دیکھی کچھ ہو سکتا ہے؟"

"بچاؤ کی کوئی صورت نہیں؟"

"ہے کیوں نہیں؟ کیونکہ معاملات ابھی میری ذات سے آگے نہیں بڑھے۔"

"تو پھر خدا کے لئے مجھے بچاؤ؟ وہ ٹھیک ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا، خواہ مخواہ ایسی صورت بنائے رہا جیسے کسی الجھن میں پڑ  
گیا ہو۔

"لو لو۔ کیا کرو گے تم؟ کچھ دیر بعد عورت نے پوچھا۔"

"اگر میں لے تمہیں رہا کر دو تو تم زندہ نہیں بچو گی۔ وہ تمہیں ختم کر  
دیں گے۔"

"جو سکتا ہے۔ وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔"

"اگر نہ رہا کی بات بھی تمہارا ہے ہی میں رہو گی تمہاری کم شدگی خانہ بہادر  
حاجب کے ہاتھ پر کلک کلک کا جھک بن جائے گی؟"

"میر بھی درست ہے۔" وہ اپنی پیشانی مسلاتی ہوئی بولی۔ "میں کیا کروں؟"

"اگر تم مجھے سب کچھ بتا دو تو میں کوئی تدبیر کرنے کا وعدہ کر سکتا ہوں؟"

"میں بتا دوں گی۔" لیکن یقین کر دو کہ میں ان میں سے کسی سے بھی واقف

نہیں ہوں۔ یہ دوسرا آدمی تھا جس سے مجھے وعدہ ہونا تھا۔ ورنہ مجھے تو فون

پر احکامات ملتے ہیں، میں کئی بار ایسے جینے سے بھی پتہ لگانے کی کوشش کی لیکن

دوسرے فون کا نمبر مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔"

"ان کے پتے کیسے پڑے تھیں۔؟"

"انہوں نے میرا ایک راز افشا کر دینے کی دھمکی دے کر مجھے اپنا غلام

بنایا تھا۔"

"اُس آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ جس سے وہ راز واپستہ ہے؟"

عورت نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا اور عمران بھی خاموشی سے

جواب کا انتظار رہا۔

قنڑی دیر بعد وہ بھڑائی ہوئی آواز میں بولی: "اُس کا نام سی ایچ طارق ہے۔ یونیورسٹی میں پڑھنے والے ہیں۔ لیکن میں یقین نہیں کر سکتی کہ اس بلیک میٹنگ میں اسی کا ہاتھ ہوگا۔"

"سب کچھ ممکن ہے"

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ عورت جید نروس نظر آرہی تھی! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہن بھڑائی اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ تینکے خود خالی تفکرات میرٹھ میں ڈوب گئے تھے۔

عوان نے قنڑی دیر بعد پوچھا: "وہ تم سے کیا کام لیتے ہیں؟ وہ کچھ نہ بولی۔"

کچھ دیر اور خاموشی رہی پھر اس نے کہا: "مختلف قسم کے کام۔ جو اکثر تعلیمی اور طبی معلوم ہونے ہیں! وہ میں ان کا مقصد سمجھتی ہوں اور نہ انہیں کوئی مصیبت پہنچا سکتی ہو۔"

"مثلاً۔"

"پچھلے دنوں مجھے سکر ملا تھا کہ میں ہیبت ہی تو ناقصہ کے تین چار بچے دیر کر کے انہیں ایک مقامی ڈاکٹر کے سپرد کر دوں۔"

"ڈاکٹر کا نام اور پتہ۔"

"عوان جیب سے اپنی نوٹ بک نکال کر دیا۔

"عوان کے نام اور پتہ نوٹ کیا۔ چند لمبے کچھ سوچتا ہوا پھر بولا: "تم اس وقت قیدی کی کہاں لے جاؤ گی؟"

"احکامات کے مطابق میں اسے ایک سفار تمنا کے عمارت کی کہاؤں گی۔"

چوڑی دیتی۔

"اور لاش کا کیا ہوتا۔"

میں جھوٹے دے والے کو بدانت واقی کہ اسے وہیں کہیں دفن کر دے؟

پھر عوان کے استفسار پر اس نے سفارت خانے کی عمارت کا محل وقوع بھی بتایا۔

عوان سب کچھ نوٹ کر تاجا رہا تھا۔

نوٹ بک بند کر کے اس نے ایک طریق سائنس لی اور بولا: "اچھا غرض میں لی الحال قمارا انتظام کئے دیتا ہوں لیکن تم مجھے رابطہ قائم رکھو گی اور ان کے احکامات کی بھی تعمیل کرو گی۔ ہوگی۔ کہا بھئی۔"

میں یقین دلاتی ہوں وہی کروں گی جو تم کہو گے؟

"تم اپنی دین میں سپورٹس بائی جاؤ گی! اسی سڑک پر جو اُس دیران علاقے کی طرف جاتی ہے۔

نہاری دین کا پچھلا حصہ تباہ ہو چکا ہوگا۔ اور تم بحالت یہوشی ایشی تک پہنچی ہوئی ہوگی۔ پولیس باقاعدہ طور پر اس حادثہ کی رپورٹ

درج کرے گی۔ میرے آدمی تمہیں یہوشی کی حالت میں ہسپتال پہنچا دیں گے اور ہوش آنے پر تہ بیان دے گا کہ کسی گاڑی کے نیچے سے تمہاری دین میں ٹکرا رہی تھی۔ پھر

کیا تمہارا تباہ نہیں ہوا نہیں۔ اور یہی بیان تم ان لوگوں کو بھی دے دو گی جو تمہیں ان معاملات میں الجھے ہوئے ہیں! تم ان سے کہو گی کہ ان کے حکم کی تعمیل کرنے جا رہی تھیں کہ یہ حادثہ پیش آیا اور تم بتائی ہوئی جگہ پر پہنچنے کے بجائے ہسپتال جا پہنچیں"

اور وہ۔ یہ ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ لیکن مجھے یہوشی کیسے

کر دے گی؟

"ایک انجکشن کے ذریعہ۔ لیکن ریڈیکل ٹسٹ میں بتائے گا کہ یہوشی کی

وجہ اچانک دھچکا تھا؟

"اور ٹھیک۔ بہت مناسب؟"

"لیکن تم یونیورسٹی کے پیکر سے بھی پہلے ہی کی طرح ملتی رہو گی۔ اُسے کچھ بھی

معلوم ہوئے یلئے۔ ویسے کیا اُسے علم نہ کہ کوئی تہیں بیگ میل کر رہا ہے؟  
 "نہیں قطعی نہیں! میں نے اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا۔"

"اچھا۔ میں بھی آیا۔" عمران اٹھتا ہوا۔

کچھ سے باہر نکل کر اس نے دروازے کے پاس ایک کونڈہ کو حرکت دی جو اُسے  
 اس طرح متقل کر دیتا تھا کہ کسی لاعلم آدمی کی کوششوں سے داخل ہو سکے۔

اب وہ آپریشن روم میں آیا۔ خون پر بیگ زیر سے رابطہ قائم کر کے صفحہ  
 چروان اور نعلانی کو طلب کیا۔

پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر وہ وہاں پہنچ گئے اور عمران نے انہیں سمجھایا  
 کہ انہیں کیا کرنا ہے۔۔۔ وہ تینوں عمران کو دواں دیکھ کر ستر گھٹنے تھپتھپے۔

"لیکن جناب۔۔۔ آپ یہاں کیسے آجینے۔ کیا اس میں جاری غفلت  
 کو دخل ہے؟" صفحہ نے پوچھا اور عمران نے ہنس کر جواب دیا۔ "اگر تمہاری غفلت

کو دخل ہوتا تو تمہارا گروہ انہیں گولتھیں یہاں جیسے کہ بجائے کسی مویشی خانے  
 کے عشق کے حملے کر دیتا؟"

"آخر آپ کس طرح نکل آئے۔ میرا خیال ہے وہاں کچھ نامعلوم آدمی بھی  
 آپ کی نظرانی کر رہے تھے؟"

"اس جگہ میں نہ چڑھ۔ میں اسے پیموش کرنے جا رہا ہوں۔ یہاں سے تم اُسے  
 اپنی گاڑی میں لے جانا۔" نہیں بلکہ یہاں سے جیسپے لے جاؤ۔ اور سارہ جنٹ

نعلانی تم اس کی دین گڈرائو کر کے اس مقام تک لے جاؤ گے۔۔۔ دین کا ڈی  
 ایو میٹر کا ہے۔ جیسپ کا ایک ہی دھکا اس کا خلیہ بگاڑ دے گا۔ اس کے بعد

تم پیموش حرکت کو اُس کے اسٹیئرنگ پر ڈال کر۔۔۔ وہاں سے کھسک جانا۔  
 اور کہیں سے اس علاقہ کے قلعے میں خون کر دینا کہ قتل ہو کر اس قسم کا حادثہ ہوا

ہے۔۔۔ اور تم انہیں جانے حادثہ پر موجود ہو گے؟"

"تو کیا مجھے وہاں کچھ سوچنا پڑے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ تم اس لئے کہو گے کہ وہ یقین کر لیں اور پہنچنے میں  
 دیر نہ لگائیں۔ اگر فون ہی پر تمہارا نام پوچھیں تو حمایت اطمینان سے خبر کے

کسی بھی پڑے آدمی کا نام بتا سکتے ہو۔"

انہیں ہدایات دے کر وہ قریب گاہ میں آبا۔ کسی سیال سے ایک ہانڈ پورکر  
 سیرنج روٹی اور پھر ساؤنڈ پروفٹ کر کے کی طرف چل پڑا۔ عورت شاید بے چینی

سے اس کی منتظر تھی۔ اس نے خود روئے نظر سے سیرنج کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی  
 نہیں۔ چپ چاپ اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ عمران نے سیرنج کی آنتین

اور پکسکا کر نکالی ہی ہی انکسش دے دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ حیرت انگیز  
 طور پر بے ہوش ہو گئی۔

دوسری صبح عمران دس بجے تک ہوتا رہا۔ دانش منزلی میں بالکل تنہا  
 تھا۔ صفحہ کی رپورٹ کے مطابق سارے کام حسبِ منتہا ہوئے تھے، اور

اس وقت سمیع رضی ہسپتال میں تھی۔ وہ بستر سے اٹھ کر بیڈ ہا آپریشن روم میں آیا تھا۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ

بحر میں کے ٹرانسمیٹر کس فزیکل فری کوٹنسی پر پیغام رسانی کرتے ہیں۔ اسلئے اب وہ  
 آسانی سے انکے پیغامات سن سکتا تھا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ سارا دن اسی

کوشش میں صرف ہو گیا۔ لیکن وہ اس فزیکل فری کوٹنسی پر کچھ بھی نہ سن سکا۔ ارادہ تھا کہ

وہ ان بیانات کو ٹوٹ کرتا جائے گا اور پھر راجن کی مدد سے ان کے کوڑو ڈیڑسے  
منفی سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ وہ دن پھر سر ملنا رہا! آخر کار شام ہوتے ہوتے  
اُسے اپنی طاقت کا احساس ہو ہی گیا۔ بالکل سامنے کی بات تھی لیکن پہلے نہ  
سوچیں۔ جیلا وہ عقائد کیوں جو جاتے ہیں، انہیں رک، اٹھان پڑی تھی۔ غار  
ہے کہ کسی کو ان کے پروگرام کا علم ہو گیا تھا تب تو وہ آدمی ان کے ہاتھ آسلا۔ پور  
نقص بینیشنٹ کو تید سے نجات دل کر ان کے ایک اوڑے تک لگا جیلا آیا تھا۔  
بائیں بازو کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ لیکن وہ اسپرین کھا کھا کر کسی حد تک  
درد کی ادویت سے بچتا رہا تھا۔

اندھیرا چھپتے ہی اُس نے پھر میک اپ کیا اور دافن منزل سے نکل کھڑا ہوا  
راجن سے ملنا ضروری تھا۔

وہ اُس سے ملا اور اُس آؤ بیڑ کے متعلق مزید پوچھ گچھ کی جس کے توسط سے  
وہ ان بیڑ ملک، کنکٹوں کے بستے پڑھا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام روبن مگرمی  
ہے۔ ایک دیسی جیسا، مسید برادر اور امیورٹن ایڈ ایکسپورٹرز سے متعلق ہے۔ جانے  
رہا تھی بھی معلوم کی۔ پھر پوچھا کہ کچھ بات کے بعد سے اُس پر کیا گذری تھی۔

”مجھ سے کوڑو ڈیڑسے پوچھا گیا تھا کہ تیدی اور لاش لایا بندیں نے آپ  
ہی سے کیے ہوئے الفاظ و برائے کہ ایک دوسرا انہیں لے گیا۔ اس کے بعد سے  
ٹرامیو ہارموش ہے۔ مجھ کوئی پیغام نہیں ملا“

”وہ ہوشیار ہو گئے ہیں“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

”وہ عورت کون تھی۔ اس کا کیا نام۔“

”پھر بتاؤں گا۔ عمران اٹھتا ہوا جولاہے بہر حال تم محتاط رہو۔“

وہ پھر شہر آیا۔ لیکن فی الحال آؤ بیڑ کو جیک کرنا مناسب نہ سمجھا۔ بہت

احتیاط سے قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اگر آؤ بیڑ کو ڈر سا بھی شبہ ہو جائے تو ایسے حالات  
میں ان لوگوں کی کوہر یعنی طر پر راجن ہی کی طرف منبذ ہو جاتی۔ انہیں یقین  
ہو جاتا کہ راجن ہی ٹوٹ گیا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی وہ اسپرین ناکامی کی گودیوں  
جاسوٹی۔

پھر اس نے سوچا آؤ بیڑ کے۔ عینا گرو کو دیکھنا چاہتا جس کے لئے سمجھو مرضی  
الین کے تین چار عدد مستند بھیسے تھے۔

اُس نے مرض لین کے سر سے ہی پر گاڑی روک دی اور نیچے اتر آیا۔ پرنس لین  
ٹوٹا کڑوں ہی کی گلی تھی۔ لا تعداد تھے۔ مختلف امراض کے ماہر۔۔۔ اس  
لئے ڈاکٹر عینا گرو کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا۔

وہ ایک ایک بورڈ پڑھتا پھرا۔

آخر ایک عمارت کی دوسری منزل پر سراج ملا۔ ڈاکٹر عینا گرو اعصابی امراض  
کا ماہر تھا۔ عمران کو ڈیننگ روم میں جیٹھا پڑا جہاں پہلے سے بھی کئی مریض موجود  
تھے۔ ان میں زیادہ تعداد دھڑکنے والی تھی۔

تقریبی طور پر دیر بعد ڈاکٹر کی سیکرٹری آئی اور مشورہ کی تیس وصول کر کے  
باری باری سے مریضوں کو ڈاکٹر کے کمرے میں بھیجتی رہتی۔

عمران کی باری بھی آئی اور اسے بھی بطور مشورہ تیس تیس روپے سیکرٹری  
کے حوالے کر کے ڈھکے۔

ڈاکٹر عینا گرو کے حلقے نے خود سے ہی ایک اعصابی مریض کی حیثیت دے  
رکھی تھی۔ وہ بلا تیار آدمی تھا۔ اس کیبیں اند کو دھنسی ہوئی تھیں۔ مضطربانہ اشارے  
گفتگو کرتا اور گفتگو کے دوران میں بیڑ پر بھی ہونی پیزوں کی جگہیں بدلتا رہتا۔  
بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے غلطی سے آگیا ہو اور اچانک بے پرواہ کسی طرح

جلدی سے دفع ہو جائے۔ دوران گفتگو میں بھگتا جی تھا۔

”ننگ کیا تکلیف ہے آپ کو۔“

”جج جناب۔“ عمران نے بھی کسی اعصاب زدہ سے آدمی کی اداکاری شروع کی۔ ننگ کہا تھاؤں۔ رات کو کوئی خواب دیکھتا ہوں... اور صبح کو اس کی تفصیلات یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو جسم بڑی طرح کا پیسے گنتا ہے.... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہاتھ پیروں کی جان لگ گئی ہو... غشی سی طاری ہونے لگتی ہے۔“

”خواب کس قسم کے دیکھتے ہو۔“

”دکسن سانپ۔ سانپ بہت نظر آتے ہیں۔“

”شادی ہوئی ہے؟“

”نہیں جناب۔“

”شادی کرنا تو۔“

”م۔ میں علاج کرنے آیا ہوں جناب۔“ عمران نے ناموشگوار لہجے میں کہا۔

”شادی ہی علاج ہے تمہارا۔ ویسے میں ایک انفکشن لکھے دیتا ہوں...“

ہر تیسرے دن بیٹے رہنا... پھر انکلیشن لینے کے بعد پھرنا۔ لیکن شادی زیادہ مناسب ہے۔“

”اچھی زبردستی ہے۔“ عمران بگڑ گیا۔ میں نہیں کرنا چاہتا شادی۔“

”آپ کریں یا نہ کریں لیکن شادی علاج ہی ہے۔“

”آپ میرے قومی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔“ عمران اور زیادہ مشتعل

نظر آئے لگا۔

”قومی جذبات۔“ ڈاکٹر بھٹاگر کے لہجے میں حیرت مئی۔

”ہمارے قبیلے میں شادی بیاہ کا رواج نہیں ہے۔“

”اُف وہ۔“ ڈاکٹر بھٹاگر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولے۔ تب تو پورے

قبیلے کی شادی۔“

”بہت بوجھا۔“ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جیب سے ریوڑی نکال کر کچلی کی سی سرعت کے ساتھ اس کے پیلوں میں پہنچ کر ریوڑی کی نالی بائیں پیل سے لگا دی اور پھر آہستہ سے بولا۔ میں بھری پڑی سڑک پر بھی کسی کو گول مار سکتا ہوں چپ چاپ اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔“

”ننگ۔ کیا مطلب؟“

”خاموش۔“ عمران نے ریوڑی اور سے پیل پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ آواز

نکلے۔ اٹھو اور چپ چاپ چلو میرے ساتھ۔“

”کہاں؟“

”جہاں میں جاؤں! اگر تم نے ذمہ برابر بھی کوئی حرکت کی تو جہنم میں

پہنچ جاؤ گے۔“

ڈاکٹر بڑی طرح نرم کس ہو گیا تھا! چپ چاپ اٹھا اور عمران کے ساتھ چلنے

لگا۔ اب عمران نے ریوڑی کو ٹپ کی جاسی جانب دلی جیب میں ڈال لیا تھا اور

اس کی نالی اس کے پیلوں سے بھڑانے ہوئے پیل رہا تھا۔

وہ دیننگ روم کے سامنے سے گزرتے ہوئے نینوں تک آئے۔ اسی طرح

سڑک پر بھی پہنچ گئے۔ لیکن ابھی لگے گھر سے تک اسی طرح ہانا تھا کیونکہ عمران

نے کارو میں پھونک دی تھی۔

”سب کچھ چانک ہوا تھا۔ عمران اس ارادے سے قطن نہیں آیا تھا کہ سب

کچھ کر گزرتے گا۔ خیال تھا کہ ڈاکٹر بھٹاگر کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس



کی نگرانی کرانے لگا۔ لیکن پھر اچانک اسکیم بدل دی۔ کیوں نہ ان لوگوں میں  
ہراس پھیلا یا جائے اس طرح وہ بوکھلا کر آسانی سے بے نقاب ہو جائیں گے۔  
بہر حال اب اس کا ذہن تیزی سے دوسرے پلاٹ بھی مرتب کرتا جا رہا تھا۔

وہ اسے دانش منزل لایا اور ساؤنڈ پروف کر کے اس بند کر کے پھر نکل کھڑا  
ہوا۔ اس وقت وہ بالکل کسی جھوٹے بیڑے سے مشابہ نظر آ رہا تھا۔  
اب اسے میدان پر اور رزکے آؤ بیڑہ روہی مگر جی کی تلاش تھی۔ پیسے اس نے  
سوچا تھا کہ اس کی بھی مگرانی کرانے کا لیکن اب تو اسکیم بدل چکی تھی۔

روہی کے کھڑے معلوم ہو کر وہ بے سبب کلب میں سے گا۔ وہاں پہنچا تو  
سوچنے لگا کہ کسے پہچانے کا کیونکر۔۔۔ بہر حال وہ اندر چلا ہی آیا۔ یہ کہنے کو  
تو برج کلب تھا لیکن حقیقتاً یہاں اعلیٰ چھانے پر جا ہونا تھا۔ ساری ہی میز پر  
جھری نظر آئیں۔ یہاں ہوتا تو بے سبب ہی تھا لیکن بعض لوگ سیکڑوں روپے  
پر پلاٹ کا کھجور کر کے کھینچے بیٹھے تھے۔ اور اہر جیت کا حساب کتاب بعد میں بوجھا  
تھا اس طرح وہ قانون کی گرفت میں بھی نہیں آتے تھے اور قمار بازی کے شوق کی تکمیل  
بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ کلب کے منتظین کے علم میں ہوتا تھا۔

عمران نے پہلے میزوں پر نظر ڈالی اور پھر منیجر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔  
روہی مگر جی کے بیڑہ سبوں سے اس نے اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل  
کر لی تھیں۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں منیجر کے کمرے میں داخل ہو کر اس سے بولا۔  
”براہ کرم مسٹر روہی مگر جی کو جلدی سے بلا دیجئے“

”کیوں؟“ منیجر نے اسے گھورے ہوئے کہا۔  
”میں کے گھر سے بڑی خبر لیا ہوں۔ جلدی کیجئے“

اور منیجر خود ہی اسے بلائے دوڑا گیا۔

کچھ دیر بعد روہی مگر جی نظر آیا اور عمران کو آنکھیں پھاڑ کر گھورنے  
لگا۔

”نعت فرمائیے“

”آپ ہی مسٹر روہی ہیں۔“

”جی ہاں کہئے“

”آپ کا چھوٹا بچہ جیون دہیسے سے گر کر زخمی ہو گیا ہے۔ خانا کھانی کی بڑی  
ٹوٹ گئی ہے۔ بیکوش پڑا ہے۔ میں آپ کے بیڑہ می مسٹر خانا سے ملنے گیا تھا  
انہوں نے مجھے سے کہا کہ آپ کو اطلاع کروں۔ آپ کی مسز وہاں فون کرنے  
آئی تھیں۔ لیکن ان کی لائن خراب ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ پلیس گئے گاڑی ہے؟“  
”اٹو۔“ بہت بہت شکریہ جناب۔ مزدوروں کا۔“ روہی نے کہا اور عمران  
کے بڑھنے سے قبل خود ہی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں نے عدشہ کر گزارا۔ وہاں جناب نے اس نے عمران کے ساتھ دار میں بیٹھے  
سوئے کہا۔ جیون بچہ شیریں ہے۔ لیکن کیا کہا جاسکے ان عورتوں کو۔۔۔۔۔  
زورہ برا رہی پروا نہیں رہ جاتی بچوں کی اگر کوئی جاسوسی ناول لکھ آجائے۔  
یہ اس چلے تو سارے جاسوسی ناول نویسوں کو گوئی سے اڑا دوں۔ اور میری بیوی  
— خدا اس سے سکے۔ جاسوسی ناول سنبھال اور مسمی میں ڈوب گئی۔“  
چاندی طرف سے گھبرے گھر سے ہیں۔ جی کھانا کھا ڈی گا۔“ عمران کا منہ

نے مجھے چھڑ مار دیا۔ اسے جی میں سوئے کی بالیاں لوں گی۔۔۔ وہ ۱۰ بجے جا رہے  
ہیں اور آپ ہیں کہ کتاب پر سے نظر شبلیہ لپیڑوں اور دیکھنے جا رہے ہیں زیادہ  
کسی نے بات بڑھائی تو نیند بولوں کی طرح دانستہ پیس کر دوں۔“ منیجر نے

اور پھر وہی کتاب — خصا غارت کرے — !

”جی ہاں —“ عمران انہی اشارت کرتا ہوا سر ملا کر بولا ”جی ہاں میں تو کہتا ہوں چاہے بال بچوں کی شادی کر دے مگر خود شادی کبھی نہ کرے“

جی — کیا فرمایا — ! ”روہن کے بچے میں حیرت غنی —

”مطلب یہ کہ سر سے شادی کرنی ہی نہ چاہیے“

”جنہیں جناب ضرور کرنی چاہئے — لیکن قرآن و کچھ جمال کر پہلے ہی معلوم کر لین چاہئے کہ ہونیوالی بیوی جاسوسی نادلوں کی شوقین تو نہیں ہے؟“

”پہلے یہی سہی“ عمران سر ملا کر بولا ”اور پھر بالکل خاموش ہو گیا۔ روہن ہی اپنی بیوی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تلخ انداز میں روشنی ڈالتا رہا پھر کچھ

دیر بعد چونکہ کر بولا ”یہ آپ کہہ رہا رہے ہیں“

”دیکھ کر سب حیرت سے“ عمران نے آہستہ سے کہا ”وہاں پھر میں اور کیا کہنا چاہتا تھا؟“

”آؤ —“ روہن نے ہونٹ پیچھنے سے —

”اگرچہ عمران اُسے بھی سیدھا دافش منزل لیا چلا تا — اور اُسے بھی محکوم سا ڈھکڑ برف کرے میں — اور پھر چل پڑا تیسرے آدمی کی تلاش میں — یہ یہ فیصلہ

طوائف تھا جس کا پتہ وہ بیگم سیدہ رضی الدین سے معلوم کر چکا تھا — اس بار روانہ ہونے سے قبل اس نے بیگم زہرا کو فون کر کے دافش منزل پہنچنے کی ہدایت کر دی

غنی ادا سے تباہ و تباہ کر سا ڈھکڑ برف کرے میں وہ قیدی ہیں جنہیں اس کی عدم موجودگی میں نہ بھیڑا جائے۔

خارق کے متعلق پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس وقت بونہر سٹی کی ڈیلیوری

میں ٹینس کھیل رہا ہوگا —

خارق کران کے لئے، جنہی نہیں تھا۔ اُسے سیکڑوں بار دیکھ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ خود اسے دجا تار رہا ہو — کافی وجہ اور تندرست آدمی تھا۔

عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی —

عمران نے قبل کے قریب کھڑے ہو کر ہانک لگا کر پروفیسر طارق کو ن صاحب ہیں“

دونوں کھلاڑیوں کے ہاتھ رک گئے اور طارق نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”فرطیے؟“

”آپ ہی ہیں۔“

”جی ہاں“

”تو مالک بیٹے۔“

اُس نے اپنے پائین کی طرف دیکھا۔ اور پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا ”چلے آؤ“

وہ دونوں برآمدے میں آئے اور عمران نے کسی تہید کے بغیر کہا: ”آپ کو بیگم سیدہ رضی الدین نے بلایا ہے“

”کہاں؟“ اُس نے حیرت سے پوچھا۔

”سول ہسپتال میں — کیا آپ کو اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی۔ فنام کا لاشیہ اشیاء تو دیکھا ہی ہوگا آپ نے۔“

”نہیں آج نہیں دیکھ سکا — کیا بات ہے؟“

”پچھلے رات کسی گاڑی کی ٹکر سے ان کی دین کا بچھلہ صحت تباہ ہو گیا۔ وہ خود ہی ڈوبا ہو کر رہی تھیں۔ شاک سے بیہوش ہو گئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہاں تو نہیں آئیں۔ لیکن ڈاکٹروں کے کچھ دن آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ پریذیوٹ وارڈ

ہیں ہیں۔ آپ میرے ساتھ ہی چل رہے ہیں۔ غلطی ہو رہی ہے؟  
 مدعی ہاں چلوں گا۔ شہر بیٹے ہیں ابھی آیا۔  
 وہ چلا گیا۔ اور عزان حبیب سے پوچھ کر ایک نکال کر اس سے شغل  
 کر لیا۔

طارق کوٹ اور نمین بیٹے میں کراہا آیا اور اس کے ساتھ کار میں  
 بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔

کچھ نہ بولتا اس نے عزان سے پوچھا: آپ کی تعریف؟

”میں بھی ان کے مداحوں میں سے ہوں۔“

دیکھا مطلب۔

”اور کچھ نہ سمجھے گا۔“ عزان ہنس کر بولا: ”میں کے سوشل ورک کی طرف اشارہ“

تھا۔“

”اور کیا سمجھوں گا؟“ طارق نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”دعا جانے۔ بات مداخلت سے کہ میں پہلے بولتا ہوں پھر بغیر تکرار کے

پچھلے دنوں اسی بات پر پتے پتے بچا تھا۔ میرے پردہ میں ایک خاں صاحب  
 رہتے ہیں۔ ایک جگہ رہتے تھے ان کی پردہ نشینی کے آداب کی تعریف کرتے تھے  
 چونکہ میں خواہ مخواہ ہاں میں ہاں ملانے کا عیب عادی ہوں۔ اس نے بول پڑا۔

اجی کہا تو جتنے ہیں آپ کی عزتیں کے۔ ابھی پچھلے ہی دنوں آپ کی بڑی صاحبزادی  
 کسی کام سے کہیں باہر جا رہی تھیں۔ میں نے لاکھ لاکھ سیٹیاں بجا دیں، خوب دانتے  
 کئے مگر کیا حال ہو اس ایک بی بی نے نقاب بٹا کر دیکھا ہو۔ کہنے کو نوک بگیا لیکن  
 پوری بات اس وقت سمجھ میں آئی جب خاں صاحب نے میرا گریبان بکڑ کر دیکھا  
 دیا۔ میں سنا کہ وہی اچھے تھے جناب کہ چند فرشتوں سے بچ بچا کر دیا تھا۔ ورنہ

— اُسے باپ دے۔“

”آپ یہ بدوہہ ہونے کے باوجود بھی دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں طارق  
 نے تلخ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ بالکل بالکل۔“ عزان سر ہلکا کر بولا۔

”اسی طرح وہ آئے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے دالٹن مزن تک لایا۔

اور جب کیا ڈنڈ میں غلطی روک کر وہ ہر ایک کو بولا: ”لیکن یہ سن سنبھال

تو نہیں ہے؟“

”شہنشاہی ہے، کراہ بن جائے گا۔“ عزان نے رپا اور نکال کر اس کی کمر

سے لگاتے ہوئے کہا: ”چپ چاپ بیٹھے آنر چلو۔“

”کھم۔“ یہی مطلب ہے طارق بکھڑا۔

”وہ آخر۔۔۔“ وہ آسے رپا اور سے دھکیلتا ہوا بولا۔

طارق دروازہ کھل کر حبیب چاہ بیٹھے اتر گیا۔ عزان اسے بھی کمرے  
 ہونے کی دھمکی دے کر مارے سے نیچے اتر آیا۔



یرونیس طارق کو بھی ساؤتھ پروف کرے ہیں دھکیل دیا گیا۔

عزان اندر نہیں گیا۔ بلکہ زبرد عمارت میں موجود تھا اس نے عزان کو نیایا

کہ ان کے مدعوں قیدی ایک دوسرے کے لئے اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔

”میں نے آپریشن روم میں دوٹ فون پر دونوں کی گفتگو سنی تھی۔“ بلکہ زبرد

نے کہا: ”وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے بچ رہے تھے کہ وہ کہیں اندر بہاں

کس طرح آپہنٹے — ۱

”اب اس قبیرے کو بھی دیکھو۔“ عمران نے بلیک زیرو کو کہا اور پھر ایک سیٹن مدم کی طرف چلا گیا۔

عمران پرآدھ سے ہی میں ٹھنڈا ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح ان سے گفتگو کا آغاز کرے۔ مزدوری نہیں کروا سب کچھ اعلیٰ ہی ہیں۔ اگر اپنی مملیٰ حاضر کرنے پر اڑ سکتے تو وہ راجن اور سید رضی کو باقاعدہ گواہ بناتے پھر ان کے خلاف کچھ بھی ثابت کر سکتے گا۔ اصل مسئلہ تو سرگرد پر ہاتھ ڈالنے کا تھا اور یہ مزدوری نہیں تھا کہ بیہوشوں یا ان میں سے کوئی اُس سے واقف ہی ہوتا۔ ہذا کھل کر کوئی کارروائی کرنے میں حاضر تھا کہ وہ اور باوہ ہوشیار ہو جاتا، کچھ دیر بعد بلیک زیرو نے اطلاع دی کہ قبیرہ آدمی یقیناً پرتیسر طارق بھی اُن سے واقف نہیں معلوم ہوتا اور وہ بھی اُن دونوں کیسے اجنبی ہے! وہ اب انہیں ایک ایک کر کے قبرستان میں لاؤ۔ دیکھ لینا اُن میں سے کوئی مسلح تو نہیں ہے۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ بھی اسی کمرے میں پہنچ گیا۔ پرتیسر طارق سامنے بیٹھا بیچ و تاب بکھار رہا تھا اور بلیک زیرو دروازے پر اس طرح جاکھڑا تھا جیسے جھلکے کی کوشش کرنے والے کو قتل تک کر دینے سے دریغ نہ کرے گا۔

عمران کو دیکھ کر پرتیسر طارق کے غصے میں اضافہ ہو گیا۔ بیچ کر بول، ”یہ کیا بیہودگی ہے۔ اس کا مقصد —“

جواب عمران نے ہاتھ سے دیا۔ ”گھونسلہ بائیں جیب سے پر پڑا تھا۔ طارق کسی سے قریش پر امٹ گیا۔ پھر اسی انداز میں دوبارہ اٹھا تھا۔

جیسے عمران کا گلا ہی گھونٹ دے گا۔

بلیک زیرو درمیان میں آگیا۔ شاید اُس نے یہی سوچا ہو گا کہ عمران کا ایسا بازو نہ مچے ہے۔۔۔ پرتیسر طارق اُسی پر پھپھٹ گیا۔ لیکن منہ کی کھائی بلیک زیرو جو اس کے لئے بیٹھے سے تیار تھا اُسے قریش پر گرا کر چڑھ بیٹھا۔ اور دونوں کے گدی پر جائے۔

طارق بے بسی سے چہرے پر ”کیا تم لوگ پاگل ہو گئے ہو۔“

”پھوڑ دو“ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

بلیک زیرو اُسے پھوڑ کر مٹ گیا۔ اور عمران اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا پولا یہ کہیں کس نے مشورہ دیا تھا کہ سید کو اپنے ہی سلسلے میں بلیک میل کر دے۔ ”اُدو۔“ طارق ہونٹ جھینچ کر رہ گیا۔ پھر جھک کر خون تھوکنے لگا۔ اس کا نچلا ہوا منہ چھٹ گیا تھا۔

”بتانا پڑے گا“ عمران سانپ کی طرح چھپچھکا رہا اور نہ اتنا مانوس گا کہ مر جاؤ گے اور یہیں کہیں کیا ڈنڈے میں دفن کرادوں گا۔

”تنت۔۔۔“ ایسا نہیں کر سکتے؟“ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفزدہ انداز میں بولا۔

”متناؤں!“ عمران بھر جھپٹا۔

”غصہ ہو۔“ اس نے اسے روکنے کے لئے دونوں ہاتھ اُٹکے جھیلے دیئے

”میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا گا۔“

”تم۔۔۔ میں لے اسے بلیک میل کیا تھا۔“

”کس کے اشارے پر۔“

”میں نہیں جانتا!“ وہ سسکی لے کر بولا۔ ”مجھے ڈاک سے ایک تصویر

ملی تھی جو ہم سی دونوں کی تھی۔ قابل اعتراض حالت میں تصور بھیجنے والے نے لکھا تھا کہ اگر یہ تصور یگانہ سباد کے ساتھ لگ جائے تو وہ تپتی تپ کر ا دے گا۔ پوچھو رہی تھی کہ وہ ماروں کو بھیج دی جائے تو تمہیں ملازمت سے باخبر دھونے پڑیں گے۔ ملنا نظر نہ دی یہی ہو گی کہ کچھ کہا جائے کرو۔ اور پھر اس نے لکھا تھا کہ میں خود اسے بلیک بیل کروں۔ مجبور نہ کرنا پڑا یقین کرو۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“

”خط موجود ہے اس کا۔“

”ہے لیکن۔ بیکار۔ کیونکہ انگریزی میں ٹائپ کیا گیا ہے۔ نیچے کسی کے دستخط بھی نہیں ہیں!“

”دھرم بھی تم نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے یا نہیں؟“

”نہیں۔ ہمیشہ تلف کر دیتا ہوں۔ چونکہ اب احساس ہوا ہے کہ میں کسی غیر ملکی ایجنٹ کے چہندے میں پڑ گیا ہوں۔ اس لئے کوئی ایسی چیز جو ثبوت اپنے پاس نہیں رکھ سکتا جو میری گردن پھنسلے گا باعث شہادت ہے۔ یہ تم کس تیار پر کہہ رہے ہو کہ وہ کوئی غیر ملکی ایجنٹ ہے؟“

”پچھلے دنوں اس نے ایک خاص مسئلے پر مجھے غبار میں بے چینی پھیلانے پر مجبور کیا تھا۔“

”اوہ۔۔۔“ عران کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر غور کر دی ویرجہ اس نے بلیک لبر سے کہا۔ ”مے سے جاؤ۔ دوسرے کو لاؤ۔“

”آپ کون ہیں؟“ وہ طاقی نے حیران ہوئی آواز میں پوچھا۔

لیکن عران کے جواب دینے کی بجائے ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کیا۔ بلیک لبر وہ اسے کر کے سے باہر نکال لے گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر کو لایا جو بالکل کسی ایسے آدمی کی طرح انکھیں پھاڑ بھاڑ کر چلیں تھیکا رہا تھا جیسے رہائشی میں پکڑ لیا گیا ہو۔

”مقام۔“ پائل ہو۔ خط نامک قسم کے باطل!“ وہ عران کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ اس طرح صلاح برگزین نہیں ہو سکتے گا۔ اپنے والدین کو بھیجیو میرے پاس۔“

”مزدور مجھوں گا۔“ عران سر ہلا کر بولا۔

”صرف تیس روپے ہیں مجھے یہاں کمیٹی لائے۔ مگر پر جائے گی پچاس روپے نہیں ہوتی ہے۔ کل نقدی میں بیکر ٹری کر دے دینا۔“

”بہت اچھا۔“ عران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ ”بلیک لبر وہ سے بولا۔ ڈاکٹر صاحب کے لئے چائے لاؤ۔“

”نہیں میں چائے نہیں پیتا۔“ ڈاکٹر جھٹنا کر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”مجھے جلد جانا چاہئے۔ کئی مرتبہ منظر ہوں گے۔“

”جی جیلانے کے لئے دو چار جتنا دوسری قسم کے بے بھی بیٹے جانا۔“

”کیا مطلب۔“ ڈاکٹر جھٹنا کر چونک کر اسے گھورنے لگا۔

”کچھ دن پہلے کوئی عورت تمہیں چند بے دے گئی تھی۔“

”یہ تم بالکل باطل معلوم ہوئے ہو۔ کیسی ایسی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے جانے دو۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ عران کر کسی کی طرف اشارہ کر کے غرایا۔

”نہیں بیٹھوں گا۔“ وہ... کیا سمجھا ہے تم نے۔“

عران نے اس کا شانہ دلوچ کر لبر کو ہستی جھٹا دیا اور بولا۔ ”تم نے اس

آدمی کو دیکھا ہو گا جیسے ابھی اس کے کمرے میں سے جا رہا تھا۔ اس کے

برٹ پھٹ گئے تھے۔ عمن ہو۔ ہاتھ۔ تم ڈیر پھیل کے آدمی ہو۔۔۔ اس نے

غناط رہنا چاہتا ہوں!"

"کیا مطلب۔ یعنی کہ۔"

"ہوں پرتم نے کیا عمل کیا تھا"

"ڈاکٹر صاحبنا کہہ نہ لایا۔ خاموشی سے عمران کو گھورتا رہا! البتہ اس کا سینہ دھونکی کی طرح چومنے اور پیچھے رکھا تھا۔"

"خود ٹری دیٹنگ خاموش رہی اور عمران چھت کا جائزہ لیتا، باہر میکس پر سے لولا۔ اسے چھت سے آٹا ملکا وہ۔ مار پیٹ میں اپنا ہی شمار ہے۔ اگر مر گیا تو خواہ مخواہ اس کی آخری جین جیر کٹا پڑے گی۔"

"کلک۔ کیا کر رہے ہو تم لوگ۔"

"جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ اچھا کر رہے ہیں۔ ویسے اگر تم سچ بتا دو تو مار پیٹ سے بچ جاؤ گے۔"

"کیا بتاؤں۔"

"تم نے ان جوں کا بیک کیا تھا جو تمہیں اس صورت سے ملے تھے۔"

"م۔ میں نے انہیں ایک دوسرے آدمی کے حوالے کر دیا تھا۔"

"یونہی؟" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا۔

"نہیں۔ م۔ میں نے ان کے ناخنوں کو زبردست بنایا تھا اور انہیں ایسے انجکشن دیئے تھے جو ان میں جینیاتی عریک پیدا کر سکیں۔"

"دوبارہ کو حیات کی غنی۔ کیا وہ جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا؟"

"دھنص صرف... ایک بے کے ناشی، مہلک قسم کے زہر میں ڈبوئے گئے تھے"

"اور نتیجہ یہ ہے کہ زہر کا مینٹ تھا جو گہری بیوسنی طاری کرتا ہے اور جوش آنے پر ایسی آقا بہت عموں ہوتی ہے جیسے برسوں سے بیمار رہا ہو۔"۔ لیکن تو

"کون ہو۔"

"دیکھا تمہیں نہیں معلوم ہو سکا کہ ان جوں کے شہر میں کیسی اوجھڑ پائی

"غنی۔"

"میں نے اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں سنا۔"

"خیر۔ اور کیا کام یا جانا ہے۔ تم سے... میرا خیال ہے کہ تم

"زہروں کے بھی ماہر ہو۔"

"یہ درست ہے... زہر میرا غرض موضوع رہے ہیں۔"

"سوئیوں کو بھی زہر آؤد کر سکتے ہو۔"

"ہاں میں نے کچھ سوئیاں زہر آؤد کی تھیں۔"

"مہلک تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"کچھ مہلک تھے اور کچھ صرف پیہوشی طاری کرنے والے۔"

"وہ کس کے لئے تھیں۔"

"کاش میں اسے جانتا ہوتا۔" ڈاکٹر بھرائی بونی آواز میں بولا۔

"دیکھو؟" عمران نے آنکھیں کھلی کر کہا۔ اب جھٹ لو گئے۔"

"تمہیں میں جھٹ نہیں دلوں گا۔ ڈاکٹر کا جبر ناخوشگوار تھا۔ یہ حقیقت

"سچہ کہ میں دے نہیں جاتا۔ کاش میں جانتا ہوتا... کاش میں۔"

"لیکن تم اس سے نئے ایسے کام کیوں انجام دے رہے ہو۔ صورت سے تو

"بہت شریفانہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ کوئی ٹیک میبل ہے۔ مجھے ٹیک میبل کرنا ہے۔ پہلے ایک خالے

"زیر پیر مجھے میری بعض کمزوریوں سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے زہر بردار

"ٹیک میبلنگ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔"

”اور کس قسم کے کام لئے جاتے رہے ہیں تم سے۔“  
 ”میں ابھی تک مختلف قسم کی رہنمائی اور چیزیں تیار کرانی لگی ہیں، لیکن  
 میں ان کے مقصد یا استعمال سے ناواقف ہوں۔“  
 ”مشکریہ ڈاکٹر تمہیں چند دن میرا سامان رہنا پڑے گا۔“  
 ”کیوں؟“ — ”یہ ناممکن ہے۔“  
 ”تم سمجھتے نہیں۔ وہ ایک میرا ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے اور کسی ملک  
 کے لئے جاسوسی کر رہا ہے۔“  
 ”اوہ۔“ ڈاکٹر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔  
 ”تم اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو اس لئے تمہیں آرام سے رکھا جائے گا۔ اگر  
 تمہیں پھر ڈیا گیا تو اسے گرتا رکھ لے میں دشواری ہوگی۔“  
 ”اگر یہ بات ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں — کیا تم ممکنہ سرفرازی  
 سے متعلق رکھتے ہو؟“  
 ”ہاں جیسی سمجھو۔“  
 ”لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ میرے ان جرائم کی پردہ پوشی ہو سکے جن کے سلسلے  
 میں ایک میل ہوتا رہا ہوں۔ ویسے میں تمہیں یقین دلانا چاہوں کہ میں اسٹیٹ  
 کا مجرم نہیں ہوں۔“  
 ”میں تمہیں یقین دلانا چاہوں کہ تمہیں عدالت میں نہیں پیش ہونا پڑے گا۔“  
 ”مشکریہ۔“  
 ”مران نے ایک زبردستی کہا: ”کہہ دیجئے کہ میں ڈاکٹر کے مرنے کا  
 انتظام کر دوں اور انہوں نے ابھی رات کا کھانا بھی نہ کھا یا ہوگا — پھر  
 تیسرے کو بھی لاؤ۔“

ایک زبردستی ڈاکٹر کو لے گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہیں مگر جی کے ساتھ  
 واپس آیا جو بہت زیادہ بڑا فرزند نظر آ رہا تھا۔  
 ”یہ کیا بیوقوف ہے — مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم کس غیر ملکی ایجنٹ کے  
 متعلق پوچھ چکے ہو۔“ مران نے اس کے پیچ کر کہا۔  
 ”یہ قطعاً نہیں ہے۔“ مران نے آہستہ سے جواب دیا۔  
 ”لیکن مجھے کیوں اس طرح پکڑا گیا ہے؟“  
 ”اس لئے کہ تم جی اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھنا سکو گے۔“  
 ”زبردستی۔“  
 ”ہاں خوشی سے نہیں بناؤ گے تو زبردستی ہی کرنی پڑے گی۔“  
 ”میں کسی غیر ملکی ایجنٹ کے متعلق نہیں جانتا۔“  
 ”پھر تو راجن کے، ”پرچیب“ چاہ چلے کیوں نہ تھے۔“  
 ”میں کسی راجن کو نہیں جانتا — تم نے کہا تھا کہ میرے بچے کا ہاتھ ٹوٹ  
 گیا ہے۔“  
 ”مران نے کچھ کہنے کی بجائے اٹھا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا، اور وہ  
 روکھڑا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا — دوسری طرف بلیک زبردستی اس کے  
 جوبانی سے کام تھا کر کے کے لئے تیار ہو گیا۔  
 ”لیکن خداوند تو تیرے دہرے سے ٹکا ہوا آئینا ہی رہ گیا۔ مضبوط ہاتھ پیر کا  
 آدمی تھا اس لئے جی سوچا جاسکتا تھا کہ خیر نہ کھانے کے بعد وہ مران سے  
 پھٹ پڑے گا۔“  
 ”بناؤ — تم کس کے لئے کام کر رہے ہو۔“ مران غرایا۔  
 ”میں نہیں سمجھ سکتا۔“

”شٹ اپ۔ دوسرے آدمی کی حالت دیکھ چکے ہو۔ میں جڑی  
بیدری سے مارتا ہوں۔ یہ سوچے بغیر کہنے والا زبردست گایا مڑ جائے گا۔“  
”میں کچھ نہیں جانتا۔“  
”تم نے اپنی نرم کے کیشیز راجن پور دھری کو کہیں بیگ سیل کیا تھا؟“  
”یہ جو اس ہے۔ میں نے تو ایک مصیبت سے اُسے نجات دلائی تھی اگر  
تم اُس راجن کی بات کر رہے ہو۔“  
”پچاس ہزار کاغبین۔ کیوں؟“ عمران اُس کی آنکھوں میں  
دیکھتا ہوا بولا۔

”ہاں۔“  
”لیکن وہ شایع تمہاری رباضی کا ایک شدید تھی؟“  
”یہ غلط ہے۔“

”بالکل درست ہے۔ کیا تم راجن سے بیان کو ٹھیکہ سکو گئے؟“  
”کوئی بھی کسی کے خلاف الزام تراشی کر سکتا ہے۔“  
”لیکن الزام تراشی نہیں ہے۔ تم نے جس دھڑے پر نے لگایا تھا آج  
میں اسی سے لگا ہوا ہے۔“  
”میں نہیں جانتا کہ تم کس دھڑے کا ذکر کر رہے ہو۔“  
”یہ یوں نہیں اگلے گا۔“ عمران نے بایک زبردست کہا۔ آگ میں  
لوہے کی صلاح پٹاؤ۔“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ راجن مگر جی جینا۔

”مجھے کون روکے گا۔“

”تم جو کچھ بھی کر رہے ہو۔ خلاف قانون ہے۔“

”تمہیں ہمارے قوانین سے کیا سروکار جب کہ ملک ہی سے غداری  
کر رہے ہو۔“  
”یہ خبر تو ہے۔ اسے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔“  
”ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ آٹا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں غدار اور  
معین خیر ملکی ایجنٹوں کا کارپرداز سمجھتا ہوں۔“  
”میں مگر کچھ نہ بولا۔ عمران اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔  
دانتا اُس نے بایک زبردست کہا۔ تم ابھی گئے نہیں۔ میں نے تم سے لوہے  
کی صلاح پہلے کو کہا تھا۔“

بایک زبردست جانے لگا اور راجن مگر جی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مٹھرو۔ مٹھرو۔  
یہ کیا کر رہے ہو۔ تم کوئی ہو۔ کیا جانتے ہو۔؟“  
”کیا اب میں یہ بتانے کی ضرورت دہتی ہے کہ ہم کوئی ہیں۔“ عمران  
نے زبردست بھیجے ہیں کہا۔

”لیکن میں تمہیں کیا بتاؤں؟“  
”تم کس کے لئے کام کر رہے ہو؟“  
”تم راجن سے سب کچھ معلوم کر چکے ہو۔ پھر اب میں اور کیا بتاؤں؟“  
”وہ کس نام معلوم آدمی تمہے لئے کام کر رہا ہے؟“  
”اگر میں بھی یہی کہوں تو تم یقین کر لو گے؟“ اس نے پوچھا۔  
”اگر تم اس سے کوئی مسئلہ جواز پیش کر سکتے۔“

”میں بھی نہیں جانتا کہ کس کے لئے کام کر رہا ہوں۔ مجھے جس بایک پہل کیا  
گیا تھا۔“

”لیکن تم نے راجن کی صلاح کرنے والی کسی پارٹی کی کوئی مثال نہیں؟“





نشاہت ہی میں کر چکے ہیں۔ لہذا وہ راجن اور سمیر کو نکالنے جانے کی کوشش کریں گے تاکہ ان سب کے بارے میں پوچھ گچھ کر سکیں۔ اب تم یہ کردار ان آدمیوں کو بھی میںیں ٹھیک لائے کی کوشش کر دین کہ نام اور پتے وہی مگر جی نے کھوئے ہیں! وہ پھر خاموش ہو کر بچھڑے گئے۔

”اور۔۔۔ دیکھو۔۔۔ اپنے صاحب کے آدمیوں کو سمیر اور راجن کی نگرانی پر مامور کر دو۔ ہر بار اسی کے پاس ایک رقیب پر کار فرما ہونی چاہئے تاکہ وہ ہمیشہ کار فرما کردہ ترین حالات سے باخبر رکھ سکیں۔ یہ سناتے ہمارے مخصوص کوڈز دہرائیں جو نئے چاہئیں؟“

بلبلک زبرد اس وقت اس ہم پر رواد ہو گیا۔  
 عمران آپریشن روم میں آیا اور فون پر لگا کر وہ حال کے نمبر ڈائل کئے۔  
 دوسری طرف سے جواب ملنے میں کچھ دیر لگی۔ کال اس کی لٹی سیکرٹری نے دیکھ کر کہہ گئے ہو لڑائی کر کے کو کہا تھا۔

”ہو۔۔۔ دوسری طرف سے مختصری دیر بعد آواز آئی: ”کون صاحب ہیں؟“  
 عمران۔۔۔“  
 ”آؤ۔۔۔ تم کہاں ہو لڑکے۔ میں آج تمہارے گھر گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تم رات سے غائب ہو۔۔۔ کہاں سے ہول رہے ہو؟“

”یہ نہیں بتا سکتا!“  
 ”پھر کیوں رنگ کیا ہے؟“  
 ”کوئی اور دھمکی اس آدمی کی طرف سے!“  
 ”ابھی تو نہیں۔۔۔“  
 ”میرا خیال ہے کہ آپ اس کی پیشکش قبول کریں؟“  
 ”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ لڑکے۔۔۔“

”مصلحتاً۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کچھ غیر فرشتی برآمدہ ہو جائیں!“  
 ”پھر کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”جی کہ آپ اس سے وعدہ کر لیں۔ پھر میں دیکھ لوں گا!“  
 ”دیکھو۔۔۔ کہیں میں پیسج جی کسی نصیبت میں نہ پھنس جاؤں!“  
 ”میں اپنا ذمہ دار رکھ رہا ہوں۔۔۔“

”تقداری ذمہ داری۔۔۔ تقداری کوئی سرکاری حیثیت تو ہے نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ بسنی مجھے اس پر عبور نہ کرو!“

”ابھی بات ہے۔ اگر اُس نے پیسج جی آپ کو ختم کر دیا تو۔۔۔ نوٹ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔۔۔“

”غراء غراء۔۔۔ مجھے خوفزدہ نہ کرو۔“ پیسج جی اس کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

”بس جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کیجئے۔ اور مجھے مطلع کر دیجئے!“  
 ”کس قریب؟“

”یہ مسئلہ دشوار ہے۔ غیر میں کل آپ کو خبر سے بھی مطلع کر دوں گا۔“ عمران نے ریسپر کرڈیل پر ہلکے کر سلسلہ قطع کر دیا۔

دوسرے دن سریننگ وہ نو آدمی بھی وہاں آچھنے۔ انہوں نے تصدیق کر دی کہ وہی مگر جی ہی لے انہیں اس جہاز میں بیٹھایا تھا۔

لیکن وہ بھی اس سے زیادہ بتا سکے۔ اصل آدمی اب بھی پروڈرنا میں تھا۔ شام ہوتے ہوتے۔ بلبلک زبرد نے عمران کو ایک بڑی غیر مستانی۔

”راجن غائب ہو گیا۔“ اس نے کہا۔  
 ”کیوں؟“ عمران نے آنکھیں نکالیں ”کوئی کر رہا تھا اُس کی نگرانی؟“

کو بھی دوسروں کی مدد کے لئے واپس بھیج دیا۔

سات کو میرا س نے ٹی کڑ دھاگو سے قون پر رابطہ قائم کیا۔ لیکن دھاگو نے بتایا کہ ابھی تک اس نامعلوم آدمی کی طرف سے کوئی نئی دھمکی نہیں ملے۔ اس بار پھر اس نے عمران سے قون پر معلوم کرنا چاہا۔ لیکن عمران دانش منزیل کے خبر کو کسی صورت سے دے ہی نہیں سکتا تھا۔ حالانکہ یہاں کے کچھ برہمن ٹیڈیوں کو ٹیڈی میں روح نہیں تھی۔ پھر بھی غما کو تو رہنا ہی تھا۔ اس نے دھاگو سے کہا کہ وہ خود ہی قون پر اس سے رابطہ قائم کر کے معلومات حاصل کرنا رہے گا۔ ویسے اسے ڈاکٹر دھاگو بچہ عرفزہ وہ معلوم ہوا تھا۔

عمران بار بار آپریشن روم میں جا کر سمیڈ کی نگرانی کرنے والوں کے پیغامات سناتا تھا۔ ابھی تک کوئی نئی بات ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی۔

ویسے اب اسے اپنی سکیم بار آور ہونے میں شبہ ہی تھا؛ راجن کے اغوا نے کیبل گاڑ دیا تھا۔ لاش اس کے آدمی بروقت آگاہ ہو گئے ہونے اور انہوں نے اغوا کنندگان کا تعاقب کیا جوتا۔ غلام انہیں علو گیا تھا کہ راجن کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ چھی تو انہوں نے اغوا کے لئے جھوٹری کا حقیقی حصہ منتخب کیا تھا جسے جھاڑیاں گھیرے ہوئے تھیں۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اگر وہ راجن کی زبان کھولے تو اس میں کامیاب ہو گئے ہوں گے تو شاید سی سمیڈ کی طرف رخ کریں۔ پھر سوتند راجن اس کی شخصیت سے واقف نہیں تھا اس لئے یہ بھی ممکن تھا کہ اس کی شخصیت معلوم کرنے کے لئے وہ سمیڈ کی طرف متوجہ ہی ہو جائے۔ ان کی دانست میں شاید سمیڈ اس کی شخصیت پر روشنی ڈال ہی سکتی۔

میرحال اسے یقین نہیں تھا کہ وہ سمیڈ کے سہارے کسی قدر آگے بھی بڑھ سکے گا!

میرحاجان اور تنویر

”کچھ غائب ہو گیا۔“

”راہبیں یقین تھا کہ وہ جھوٹری ہی میں موجود ہے۔ وہ دور رہ کر نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن جھوٹری دھرت سے جھاڑیوں میں گھری ہوئی ہے! انہوں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا تھا! شام کو جب یہ ان رقع حاجت کے بہانے دھر گیا، تو جھوٹری کی دیوار کوئی نظر آئی۔ راجن کا کہیں پتہ نہیں تھا۔“

”یہ تنویر بیدار نکلیتے وہ تڑپا جا رہے!“ عمران غراہا۔

”دوسروں کی تحقیق میں تھپ رہا جاتی ہیں اس کے ساتھ رہ کر یہ بلیک زیرو

بڑھایا۔“

”دیکھو۔ اگر سمیڈ بھی اچھے سے لگتی تو ہم پھر اندھیرے میں اکتھ پیرا رہتے رہ

جائیں گے۔“

”میں خود جا رہا ہوں اسے دیکھوں گا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ تنویر کو یہاں بھیج دے۔“

بلیک زیرو دھیان لے۔ اور کچھ دیر بعد چوہان اور تنویر وہاں پہنچ گئے۔ عمران نے چوہان سے پوچھا کہ راجن کس طرح غائب ہو گیا تھا۔

”میں نے تو یہ دیکھا تھا کہ جھاڑیوں کی طرف بھی دھیان رکھنا چاہئے۔ لیکن اس نے مضحکہ اڑایا تھا میرا کہنے لگا۔ یاد رکھ لو کہ تو ایسی باتیں سوچنے لگتے ہو جو دھرت کے خواب و خیال میں بھی نہ ہوں۔ آخر وہی ہوا۔ وہ لوگ جھاڑیوں ہی کی طرف کا سعد توڑ کر اسے نکال لے گئے۔ اندر غنیمتی طور پر جو دھبہ ہوا تھا۔ کیونکہ اسٹول اٹنے چکے تھے اور شیف بھی الٹ گئی تھی۔ کئی رتن ٹوٹ گئے تھے۔“

عمران غاموش ہو رہا۔۔۔ مصلحتاً تنویر سے کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد چوہان

تقریباً نو بجے شعب ٹرانسٹیر ہسپتال میں موصول ہونا شروع ہوئے۔  
ہسپتال کو ڈورنگز میں تھے۔ جن کے مطابق سمیر ہسپتال سے باہر آیا سہا رنگ کی  
ایک چھوٹی سی گاڑی بیٹھ گئی تھی۔ کار خال تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی لپاؤنڈ  
سے نکال کر سڑک پر لائی تھی۔

اور اب ریڈیو کار کے پیغامات موصول ہو رہے تھے۔

”سمیر کی کار.... دیر الے کی طرف جا رہی ہے۔ وہ تنہا ہے.... خود  
ہی کار ڈرائیو کر رہی ہے۔ ہمارے نیچے کوئی دوسری گاڑی نہیں ہے....“  
”اس کی کار کھر جا رہی ہے!“ عمران نے پوچھا۔ ”سول ہسپتال سے سمت  
کا تعین کرو؟“

”اگر ریڈیو پر شمال کی جانب“ جواب ملا۔

”تحقیق ہے۔“ تعاقب جاری رکھو۔ لیکن اس انداز میں کہ اسے تعاقب  
کا شبہ نہ ہو سکے۔“

چھوڑنا چاہی۔ صرف کار کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی یہ وہ کشمکش پوسٹ کے سامنے والے کچے راستے  
پر بائیں جانب مڑ رہی ہے۔“

”اسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ بجھا کر تعاقب جاری رکھو۔“ عمران نے کہا۔

اس کے بعد چھ کار کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد آواز آئی اس راستے کے سرے پر ایک عمارت  
واقع ہے.... وہ اس میں داخل ہوئی ہے۔ کار باہر ہی کھڑی ہے۔ چمکنے

اپنی گاڑی قریبی جھارپوں میں بچھا دی ہے اور عمارت کی ٹکران کر رہے ہیں۔“

”عمار کے چاروں طرف پھیل جاؤ۔ ایک آدمی ٹرانسٹیر پر رہے۔“ عمران

نے کہا۔

اب ٹرانسٹیر پر کار کے انجن کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

”کہیں۔ کیا رہا۔“ عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”میں صفحہ۔“ ریڈیو پر ہوئی۔ ”چوہان بخارہ اور صفائی عمارت کی ٹکران

کر رہے ہیں۔ آہ.... کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ

ادھر ہی آ رہی ہے۔“

”عقاد رہو۔“ عمران نے کہا۔

کچھ دیر تک سکوت رہا اور پھر صفحہ کی آواز سنائی دی۔ ”ایک بڑی سی

دین ہے۔ کئی آدمی اتارے ہیں۔ وہ عمارت کی طرف جا رہے ہیں۔“

”جو کشتیاں رہو۔“ عمران مضطربانہ آواز میں بولا۔ ”میں بھی آ رہا ہوں۔“

عمران نے سفری ٹرانسٹیر سنبھالا۔ فی الحال یہاں دالٹس منزل میں کوئی ریڈیو

لا رہا ہو دیکھیں تھی۔ گیارہ بجے سمیر نکالی اور کچھ ڈنڈے میں پہنچ کر کھل گئی۔

اٹھائی بجے کیسے ایک ٹامی گن دیکھیں تھی اور دافتر مقنن میں کارلوس بھی تھے۔

اس نے ٹامی گن کو تھپک کیا اور پھر اسی طرح سیٹ کے نیچے رکھ کر انجن اسٹارٹ

کیا۔ ٹرانسٹیر کا سوچ آئی کر دیا۔

منزل مقصود کا نقشہ ڈھونڈ میں محفوظ تھا۔ جیپ فرسٹ بھرتی ہوئی لپاؤنڈ سے

شرک پر نکل آئی۔ ٹرانسٹیر ڈرائیو بورڈ کے ایک نمائے میں رکھ دیا تھا۔ ایک

مخصوص فری کوکسی پر کام کر رہا تھا۔

”ہو۔“ جو.... اس نے کہا۔ ”صفحہ۔“

”میں صفحہ رول رہا ہوں!“ کوڈورنگز میں جواب ملا۔

”کیا پوزیشن ہے؟“

”دو فرش کاڈیاں باہر موجود ہیں۔ کوئی اچھی تک باہر نہیں نکلا۔  
 ہمارے آدمیوں سے بھی کوئی خاص اطلاع نہیں ملی۔“  
 ”میں دہلی پہنچ رہا ہوں۔“ استاد نے غبر پانچ پر... آواز کی سمت  
 پہلے آنا۔“

”بہت بہتر۔“

جیپ فرسٹ بھرتی دی۔ کسٹ پر سٹ کے قریب پہنچ کر وہ ہلے ہوئے استے  
 پر دو گیا۔

”ہو۔ ہو۔“ اس نے پھر صفحہ کو مخاطب کیا۔

”ہو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کسٹ پر سٹ سے اندازاً کتنا فاصلہ ہو گا۔“

”یقیناً ساڑھے تین میل۔“ آواز آئی۔ ”آپ کہاں ہیں؟“

”کچھ راستے پر مڑ چکا ہوں۔“

”اب یہاں بعض کھڑکیوں میں روشنی نظر آ رہی ہے۔“

”جسٹ بشار رہو۔“

اس نے انداز سے ایک جگہ جیپ رک دی اور اسے بائیں جانب  
 والی ڈھلان میں اتارنا چاہا۔ نیچے بعض جگہ گاڑیاں بھی تھیں۔ اس نے اس  
 طرح جیپ بھارتیوں کی اوٹ میں کھڑکی کی کراہ پر دو لے کچے راستے سے  
 با آسانی نظر نہ آ سکے۔

پھر اس نے سیٹ کے نیچے سے ٹامی گن نکال میگزین کی پٹیاں نکالیں  
 اور پیدل ہی مغرب کی طرف چل پڑا۔ رشتہ خاصی تیز تھی۔ عمارت تک  
 پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

اس نے ایک جگہ رگ کرکٹوں کی طرح رونا شروع کیا۔... اور پھر  
 بھر نکلے تھی لگا۔ ایک سا تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔  
 غالباً بروہی استاد تھا جس کے متعلق اس نے ٹرانسپیر پر صفحہ کو بتایا تھا۔  
 آگے والا بھی صفحہ ہی نکلا۔

”خاور نے اٹھ جانے کے لئے راستہ بھی تلاش کر لیا ہے۔“ اس نے  
 حیران سے کہا۔

”اچھی خبر ہے۔“ حیران بولا۔ ویسے کوئی باہر تو نہیں آیا۔

”نہیں۔“ صفحہ نے جواب دیا۔

”عمارت کے قریب پہنچ کر وہ زمین پر لیٹ گئے اور سینے کے بل  
 کھسک کھسک کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔“

اسی طرح صفحہ اسے عمارت کی پشت پر لے آیا۔ یہاں چوہان  
 خاور اور نعمانی موجود تھے۔

”مذہب آدمیوں کو اندر پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔“ حیران نے کہہ کر دو  
 باہر تھہرے۔ ایک عمارت کی پشت پر رہے اور ایک سامنے۔ ٹال ان دو  
 اطراف کے علاوہ اور کسی طرف تو کھاسی کے راستے نہیں۔“

”نہیں بھادر۔“ جواب دیا۔ ”میں ابھی طرح جائزہ لے چکا ہوں!“

”چلو۔ وہ راستہ دکھاؤ۔“ حیران نے خاور سے کہا۔ اور دوسرے بولا۔

”چوہان اور نعمانی باہر منتظر ہیں۔“

وہ آگے بڑھے۔ یہ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو باہر سے مغلقل تھی، صفحہ  
 نے جیپ سے جانو نکال جس میں کارک اسکو یو اور ایک سو جا بھی فٹ تھا۔ پھر  
 اسے نفل کھولتے ہیں زیادہ دیر نہیں لگی۔ دروازہ کھول کر وہ آگے بڑھے۔ چوہان

ماضی خاص میں کوڑے کاڑھے ڈھیر نظر آ رہے تھے۔ آگے ایک درہچکے  
طر آ یا جو دراصل ایک طویل راہداری کے اختتام پر واقع تھا۔ وہ راہداری میں  
اصل ہو کر احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ عمن کے ہاتھ میں پیلن ٹاپرنگ مٹی  
روشنی کی باریک سی لکیر حرکت کرتی رہی۔



راہداری کا اختتام ایک اس سے بھی زیادہ طویل راہداری پر ہوا تھا  
جو دایلیں بائیں دونوں جانب پھیل ہوئی تھی۔ بائیں بازو کے چند روشنائوں  
میں روشنی نظر آئی۔

عمران رگ گیا۔ اس کے سامنے قطار میں اس کے پیچھے آئے تھے۔  
انہوں نے کچھ آواز بھی نہیں لیکن گفتگو سمجھ میں نہ آئی۔ آوازیں بند کرے  
میں گونج رہی تھیں۔

عمران یا متنگل بندروانے کی طرف بڑھا۔ ضعیف سی بھری تار بھی تھی  
کہ دروازہ اندر سے ہٹ نہیں ہے۔ اس نے میٹل کیڑا کر آمستہ سے اپنی طرف  
صیغہ بھری غائب ہو گئی! اور اس نے نکل کے سوارخ سے اپنی آنکھ لگا دی۔

اندازہ روز روشنی نہیں تھی۔ کمزور کاٹی جڑا تھا اور دوڑے کیر و دین میپ  
روشن تھے لیکن پھر بھی کمرے کو پوری طرح روشن رکھنے کے لئے ناکافی ہی تھے۔

اندرونی آدمی نظر آئے لیکن ایک کے علاوہ اور مسابہ عقیدہ عام غیر ملکی  
تھے۔ ان میں کرنل ڈوہرنگ بھی نظر آیا۔ لیکن ان کے درمیان ڈاکٹر دعا گو کی  
موجودگی متحرک تھی۔

ماننے آرام کر سی پر سمیعہ نیم دراز مٹی اور قریبی میز پر رکھے ہوئے  
کیر و دین میپ کی روشنی اس کے چہرے پر پوری طرح پڑ رہی تھی! اس کی  
آنکھوں کے خوف جھانک رہا تھا۔

دلقارنل ڈوہرنگ نے ڈاکٹر دعا گو سے کہا: "ڈاکٹر... میرا خیال ہے کہ  
وہی کے حادثے کی وجہ سے اس کی یادداشت پر بھی اثر پڑا ہے۔۔۔ اور اسے  
ٹشیک سے کچھ یاد ہی نہیں ہیں کیا بتائے گی؟"

"میں پوچھتی ہوں... طارقی کہاں ہے؟" سمیعہ نے کہ کیا پی ہوئی آواز  
میں کہا۔

"جہنم میں آلودہ رنگ خرابا یہ میں نہیں جانتا۔ اگر وہ کسی مصیبت  
میں پھنسا ہوا کتا تو اس کی فوج دار بھی تم ہی ہو سکتی ہو۔ اسی لئے تو کہہ رہا ہوں  
کہ سب کچھ سچ سچ بتاؤ۔۔۔ تاکہ آس کے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کیا جاسکے؟"

"مجھے کس نے بلیک میل کیا تھا۔ تم کون ہو۔۔۔"  
"میں کوئی بھی ہوں۔ لیکن تمہیں ایک بڑے جہال سے بچانا چاہتا ہوں۔  
اعتراف کرو کہ تم جو بڑے ٹک پیٹے ہو کئی تھیں؟"

"جس آدمی سے مجھے وہاں ملنا تھا اسی سے پوچھ لو نا!" سمیعہ نے خود فردہ  
سی آواز میں کہا۔

"اُس نے خود کشتی کر لی۔ نہ ہر کھایا۔ ایسا کیوں ہوا۔ کوئی نہ کوئی  
وجہ ضرور ہو گی؟"

عمران نے سمیعہ کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دیکھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا  
تھا جیسے کوئی محبت بڑا ہو اور اس کے سینے پر سے ہٹ گیا ہو۔  
"دبس زہرہ نقین مذکورہ۔۔۔ سمیعہ نے جھلائے ہوئے پیسے میں کہا۔

عمران سوچ رہا تھا۔ نوراجن نے خودکشی کر لی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سمیہ سے اس طرح کچھ اگلا لینے کی کوشش ہی کیوں کی جاتی۔  
 ”مجھے خبر کرو، دفعتاً ڈاکٹر دعا کو ہاتھ اٹھا کر بولا: ”انہیں فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔“ نتیجہ باتیں پھر دیکھیں جائیں گی۔“ عطر سمیہ آپ سوئے کی کوشش کیجیے۔“

”میں جوشش میں آنے کے بعد سے پھر نہیں سو سکی۔“

”تم سو جاؤ گی۔ میری طرف دیکھو۔“

سمیہ ڈاکٹر دعا کی طرف دیکھنے لگی اور عمران نے عکس کیا جیسے کوشش کے باوجود وہ اس کے چہرے پر اتنی نظر ڈال رہی تھی کہ کامیاب نہ ہو رہی ہو۔  
 دفعتاً کمرے میں سانپ کی سی ہنستا گرجی ”تم سو۔ ہی۔ ہی۔ سو۔ تماری جلیکس بھاری ہوتی جا رہی ہیں۔ تم سو۔ ہی۔ ہوتا۔“

”ہاں مجھے نیند آرہی ہے؟ سمیہ کی آواز بید تکلیف تھی۔“

”تم تھرا رہی، آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ تم گہری نیند سو جاؤ گی۔ لیکن میرے لئے تمہارا ذہن جاگتا رہے گا۔ تم میرے سوالات کا جواب دو گی۔“

سمیہ کی آنکھیں حقیقتاً بند ہو گئی تھیں اور گہری گہری سانس لے رہی تھی۔  
 ڈاکٹر دعا کو نے آگے بڑھ کر انگلی سے اس کی جیبیائی پر ہتھوڑے دیئے لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ جیسے دھرت پٹری ہی۔

”تم تم میرے سوالات کا جواب دو گی سمیہ!“

”وہ لگی“ اس نے دبستہ آنکھیں بند کئے ہوئے کہا۔ آواز دور سے آنی ہوئی عکس ہو رہی تھی۔

”تم تجھ پٹری میں گئی تھیں؟“

”ہاں گئی تھی۔“

”وہاں کی جوتھی۔“

”ایک بوڑھا آدمی تھی جو کچھ پڑا کر دین تک لایا تھا۔ پھر وہ اگلی صیٹ پر میرے پاس بیٹھ گیا اور یہ اور نکال کر میری کرت نکاتے ہوئے کسی کو تڑوسے کر کہا کہ وہ لاش کو دین میں رکھ دے۔ اس آدمی سے، اس کا نام بھی پوچھا تھا۔ اس نے اپنا نام راجن جودھری بتایا تھا۔“

”پھر وہ آدمی کہاں لے گیا تھا؟“

”میں جہاں جانتی وہ عمارت کس علاقے میں ہے۔ مجھے جوشش ہی نہیں تھا کہ کہاں جا رہی ہوں۔ پھر وہ جہاں وہ گاڑی موٹر لے کر کہاں موٹر لے گئی۔“

”وہاں کو کیسی پتہ حادثہ پیش آیا تھا؟“

”نہیں۔ وہ اسکیم اسی نے بنائی تھی۔ سب سے پہلے اس نے مجھے طارق کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ پھر کہا تھا کہ تم چپ چاپ ہینٹل ہو سنا جاؤ۔ وہ ہمیں جواب دہی کرتی رہے گی۔ اس نے مجھے کسی قسم کا انگلشن دے کر ہیرکس کر دیا تھا پھر مجھے نہیں معلوم کر گیا ہوں۔ میں نے جوشش میں آنے پر جو بیان دیا تھا وہ اسی کا ترتیب دیا ہوتا تھا۔“

”اس بوڑھے کا حلیہ باری کر۔“

”وہ بوڑھا نہیں تھا۔ حشر علی سفید ٹاڈھی لگا رکھی تھی۔ جوان آدمی تھا۔“

”پھر اس نے عمران کا حلیہ دہرا دیا۔“

”اس کے بعد دعا کو نے پھر کچھ نہیں دیا۔ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔“

”کیا بات ہے؟“ ڈویرنگ نے پوچھا اور ڈاکٹر دعا سب کچھ انگریزی میں دہراتے ہوئے بولا: ”علیہ عمران کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔“

ہوئی اٹھ بیٹھی۔

دادا دے۔ عزراں یہ کہہ کر ڈوہڑی گنگ منجھل کر خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

دشت اب؟ عزراں خرابا۔

”اؤہ خدا کا شکریہ ہے تم ہو۔“ سمیہ زور سے بول۔ ایسا عروس ہوا جیسے

حلق سے آواز نکالنے کے لئے کانی فوت صرف کرتی پڑی ہو۔

”میں نہیں جانتی یہ لوگ کون ہیں؟“ وہ پھر بھینچی۔

عزراں سختی سے برٹ بھینچنے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھی جیس کرے میں داخل

ہو گئے تھے۔ اس طرح کہ دروازے ہی پر آڑے دیں۔ کہ میں نکالی کا صرف

بھی ایک دروازہ تھا۔

”اؤہ۔“ یہ کہہ کر ہے؟ دعا گو چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ وہ مقبرانہ

انما میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

”تم ہی بتاؤ گے؟“ عزراں تہرہ لے لے کر بولے۔

یہ لوگ مجھے ایک ایسی مریض کے لئے بیان لائے تھے جو اپنی یادداشت

کھو بیٹھی تھی۔ اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ لہذا میں نے اسے

پوچھنا شروع کیا۔

”سچ ہے؟“ عزراں نے جیت سے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ میں ہی دیکھتا جا رہا

تھا کہ تم چنانچہ تم سے بھی ماہر ہو یا نہیں۔ اس وقت اس کی بھی تصدیق ہو گئی

دعایا ماہر ہو۔ اگر کسی آدمی کو کرائس جس لاکر یہ بات اس کے ذہن نشین کرادو کہ

اسے خود کسی گرفت ہے تو وہ یقینی طور پر خود کشی کرے گا۔

”کیا مطلب ہے؟“ دعا گو پھل پھلایا۔

وہ ڈونچ میکر ٹری یاد ہے ڈاکٹر جس نے ہمارے چھانک پر دیوالور سے

خود کشی کر لی تھی۔

عزراں! ڈوہڑی گنگ اچھل پڑا۔

”ہاں۔ میری بات سنا۔“ دعا گو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس عورت سمیہ

کو پھر سہیل داپس جانا چاہئے! ہو سکتا ہے کہ وہ دوبارہ اس سے رابطہ قائم

کرنے کی کوشش کرے اس طرح مارا جائے گا۔

”اؤہ اسے تو جہر دیتے بھی ڈوہڑی نکالیں گے؟“ ڈوہڑی گنگ اڑ کر بولا

”نا ممکن ہے۔ وہ رہو پوشش چوکیا ہے۔“

”اچھا تو پھر سے پوشش میں لاؤ۔“ ہم اسے اس بات پر آمادہ کر دیں گے

اگر تیار نہ ہوئی تو کوئی مار دیں گے۔

”اے سونے۔۔۔ خود سے جاگنا بہتر ہوگا۔“ دعا گو نے کچھ سوچتے ہوئے

کہا اس کے دوبارہ جانگے کب میں ہمیں خبروں کا۔

”تھماری شخصیت کی وجہ سے اس کی قربت آئی؟“ ڈوہڑی گنگ نے پھیلے ہاتھ

میں کہا۔

”کو کس مت کر۔“ میں نہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ تم سب میرے

ساتھ رہو دعا گو خرابا۔

ڈوہڑی گنگ اُسے گھور کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

دفعتاً عزراں نے دروازے کو دھڑک دیا۔ دونوں پاٹ کھل گئے اور دھائی

گن کی نال ان کی طرف سیدھی ہو گئی۔

وہ سب بڑھکلائے تھے۔ ایک سفید خام غیر ملکی لینے ہو لٹر پر باغ

ٹائلز کی کوشش کی تھی مگر ٹائلز کی سرخ زبان تلخ پڑی اور گولیاں اس کے سر

سے ایک بالشت کی اونچائی سے گزرتی ہوئی دوسری طرف کی دیوار میں پرت ہو گئیں

ٹائلز گن کی آواز سمیہ کی تنزیہ میں غلغلہ انداز ہوئی۔ وہ آنکھیں ملتی



”راہ۔ اہل تو میر۔“

”میں معلوم ہو گیا تھا کہ پولیس اس کے چپے ہے اور نہیں جانتا تھا کہ تم ہی اس تنظیم کے سرخیز ہو۔ وہ ان دنوں انجمن میں جتنا تھا! اتنا سے تعلق کسٹن پایا ہو گا کہ ایک ماہر نسیات بھی ہو۔ اس نے سکون حاصل کرنے کے لیے اسے چلا آیا تھا تاہم اسے ٹرانس میں لا کر اسے خود کشی کی ترغیب دیتے نہ لیکن اس کے لیے خبر تھی کہ وہ خود کشی کے لیے جسے تیار رہی چاہے تھپ کرے گا۔ تم شاید یہ بحث کرنا جھل گئے تھے کہ خود کشی اپنے مکان ہی پر کرے۔“

”یہ پہرہ کی ہے۔ یہ کیوں اس ہے؟“

”میرا کٹر تم جیت دین آدمی ہو۔۔۔ تم نے اپنی زبان سے یہ شہادت کر کے اور اتنا کار کسے ہو کر رہ گئے۔ اگر تم اس کی خود کشی کے بعد خاموش رہ جاتے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے تو شاید یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ میں حادہ گر نہیں تھا کہ اس کی خود کشی کے اسباب معلوم کر کے کہیں سلاخوں کے چپے چھکیل دیتا۔ تم نے مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش شروع کر دی۔ بل بلے والے معاملے میں ناکام ہونے کے بعد تم نے خود اپنی ذات پر بھی کسی پلاٹ کو آزمایا لا کر تمہارے خلاف کچھ شبہات ہوں بھی تو رخ ہو جائیں۔ انتہائی احتیاط عمل تھا کیٹر۔ تھا یا نہیں۔ بہر حال مجھے ختم کر دینے کی کوششیں جاری رہیں! پھر تم نے اس بیماری مار تھا کہ بھی ختم کر دیا۔ جس پر یاد رکھنے کے لئے کہ وہ حادثہ اسی نامعلوم آدمی کی دھمکیوں کا ایک جزو تھا۔ یعنی اگر تم نے اس کے احکامات سے نترانی کی تو وہ تمہیں بھی اسی طرح ختم کر دے گا۔ اس معرکہ کی سرت میرے سینے میں کس جوا لکھی کے لاہ سے کی طرح کھول رہی ہے؟“

”یہ تم لوگوں نے جسے کچھ نہیں لایا تھا۔ ڈاکٹر دعا گو نے ڈوہ بزنس سے انگریزی میں کہا۔“

”یہ کیا کہہ رہا ہے! ڈوہ بزنس نے پوچھا اور دعا گو نے ان کی گفتگو کا لب لباب لے کر انگریزی میں بتائے اور احتیاط انداز میں ہنسنے لگا۔“

”کیوں یہ سب کیا کہاس ہے؟ ڈوہ بزنس نے عمران سے پوچھا۔“

”تم چپ رہو گندے سورا“ عمران نے اسی گنگ کا رخ اسکی جانب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم زوی صیبت پر محض جاؤ گے! میں ایک غیر ملکی سفارت محلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تمہارا باپ بھی اس سلسلے میں کچھ کر سکتے گا۔“

”میں کہتا ہوں کہ اس بند کر۔“ عمران غرایا۔ ”تم نے مجھے اٹھانے کے لیے اپنی بیٹی پر بھی وہ بیوقوفی ظاہر کرنے والی زہریلی سونے آزمائی تھی۔“

”سب کہاس ہے۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟“

”میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے! ڈاکٹر دعا گو اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بڑبڑایا۔“

”ابھی کچھ میں آجائے گا یہ عمران نے کہا اور حمید سے پوچھا: ”تم یہاں کیوں آتی تھیں؟“

”مجھے طارق نے فون کیا تھا کہ وہ رات کو مجھ سے یہاں ملنا چاہتا ہے۔“

”ایک سیاہ رنگ کی کلاہ ہسپتال کی کپڑاؤں میں کھڑی ہے گی کچھ چاپ کل آتا ہے۔“

”کب فون کیا تھا؟“

”آج ہی۔“

”لیکن وہ تو میری قید میں ہے۔ کیا تم اس کی آواز نہیں پہچانتی۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ فون پر کھانسی رہا تھا اور کلام کا عذر بھی کیا تھا۔“

”سنو۔ بلیک میل۔“ عمران ڈاکٹر دعا گو کو مخاطب کر کے بولا۔ ”کچھ دیر پہلے تم نے ڈوہ بزنس سے کہا تھا کہ تم اسے سزا دے نہیں سزا دے اور وہ ان معاملات میں تمہارا ماتحت نہیں ہے؟“

در تم خواب کیجئے رہے تھے شاید یہ ڈاکٹر و عاگو مسکا کر بولا۔

دعنا ایک خانہ بھا اور ڈوہرنگ کا ایک سفید خام ساتھی مائیں بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے چیتا بھاد بھار سے جا بھرایا۔ اور ساتھ ہی پشت سے صدر کی آواز آئی۔

”یہ رہا اور نکالنے کی کوشش کر رہا تھا“

ڈوہرنگ اور اس کے دو سرے ساتھی بلند آوازیں گایاں کہنے لگے۔  
”واقعی یہ کیا لغویت ہے؟“ ڈاکٹر و عاگو چیخ کر بولا ”تمہارا دماغ تو نہیں خواب پر گیا۔“

”وہ عاگو کہ شک پر جانے۔“ عمران مسکرایا۔ پھر ڈوہرنگ اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ”تم سب اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ میرے آدمی تمہاری جان تلاش نہیں کئے۔“  
فطرتی در بہ بعد صدر نے تین رہا اور پر آدے کئے اور انہیں پھر ہاتھ لگا بیٹھ کا حکم دیا گیا۔

”ڈوہرنگ؟“ عمران بولا ”تم مجھے اپنی حرکات سے متعلق ایک تحریر دو گے؟“  
”میں کوئی تحریر نہیں دے سکتا۔“ ڈوہرنگ نے لا پر دمان سے نشانوں کو جنبش دی ”میں کہتا ہوں میں جانے دو۔“ وہ نہ تمہاری حکومت کو بچپانا پڑے گا۔“

اتنے میں ایک میپنگ کی ویڈیو کھلے لگی۔ شاید اس میں میل مٹ ہو چکا تھا۔ پھر ایک بار وہ بچھ ہی گیا۔ کرے میں روشنی کم ہو گئی۔ دعنا عمران نے صدر سے کہا ”تم ریڈیو کار سے اپنے چیٹ کے نام پیغام بھیجو۔“ ڈاکٹر و عاگو کوئی کٹلاشی لے جانے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ان تیرہ خانے بھی ہیں۔  
”ایسا نہیں ہو سکتا؟“ ڈاکٹر و عاگو دبا دبا۔

”یقیناً ہو گا۔“ صدر جاؤ۔“ اور صدر باہر نکل گیا۔

”مم۔۔۔۔۔ میں بھی جاؤں گی؟“ سیدہ سنائی۔

”شیک ہے؟“ عمران نے کہا اور صدر کو آواز دی۔ وہ واپس آیا اور عمران نے اس سے کہا ”ان عذرہ کو جس نے جاؤ۔ لیکن ان کی واپسی ہمارے ساتھ ہی ہوگی؟“

صدر اسے ساتھ لے گیا۔

”تم اچھا نہیں کر رہے ہو؟“ ڈاکٹر و عاگو بھلائے ہوئے لیے میں بولا ”میرے خلاص کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے؟“

”یہ پر لازم ہے نہیں پریشان نہ ہونا چاہئے اچھے یقین تھا کہ وہ بلیک میل اور تنظیم کے سرخند تم ہی ہو جب چاہتا تھا نہیں جھوٹا۔ لیکن مزید اطمینان کے لئے چاہتا تھا کہ تم سب کہیں بھی نظر آ جاؤ۔“ تم ڈیٹی میکر ٹری کی خودکشی کے بعد ہی میری سیٹ پر آ گئے تھے۔ تم سے ایک طاقت سرزد ہوئی تھی۔ وہ بیان جو تم نے اس کی خودکشی کے بعد پولیس کو دیا تھا۔ تم نے اس کے بچوں کا تذکرہ کیا تھا جس کے مستقبل کے خیال سے وہ پریشان تھا۔ حالانکہ وہ لالہ تھا۔ اس کے کہیں کوئی بچہ سوا ہی نہیں تھا۔ تم نے یہی اٹکل سے اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کے لئے بچوں کے مستقبل کا جتنی تذکرہ کر دیا تھا۔ باوجود یہاں نہیں۔ پھر تم سے طاقتوں پر حاکمیت ہوئی چلا گئیں۔ کلا داس زہری سونی کا نشانہ اس نے بانی گئی تھی کہ ڈوہرنگ کی طرف سے ہماری توجہ ہٹ جانے اور ہم کسی تیسرے آدمی کی تلاش میں سرگرداں ہو جائیں۔“

”بھو اس کے جاؤ۔“ میں نہیں جانتا کہ تم کس کلا را اور ڈوہرنگ کی بات کر رہے ہو۔“

”دیکھو رکے؟“ دعنا ڈوہرنگ بولا ”اب یہ مذاق ختم کر۔ تم لے جاوے

ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔  
 "خشت اپ" عمران نے اسے ٹھکارا اور پھر اپنے آدمیوں سے پوچھا "بتکریاں بھی ہیں کسی گاڑی میں۔؟"  
 "جی ہاں کوئی جواب بھی نہیں دیتے پایا تھا کہ ڈوب رنگ نے اس چوٹی سی گولی میز پر پھونک دی جس پر دوسرا میپ رکھا ہوا تھا۔ میپ گڑا اور اندھیرا چھا گیا۔ عمران "خبردار" کی چمک ہی ٹٹا کر رہ گیا اور اندھیرے میں خاصی بڑبڑاہٹ پڑ گئی۔  
 عمران چاہتا تھا کہ رنگ شروع کر دیتا لیکن وہاں اس کے آدمی بھی تھے اور پھر ایک غیر ملکی سفارت خانے کا سامنا تھا اس لئے وہ بھی محتاط رہنا چاہتا تھا ان غیر ملکیوں میں سے کسی کی موت دشمناریاں پیدا کر دیتی۔  
 ڈراہی سی دیر میں اس نے عکس کیا کہ وہ تنہا رہ گیا ہے۔ پھر اسے اپنی حالت کا احساس ہوا۔ وہ پشیل نا پرج بھی استعمال کر سکتا تھا۔ ڈوب رنگ اور اس کے ساتھی پہلے ہی ہسپتال کے باہر چلے گئے تھے اس لئے اس کا بھی صلہ نہیں تھا کہ پشیل نا پرج روشن ہوتے ہی کوئی اس پر نازل کر دے گا۔  
 وہ پشیل نا پرج روشنی کر کے آگے بڑھا یا باں بازو دوسرے پشیل باربا تھا۔ زخم میں شاید پھر کوئی گولہ پڑ ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے پورا ایلیاں ہاتھ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا ہو۔  
 "بابر اندھیرے میں کئی آدمی جھانکنے لگے۔ لیکن وہ نازل کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ بروکنا تھا کہ اس کا بھی کوئی ماتحت گولیوں کی زد میں آجائے۔  
 اور پھر وہ سب اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ لیکن ایک جگہ دو آدمی کھتے ہوئے نظر آئے۔ اور عمران نے آواز دی "کون ہے۔"

"ٹوٹو۔ ڈاکٹر۔ دعاگو۔" اس نے عمار کی آواز سنی۔

اور پھر ایک کو پھیل کر دوڑ کر گئے دیکھا۔

"وہ کیا۔ نکل گیا۔" غائب ہونے پر ہی ولے کی آواز سنی اور وہ غلام تھا عمران جھانکنے والے کے پیچھے دو ڈراہوڑیل ٹول کے اعتبار سے ڈاکٹر دعاگو ہی معلوم ہوتا تھا۔

لیکن اس خشت کے باوجود بھی وہ بہت تیز و دوڑ رہا تھا۔

عمران کو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر خندہ ہوا کہ کہیں وہ بھی ذرا اندھیرے میں ٹکڑوں سے اوچھل کر جاوے۔ بائیں ہاتھ کی تکلیف کی وجہ سے خود اس کا تیز و دوڑنا تقریباً ناممکن ہی ہو کر رہ گیا۔

آخر اس نے جھانکنے والے پر ٹامی گن کھینچ ماری۔۔۔ وہ دھچکٹایا اور کسی قاتل و رشت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

پھر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ عمران اور عمار دونوں ہی نے اسے جالیا۔

عمران کے اندازے کے مطابق نامی گن ڈاکٹر دعاگو کے سر پر پر لگی تھی۔ سر پھٹ گیا تھا۔ اور خون کی کچھل پھٹ انہیں اپنے ہاتھوں میں محسوس ہو رہی تھی۔

پھر ڈاکٹر دعاگو ہیوش ہو گیا۔

دوسرے لوگوں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگا۔ جس کے بعد ہریک سنگ مٹائے تھے جہاں نکلا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے دوسرے ماتحت بھی وہیں واپس آ گئے۔

سمیع کو ہسپتال میں چھوڑ دیا گیا وہ لوگوں کو اگر عمران سے کہتی رہی تھی کہ اسے عدالت میں طلب نہ کیا جائے۔ عمران نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ نہ

یہ حالات پر منحصر تھا۔ اگر ڈاکٹر دھاگو کے یہاں سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوتی تو ہر حال میں اس کی شہادت لازمی ہو جاتی۔ لیکن اس کی توقعات سے کچھ زیادہ ہی مولوٹا کٹر کی کوشش سے برآمد ہوا۔ ٹرانسپیرٹ پر صدر کا پیغام موصول ہونے ہی بلکہ زبردستی کے کارروائی شروع کر دی تھی۔

بہت ہی اہم قسم کے کاغذات کوشش سے برآمد ہوئے۔ ایسے جو ڈاکٹر دھاگو کو تکفیر کروا رہے تھے۔ یہ اسی وقت پولیس کی حراست میں دے دیا گیا۔

دوسرے دن جوڑنے بھی دل کی بجڑ اس نکال۔ مولوٹا کا تعلق براہ راست سفارت خانے سے نہیں تھا۔ جو ہرنگ کا نجی ملازم تھا۔ اسے بڑھ چڑھ پولیس گرفت میں لے کر لے دیا گیا۔ جوڑنے کے ہاتھوں اس کی محبوبہ ہی گرفت بنی اور اس نے اعتراف کیا کہ عمران پر ہسپتال میں اسی نے گولی چلائی تھی۔

والس منزل کے قیدی بھی پولیس کے حوالے کر دیئے گئے۔ یہی نہیں۔ اور جیت سے اسٹینٹ بھی گرفتار ہوئے۔ جنہیں بلک میل کر کے ڈاکٹر دھاگو نے اس تنظیم میں شامل کیا تھا۔ ان کی لسٹ ڈاکٹر دھاگو کی کوشش ہی سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ روزنامہ بھی ملا جس میں ڈاکٹر دھاگو اپنی روزانہ کی مصروفیات تحریر کرتا تھا۔

حالات کا رخ دیکھ کر عمران کے ہی فیصلہ کیا کہ سمیعہ کو عدالت میں جانے سے بچایا جائے۔ چونکہ وہ سارے کاغذات پہلے اسی کے ہاتھ پڑے تھے۔ اس لئے کارکنوں کی لسٹ سے اس کا نام اور پتہ غائب کر دینے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔